

OUP—881—5-8-74—15,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 92.5 L Accession No. 04887

Author ف ع فوسن، ایللیا

Title عید ساز کی ترکیب و مشقہ محمود عسکری

This book should be returned on or before the date last marked below.

عہد ساز لڑکیاں

مصنفہ
ایلیسا فورسی

مترجمہ
محمود ہاشمی

مشیر محمد عثمان اینڈ سنز۔ لاہور
بکس نمبر ۱۰۰۰۔ قتلہ برکات آباد

پبلشر: دفتر خاتون مشرق، اردو بازار، دہلی ۷

Copyright : Copyright © 1960, by Aylesa Forsee

Title of the original : WOMEN WHO REACHED FOR TOMORROW

Author : Aylesa Forsee

Original publisher : Macrae Smith Company, Philadelphia

بار _____ ادل
تعداد _____ تین ہزار
طباعت _____ سو لیتھو پریس دہلی
قیمت _____ دو روپے پچاس پیسے

پبلشر
خاتون مشرق
اردو بازار
دہلی

فہرست

- (۱) اوڈرے ہپ برن
۵ ایسٹ اور میرون ایسٹ کی باکمال شخصیت
- (۲) این کیروول مور
۳۱ ہمرک کی لائبریرین
- (۳) الحقیا عجمسن
۵۲ ہاریم کی المٹرڈ کی سے ٹینس کی ملک تک
- (۴) ونڈا لینڈ ولسکا
۸۰ ہارپی کورڈ کی بچارن
- (۵) آئی وی بیکر پریسٹ
۱۰۱ دنیا کے عظیم ترین بینک کی خزانچی
- (۶) فلورنس سیبن
۱۲۹ مسلم، سائنس دان اور انسان دوست
- (۷) ایڈتھ ہیڈ
۱۵۳ فحی ستانول کی تزئین کار
- (۸) مارٹھا بیری
۱۸۰ پوسٹلرڈ کی اتواری خاتون

اڈے ہپ برن

اسٹیج اڈے بیرون اسٹیج کی باکمال شخصیت

سینما کے وہ مشاہیر جنہوں نے اڈے ہپ برن کو مدعا پایا ڈے، میں دیکھا ہے۔ اے پردہ پسین پر دیکھ کر یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اڈے ہپ ایک ایسی خوش بخت شخصیت ہے جو زیادہ محبت حاصل ہونے کے باعث آسانی کے ساتھ بہترین ناکارہ بن گئے ہیں لیکن اڈے ہپ نے اپنی ابتدائی عمر غربت، تنگ دستی اور خطرات میں بسر کی ہے یہاں تک کہ ہالی وڈ کے رانے میں بھی اس کے مصائب بھیلے ہیں۔

افریقہ میں "درنہس اسٹوری" کو فلمائے جانے کے دوران میں اڈے ہپ سخت امی باشندوں کی ایک جماعت کے ساتھ گھنٹوں دھوپ کی شدید ترازت میں پیاسی تڑپتی رہی اور جب پانی پیر کیا تو اڈے ہپ نے تمام تر سخاوت کے ساتھ کلاس بھر بھر کر اپنے ساتھیوں کو پانی پلا دیا لیکن اپنے لئے کچھ نہ بچایا۔ وہ بے حد ستم رسیدہ تو نہیں ہے لیکن اس کی ابتدائی زندگی کے تجربات نے اسے اطاعت اور رحم دلی کا سبق سکھایا ہے۔

کرسمس اڈے ہپ کی تعلیم ہپ برن، مئی ۱۹۲۹ء میں برڈ سلز، ولیمز میں پیدا ہوئی تھی، لیکن اپنے، نیگرو آرٹس باپ کی طرح وہ بھی خود بخود برطانوی شہری بن گئی۔ اس کی حسین اور مضطرب ماں، میسٹر کے ایک خطاب یافتہ معزز ڈپر گھرانے میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ حاملہ سیاسی حلقوں میں تھا میرا ہے، ۱۰ء ہپ برن رشتہ سے شادی کے وقت اڈے ہپ کی ماں ایک طلاق یافتہ خاتون تھیں اور پہلے شہر سے دھوکے کھاتی تھیں۔ بچے، اڈے ہپ برن اس وقت برڈ سلز کے ایک بینک سے وابستہ تھے۔

شہر سے باہر ایک بڑی تہلی میں اوڈرے اور اس کے دو بڑے سوتیلے بھائیوں نے لائوں میں لٹیں لگائیں درختوں پر چڑھے۔ ایک رات تک چیل کھیلے ایلے سے اس کے جسم اور خیالات کی تربیت ہوئی۔ اوڈرے کو گڑبڑوں سے بہت کم لگتی تھی، اسے جانفزاوہ پسند تھے کتے، تیاں اور خرگوش جاس کی طرح پات چوندے تھے، اسے بہت اچھے لگتے تھے۔

جب اوڈرے تنہا ہوتی تو کسی پوشیدہ گوشے میں کسی بھاڑی کے تلے جا بیٹھتی، جہاں وہ تصویریں بناتی، یا اپنے خیالوں میں کھوجاتی، چار برس کی ہو جانے کے بعد اس کی سر دیاں انگلیٹس کے ایک بلڈنگ اسکول میں گزریں، اس کے بعد اس کے خاندان نے کچھ عرصہ اسی ملک میں گزارا، لیکن اوڈرے کے والدین کے درمیان کشیدگی شروع ہو گئی، مشرب پرن، جو جماعتی ترقیات کے سرگرم کارکن تھے، کیونٹوں کے شدید مخالف بن گئے اور جب وہ سرادھو والد مرزا لیس بلیک شرس کی شرکت میں شامل ہو گئے جو خفاستوں کی بطلانوی تنظیم تھی تو اوڈرے کی ماں شوہر سے الگ ہو گئیں اس وقت اوڈرے دس برس کی ہو چکی تھی۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی مشرب پرن نے سوچا کہ انگلینڈ کی نسبت ہائسٹ زیادہ محفوظ جگہ ہے گا، چنانچہ وہ اپنے بے باپ کے چچا کو اپنے والدین کے گھر آئیں جو ایم کے قریب ایک چھوٹے سے دیہات میں رہتے تھے۔ اوڈرے کو انگریزی اور فرانسیسی آتی تھی، لیکن اب اسے اپنے نہال کی زبان کی سمجھنی تھی۔ شروع شروع میں اس نے خود کو اپنے خرم جماعتوں اور ساتھ کھیلنے والوں میں تنہا محسوس کیا، لیکن جب وہ کوئی غلط نقطہ نظر لیتی تھی تو اس کے ساتھی اس کا تھاق اڑاتے تھے۔

علمی موضوعات کے علاوہ اوڈرے نے پہاڑ اور موسیقی کے اصولوں کا بھی مطالعہ کیا۔ ڈیوڈنگ اور بیس کے کبھی سبق لئے۔ ایک روز اسے سیڈرس دس بیس گپنی کا پند گرام دیکھنے کا موقع ملا بیس دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے بیس ڈانس سیرنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ اب اس سے زیادہ محنت کرے گی جتنی بات تک کہ فی رہی ہے۔

دوسرے دن جس نازیوں نے نیدرلینڈ پر حملہ کر دیا اوڈرے کو تو اس کا یقین نہیں آیا، لیکن بڑے لوگ جس انداز سے جنگ کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے، اس سے اوڈرے کو یوں محسوس ہونے لگا

جیسے برسات سے ہمیشہ جھانک رہی ہے۔ جوں ہی انگریزوں نے اتحادیوں کی مدد سے جرمنی کی پابند
سے نکالنے اور ان کے جراثیموں کو روکنے کی کوشش کی، آسمانوں پر رات کے وقت بجراگر بننے لگے
شہری آبادی کی نقل و حرکت بند ہو گئی، خوراک اور ایندھن کا کال پڑ گیا، اجتماعات ختم ہو گئے، نہ ایڈولف
ہیڈلر کا نام رہے۔ اور ان کی کتابیں۔

جب ہٹلر کے معاونین نے اس کی کوفانی کرنے کا حکم دیا تو سرکین اور شاہراہیں ان کو بے ہزار
بے گھر افروں سے کچھ بچھری گئیں جو ایڈولف کے عالم میں کی جانے پناہ کی تلاش میں تھے، ادھر سے کتنا
اند تانی نے اپنے گھر میں چالیس پناہ پناہ گزینوں کو بسایا، حالانکہ ان کے پاس ان بناہ گزینوں کے لئے
خوراک بہت کم تھی۔

فیچ یا نندوں نے ایک خفیہ تحریک کی تنظیم کی تاکہ توڑ پھوڑ کے کاموں کے ذریعہ غازیوں کے
تسلط کو روکا جاسکے اور ان انگریز یا نمٹوں کو چلایا جاسکے جن کے جواز اندر گئے تھے، ہوشیار اور
چاقا چرند ادھر سے اگرچہ ابھی بھولی تھی، لیکن اس نے خفیہ بیانات کی ٹرینل کے لئے خود کو ہنا کا ہڈ
طرح پر پیش کر دیا۔ اس کے ہاتھوں میں پابندی اتفاق یہ طور پر ٹھیکہ ہوئے، بیٹے کے جوتوں کے اندر کچھ ہونے
کا شبہ نازیوں کو نہیں ہو سکتا تھا اس کے قلب نابھہ ہے اور بڑی بڑی اداروں نے انھوں نے اسے مصروفیت
کا ایسا منظر بنا دیا تھا کہ اس کو کسی نے کبھی شبہ نہیں کیا۔ ادھر سے سیکرٹری بیانات پہنچانے
اور سیکرٹریوں کی کتابچے کو ان میں تقسیم کئے اور بعض اوقات دشمن کی نگاہوں سے چھپا کر انگریز پائلوں
کو خوراک بھی پہنچائی۔

جب اس کو لڑائی کی عمارتوں سمرا ہو گئیں تو کلا میں بھی قہم ہو گئیں۔ ادھر سے لے کر بیٹھائی کو اس
بات پر آؤ کہ وہ مکانات کے ایک کمرے میں بیٹھ کے لئے ایک بار دہرایا گیا بنائے۔ اس کمرے میں ہاتھ سے
یکھنے والے ایک ریکارڈ پلیر کے ساتھ اس نے چند سینٹ فی بسق کے حساب سے بیٹے کی تعلیم دینی
شروع کر دی۔ بیٹے کے لئے جب مخصوص تنگ لباس خریدنا تقریباً ناممکن ہو گیا تو مسٹر میپرٹن نے خود
یہ لباس بنانے کے لئے پہلے سوٹر اور جیر کر ادھر کر دیا۔

جوں جوں جنگ بڑھتی رہی، ادھر سے کی ٹرو میوں اور دہشت میں اضافہ ہوتا رہا، اس کے
رہنے والے لاپتہ ہو گئے، نازیوں نے اس کے چچا کو ایک جرمن ٹرین اڑا دینے کی سازش کی پاداش میں

گولی سے مار دیا۔ اوڈرے کا یہ چچان چھ آدھوں میں شامل تھا جو میدانِ کھیل کے طرہ پر مشتمل تھے۔ اوڈرے کے ایک رشتے کے بھائی کو بھی، بعد ازاں کھیت کا نائب تھا، بھانسی بدلتا دیا گیا۔

ظلم و جور اور کشت و خون کے احساس سے نجات پانے کے لئے اوڈرے اندر کچھ دیگر اشخاص نے اپنی جان پر کھیل کر جرموں کے اس کافی کی، کہ کسی ایک مقام پر زیادہ لوگ جمع نہ ہوں۔ خلافِ مذہبی کی اور خفیہ طور پر ایک مکان میں جمع ہو گئے۔ مکان کے بند اندازوں پر پیرے دار ماسد کر دیئے تاکہ جرمین سپاہیوں پر نظر نہ لگے۔ پھر انھوں نے مل کر رقص کیا، گانا بگایا اور خفیہ تحریک کے لئے چندہ جمع کیا۔ اوڈرے اندر اس کے ایک دوست نے پیانو بجایا، انھوں نے رفاہ عام کے لئے اپنے فن کے کئی مظاہرے کئے۔

پیلے کے مخصوص جوتے بازو سے قائب ہو چکے تھے۔ اس لئے پہلے تو سرسبز ہرن نے وقت کے وقت اندر کے سلسلہ بنا دیئے۔ لیکن آخر کار صحت کر ملی کی کھڑا اٹل پر ہی گزرا۔ کرنا پڑا پوشاک اور پیلے سے متعلق اس کی یہ عمر دیاں اس کرب کے مقابلے میں بہت ہی معمولی تھیں جس سے اوڈرے کمال وقت سابقہ پڑا جب جرمین انسر دے نے اس کے ہنہال کے بندگوں کو مکمل دیا کہ وہ ان ماستروں کو جہان کے ساتھ رہے ہیں، گھر سے نکال دیں۔ بعد ازاں اس نے دیکھا کہ اس کے ایک بھائی کو گیسٹ گریسٹ کی جانب لے جایا جا رہا تھا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا اور جنگ بڑھتی رہی، ویسے ویسے خوراک کا کال بڑھتا گیا اور اوڈرے کے خاندان نے کئی ہفتے صرف سیم کی پیلیوں پر بسر کئے۔ ایک بار تو ان کے پاس کئی دونوں تک خوراک کے لئے صرف کاسٹی ہی تھی۔

"اب میں کاسٹی بھی نہیں کھاؤں گی" اوڈرے نے قسم کھائی۔ وہ اپنی عمر کی نسبت زیادہ لمبی اور کمر دہنی۔ اور اب تو اوڈرے بھی خفیف ہو چکی تھی۔ اس کے سخت اور زرد رخساروں پر سارے لڑناں رہتے تھے اور وہ عمدہ پیسٹریاں اندر جا کھیت کھاتے کے خواب بکھیتی رہتی تھی۔

"اگلے برس جنگ ختم ہو جائے گی، لوگ کہتے رہے، لیکن مفصل اور دل سے سوچتی تھی کہ ان میں سے کوئی اس وقت تک زندہ بھی رہے گا تو وہ تقریباً اتنی نا امان ہو چکی تھی کہ اس کے لئے لڑنا

وزن دار اپنا پھر بھی شکل ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ خفیہ تحریک کے لئے کام کرتی رہی۔
 اوڈسے اب چودہ برس کی پرچگی تھی۔ ایک دن وہ گلی میں جا رہی تھی۔ اس نے مازی دودی میں
 بوسوں کو لہنگی کو دیکھا جو اس کے ادبیت کا دوسری لڑکیوں اور سرور توں کی جانب بڑھ رہے
 تھے۔ وہ کہا جاتے ہیں اس نے دہشت زدہ ہو کر خود سے سوال کیا۔ کیا انھیں خفیہ تحریک سے
 اس کے تعلق کا پتہ چل گیا ہے؟

• تمہیں ہمارا انٹری کچن چلانے میں ہماری مدد کرنی ہے۔“ ان میں سے ایک نے سختی سے کہا
 اسی لمحے ایک باوردی آدمی نے قریب ہی عورتوں کے ریکنگ روہ کی جانب اشارہ کیا۔ اس لمحے
 کی بے توجہی کا فائدہ اٹھا کر اوڈسے چپکے سے وہاں سے چل دی۔ اس کا دل خوف سے دھک
 دھک کر رہا تھا۔ وہ اپنے گھر کی جانب دوڑی اور پھر ایک ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلی
 ۱۹۴۵ء کے موسم بہار میں قبرانی کے اتحادیوں نے ساحل پر فوجی چوکیاں قائم کر لی ہیں۔
 اوڈسے ان اس کے ساتھی شدید بے چینی کے عالم میں مزید خبروں کا انتظار کر رہے تھے۔
 وہ سوچتے تھے کہ کیا ان کے جہد و تازیوں کی انتقامی کارروائی سے قبل بردت ان تک
 پہنچ جائیگی؟

کچھ ہی عرصہ بعد برطانوی سیاہی اور نیم میں داخل ہو گئے۔ لوگ انتہائی مسرت کے
 کے عالم میں زندہ زور سے چلانے لگے۔ ہم آزاد ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔ اس فخرے کی رنج کو
 کچھ دہی لوگ پاسکتے ہیں جنھوں نے کبھی اپنی آزادی کھوئی ہے۔ اوڈسے کو تو یوں محسوس ہوا
 جیسے اس پر راحتوں کی بارش ہو گئی ہو۔ افلاس، کرب اور دہشت ناک کے پلنگ برس آخر کار ختم ہو
 اوڈسے نے جو مصائب جھیلے، ان کے سبب وہ وقت سے پہلے بالغ ہو گئی تھی۔ لیکن داخلی
 طور پر جنگ اس میں کوئی تبدیلی نہ لاسکی۔ اب وہ پندرہ برس کی تھی، لیکن بیسے کی رتا صہ بننے
 کی خواہش اس میں بدستور موجود تھی۔

بتنگ کے بعد اوڈسے اور اس کی ان نے جنگی محاذ سے واپس آنے والے فوجیوں کے
 لئے عارضی طور پر ایک آرام گاہ کھول کر اس سے روزانہ کافی شروع کر دی۔ پانچ برس میں پہلی بار
 انھیں پیٹ بھر دینی میسر آئی تھی۔ پھر اوڈسے کی بیسے کی تربیت کے خیال سے، ماں سے

کے ریڈیٹر ڈم علی آئی۔ یہاں اوڈرے نے سونیا گھیکھل نامی ایک دوسری استاد سے جو نیدرلینڈز سے تھیں، متعلقہ تھی، پہلے کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔

ابتداء میں اوڈرے میں قوت برداشت بہت کم تھی اور وہ دن میں صرف نصف گھنٹے ہی مشق کر سکتی تھی، لیکن اس کے ارادوں میں تفرقی نہیں آئی تھی۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اس نے ربط مضبوط پیدا کر لیا۔ پہلے کی تربیت نے اس کے انداز میں ایک دلکشی اور حرکات میں ایک لاکھابائی پیدا کر دیا، لیکن وہ ابھی تک اپنی خواہش اور شدید لگن کے مطابق اچھی رفتار سے نہیں جاتی تھی۔

تین برس تک پہلے کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے لندن کے ایک مشہور ریپے اسکول کی سرپرست، مادام میری ریڈر کو اپنی کواڈر کا امتحان دیا، چنانچہ مادام میری نے اسے ایک تحفہ پیش کر دیا۔ اس نے پیسے مانگے کہ ”لیکن وطنہ کی اس رقم میں گناہ نہیں ہو سکتا۔“ ان نے اسے سمجھا کر زبردستی لے کر لیا، لیکن وہ اس سے کوئی رقم نہیں منگا سکتی تھی۔

اوڈرے نے وقتی طور پر تین دن لینے کا خیال قبول کر دیا۔ وہ غیر اطمینانی کیفیت اور احساس کمتری جو اس نے بچپن میں محسوس کیا تھا، اور خود الدیہ کے دو میاں علی گنجی ہو جانے کے سبب اسے جیسا بڑا تھا، جنگ کے زمانے میں اور بھی بڑھتا گیا تھا، ایک اجنبی اور بڑے شہر میں گزراؤات کے لئے خود کچھ کمانے کی صلاحیت پر اسے کوئی اعتماد نہیں تھا۔

باقی خیر پہلے کی تعلیم جاری رکھنے کی شدید خواہش نے اسے حوصلہ بخشا اور یہ حوصلہ اس حد تک بڑھا کہ ایسی حالت میں جب اس کی ماں بیمار تھی اور اسے کم از کم وقتی طور پر ماں کی خدمت کے لئے گھر پر رکنا چاہیے تھا، اس نے ہمت نہ ہاری۔ اور لندن چلی گئی۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔ اس کے پاس پہلے اور دو ترقی کا عشق، نفس کشی کی نیروی صلاحیت اور شدید جانفشانی کی عادت کا فراوی سرمایہ تھا۔ لیکن ابتداء میں یہ سرمایہ اس کے کسی کام نہ آیا اور وہ تنگ دستی کے عالم میں گزر کر رہی۔

پہلے کی تلاش میں پہنچ کر اوڈرے کو خوشی بھی ہوئی اور کچھ مایوسیوں سے بھی سابقہ بڑا۔ یہاں اس نے خود کو دوسرے طلباء کے مقابلے میں کم تر درجے کا پایا۔ ان طالب علموں نے کچھ خاص فنی نکتے اس عرصہ میں سیکھے تھے، جب وہ تعلیم میں شامل نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کام کرنے

کی فزٹ بڑھائی اور سخت ترین محنت کو اپنا دستور بنالیا اور وہ باضابطہ طور سے اس پر کاربند رہی لیکن اس شدید کشاکش نے اسے مضمحل کر دیا۔

مادام ریبر نے اس کی حالت دیکھ کر مشورہ دیا کہ وہ اپنی مشق میں کچھ کمی کر دے۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا "لیکن کمی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بے ڈھنگا بنی پیدا ہو جائے۔ بیلے کے طرز میں فرق نہیں آنا چاہئے۔" مادام ریبر کی عادت تھی کہ جب کسی طالب علم میں سرخامی پیدا ہوتی، تو وہ فوراً چلا آتھی، اور اس طالب علم کی انگلیوں کے جھنڈوں پر ضرب لگاتی تھی پھر اندر بے کے مزلوں میں بیٹے اس قدر برج بس گیا کہ اسٹوڈیو کے باہر بھی جب وہ کسی چیز کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھتی تو ہاتھوں میں چمک پیدا کے بغیر ہی پنچل کے بن کھڑی ہو جاتی تھی۔ مادام ریبر نے اس کے یہ جوہر دیکھے تو بے حد تعریف کی، لیکن اوڈرے کو اب بھی یہ فکر لاحق تھی کہ بیلے کی رفاہہ بننے کے لئے جتنا وقت اسے میسر تھا یا جتنی جھنجھٹ وہ نکال سکتی تھی، اس سے کہیں زیادہ وقت درکار تھا۔ پھر جب اسے اپنے خدس سے متھوڑی کا آمدنی ہوئی تو اس نے اس کا کچھ حصہ گوشت، چاکلیٹ، پیسٹے یوں عیسوی چیزوں پر خرچ کر دیا۔ وہ جنگ کے زمانے میں ان چیزوں کے لئے ترستی رہی تھی۔ اب اس کا ذرا کچھ بڑھ گیا تھا اور اس سے اپنی وضع قطع کا فکرتانے نکلتا تھا ایک دن اوڈرے کی ایک ہم جماعت سہیلی اسے ہائی بین شوز، میں آواز کے میٹرک کے لئے اپنے ساتھ لے گئی۔ جب یہ دونوں لڑکیاں منزل مقصود پر پہنچیں تو انہیں اپنی کامیابی مشکوک نظر آئی وہاں کورس میں حصہ لینے کے لئے امیدوار سیکڑوں رقاصہ لڑکیاں موجود تھیں۔ انتخاب صرف اس کا ہوتا تھا، پھر سہیلی اوڈرے اور اس کی سہیلی دونوں نے ٹیٹ دیا۔ اوڈرے کا ٹیٹ لینے کے بعد ڈائریکٹر نے کہا "اگر تم لوٹا مذہبی کچھ کم کر لو تو تمہیں لے لیا جائے گا۔"

دائریکٹر اوڈرے نے حیرانک بے لیا اپنی ناکام سہیلی سے کہا "میری خواہش تھی کہ تم بھی ترین شان پہن سکتی ہو!"

دن گھٹانے کے لئے اوڈرے نے تناسل دار غذا اور مٹھائیوں کا استعمال ترک کر دیا لیکن پہلی ربرسل کے موقع پر اس نے تمام دوسرے پیشہ درانہ قیم پیشہ درانہ قاعدوں

کی قطاریں داخل ہوئی، ابی لمے ایک استاد می سپیوں کی گمسی رہنمائی ہوئی، ایک معرورت کو دھیکنا
 ہوا بتا دے میں داخل ہوا۔ اس معرقاتوں کی آنکھیں سیاہ اور تانبہ کی تھیں، سر پر سفید غم دار بال تھے
 یہ عالم گیر شہرت کی حامل اداکار اور ناول نگار سینڈونی گیریل کو لیتی تھی، جس کی عمر اس وقت اٹھتر
 برس تھی۔

کو لیتی اداس کے فلم ساز کچھ عرصہ سے ایک ایسی لڑکی تلاش کر رہے تھے جو کو لیتی کے ڈرامے
 میں منتقل کئے ہوئے ایک ناول "جگلی" (الطرد و شیرازہ) میں بیرون کا رول کر سکے۔ تاہم یہ ڈرامہ
 اگر نئی زبان میں براڈ ویس میں بھی پیش کیا جائے، ملاحظاً، اور کو لیتی کو ایک تیز طرار اور خوش وضع
 لڑکی کی ضرورت تھی جو فرانس کے پہلے فائنٹ کی دخترزہ کی طرح دکھائی دے سکے۔

کو لیتی نے اپنی کرسی رکھتے ہوئے اپنے شوہر سے سرگوشی کی "سچی جگلی ہے"

متفرک غم بندی کے بعد سیبے کو دیکھنے نے اور اسے کو لیتی کے کمرے میں مدعو کیا، اٹھن
 اور اسے کھاس ڈرامے کے متعلق بتایا کہ اس کے لئے سولہ برس کی ایک ایسی لڑکی دھکارہ ہے
 اور اسے میں اپنی شادی کے تصورات میں کھوئی رہتی ہے، پھر گور دیکھنے نے کہا، "میری بیوی چاہتی
 ہے کہ جب جگلی براڈ ویس میں پیش کیا جائے تو اس کا خاص پارٹ تم ادا کرو۔"

اور اسے میرٹ زوہ ہو کر گور دیکھنے کا مسند دیکھنے لگی، پھر اس نے عاجزی سے کہا، "میں اس
 لئے تیار نہیں ہوں۔ میں ایک رقاصہ ہوں۔" اور.....

"تم نے رقاصہ بننے کے لئے سخت محنت کی ہے، اداکار بننے کے لئے بھی کر سکتی ہو۔" کو لیتی
 اوٹھ کر سے کہا۔

"لیکن میں نے اسٹیج پر ایک دفعہ میں ایک دور سے زیادہ مکالمے کبھی نہیں کیے۔" اور اسے
 جواب دیا۔ اسے اب بھی اپنی مصلحتوں پر شبہ تھا۔

کو لیتی نے اپنی انگشت شہادت ٹھکانا انداز سے اس کی جانب اٹھاتے ہوئے کہا "تمہاری
 اصل سچی اچھی ہے، اور شخصیت سچی دلکش ہے۔ تم ہی میری جگلی ہو۔"

اور اسے بدھاس ہو کر کمرے سے چلی آئی۔ سر دست اس کا کو لیتی سے معاہدہ نہیں
 تھا، کیونکہ کو لیتی نے اسے بتایا کہ پہلے نیویارک کے فلم سازوں سے معاہدہ ہونا ضروری ہے۔

لیکن اوڈرے اس تذبذب میں تھی کہ اگر اسے یہ پارٹ مل گیا تو کیا وہ اُسے ادا کر سکے گی؟
 اوڈرے کو غم ساہنگلبرٹ لمر اور جکی کوڈرے میں منتقل کرنے والے ڈیماہ فرس ایٹا ناز
 کا خطا کا کہ وہ دولہا اس سے انٹرویو کے لئے لندن آ رہے ہیں۔
 انٹرویو کے بعد فلم سامنے اوڈرے سے کہا، "اپنے پارٹ کو ابھی طرح ذہن نشین کرنے
 کے بعد نیویارک آجائو۔"

نیویارک ابھی اس سے ہزاروں میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن اپنی نئی زندگی کے تعویذات سے
 مستفید ہونے کے لئے اوڈرے کو وقت کم محسوس ہوا۔ ہفت روزہ جکی کے مطالعے میں ہر صوف
 جکی کہ پیراؤنٹ اسٹوڈیو کے نمائندہ ولیم ویلنے اس سے ملاقات کی اور کہا کہ ان کو نئے چہرے کی
 شخص کو نہ دے والے اس کے ایک نمائندے نے اس کے مستقل توجہ دلائی ہے۔ کیا وہ ان کی آنے
 والی فلم "رومن ہالی ڈے" میں شہزادی اپنی کے پارٹ کے لئے اسکرین ٹیسٹ دینا پسند کرے گی؟
 اوڈرے نے جکی سے متعلق اپنے معاہدے کی تفصیلات بتائیں۔ لیکن ویلنے وضاحت
 کرتے ہوئے کہا کہ اس ٹیسٹ سے اس کے معاہدے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اگر اسے پارٹ مل گیا
 تو فلم کی تیاری کے لئے اس کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے وہ شہزادی کے پارٹ کے لئے
 کسی چہرے کی تلاش میں کئی برس صرف کر چکا تھا۔

اسکرین ٹیسٹ کے دوران میں اوڈرے کو کھلا گئی آنڈر جھینپے لگی اس آزمائشی منظر میں اوڈرے
 کو بستر میں لٹا دیا گیا۔ منظر مکمل ہونے پر جب ویلنے دیکھا، کا لفظ کہا تو اوڈرے کی جان میں جان بولی
 اس جھیلے سے چھٹکارا پاتے ہی وہ کھستانی ہنسی ہنسی ہوئی ابھی اور اپنے ماند گھٹنوں
 کے گرد دھماں گئے ہوئے بستر میں بیٹھ گئی۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ ویلنے ٹیسٹ سے پہلے کمرہ لیا
 کو روایت کر دی تھی کہ اس کے لٹا، کہنے کے بعد بھی وہ فلم بندی جادو کر سکے۔ فلم بندی ہو جانے
 کے بعد اوڈرے نے سوچا کہ اب جیسا اس منظر کا شاہرہ کرے کے بعد اس کے متعلق اپنی رائے بدل گیا
 "اکمل طور پر بہت عمدہ!" ویلنے چلاتے ہوئے کہا۔ اوڈرے کا دماغ اگرچہ کچھ
 چڑھا تھا۔ اور اس کے دماغ بے ربط تھے۔ لیکن اس کے سبک خود غلامی اعلیٰ صفات کے حامل
 تھے۔ اس نے بہترین ڈرامائی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ ویلنے اوڈرے کو بتایا کہ "ابھی

تو اس فلم کو ہالی وڈ میں لے گئے۔ لیکن میرا خیال ہے، اس پارٹ کے لئے تمھاری کامیابی کے
قوی امکانات ہیں۔“

امریکہ روانہ ہونے سے قبل ہی اڈورے کا ”رومن ہالی ڈے“ کے لئے بھی معاہدہ ہو گیا۔
نیویارک پہنچ کر اس نے سوچا کہ اب وہ رولنگ کار کی جانب سے مطمئن ہو گئی ہے، لیکن وطن، خاندان،
اللہ تبارک و تعالیٰ دست بچھو گئے ہیں۔ جب اس نے ہوٹل کے ایک چھوٹے کمرے میں اپنا معمولی سا
سامان کھولا اور گردن پیش نظر ڈالی تو اسے یوں لگا جیسے نیویارک کی ہر شے نائنٹیس، نئی اللہ
اجنبی ہو۔ وہ اس پروردگی کے عالم میں مٹی کی پہلی ریپرسل کے لئے روانہ ہو گئی۔
”تمہیں اپنا بندہ پونڈ فنڈ گھٹا پانچ لاکھ کا“ ڈائریکٹر نے فرما کر کہا۔ اس کے بعد
”جینیہات کا سلسلہ شروع ہو گیا،“ ایسی ہی ہر فن کی طرح جگہ کی نہ بھرد۔۔۔۔۔ آداز میں
یکسانیت مت پہلا کر دو۔“

اڈورے کی آواز اگرچہ واضح تھی، لیکن اس میں لہجہ نہیں تھا۔ بعض اوقات اس کی گھڑ
یا ایک ہو جاتی تھی۔ وہ مکالموں کی ادائیگی کا فن اللہ گھٹو کر کے بڑھانے کا ہنر بہت کم جانتی تھی
ان خامیوں اور دیگر کوتاہیوں کو دور کرنے کے لئے اس نے اداکاری کی تعلیم حاصل کرنی شروع
کر دی۔ اب ہر فن کے علاوہ اسے دن میں اٹھانے گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا۔ فی کی تمام کوششوں
کے باوجود بہت سے ایسے موقع آتے جہاں اسے اپنی نااہلی کے باعث برطرف کر دینے جملنے کا خطرہ
درمیش ہوتا تھا۔ اس غیر اطمینان کی کیفیت اور معمولی خامیوں نے اسے سخت تشویش میں مبتلا رکھا۔
اڈورے نے سوچا کہ رقص کرنے سے اس کا جسم مستحضر بن جائے گا اور اس میں بھی اضافہ ہو گا
نیز رقص میں شامل ہونے سے اس کی اجنبیت دور ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے تیار ہوا ”اے
یے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ ڈرنی کم کرنے کے لئے فائو کسٹ اور رقص واضطراب نے اسے
انتہائی لاغر بنا دیا۔ اسے تنہائی کا شدید احساس ستانے لگا۔ یہاں کسی نے تجسس نہیں کیا بلکہ نہیں
ڈانسیا، لیکن اس عالم میں بھی وہ تمام تر سختی کے ساتھ اپنے منہمکوں پر کاربند رہی۔

اڈورے کو یہ علم نہ تھا کہ بلاڈوے کے ڈرائے اکثر آزمائش یا تجربے کی طرح سے نیویارک
سے یا امریکا کیسے جلتے ہیں۔ ڈائریکٹر نے جب اسے یہ اطلاع دی کہ مٹی ”۱۹۹۱“ دسمبر ۱۹۹۱ء سے

فلوڈ لفیا کے والٹ اسٹریٹ تھیٹر میں کھیلا جائے گا تو اڈلس کو انتہائی حیرت ہوئی ناؤ لفیا میں یہ ڈرامہ زیادہ کامیاب نہیں ہمارا اس ڈرامے کا پس منظر یہ تھا کہ بیس بیس واشنگٹن نامی عری جہاز نیویارک کے ساحلی پرنگر انڈاز پرے انگلہ دی کے مزدوروں کی ہڑتال کا قصیدہ ہونا ہے۔ کہنا اس پس منظر کے لئے ڈرامے کا جو سیٹ تیار کیا گیا تھا وہ مناسب نہیں تھا۔

پھر جس رات نیویارک کے فٹن تھیٹر میں اس ڈرامے کا افتتاح ہوا، اس رات اڈلس کے سنگار کا کردہ پہلوؤں کے محکمہ ستوں سے بھر گیا۔ اڈلس نے اہل محکمہ ستوں کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ اس کے ارد گرد چمپے ہوئے یہ پھول اس کی بہترین کارکردگی کا اعتراف تھے۔ اڈلس نے بھی پس منظر کی اظہار و شہزادہ جی کا پارٹ انتہائی بے غلطی سے ادا کیا تھا۔ اس کی اداکاری تصنع سے قطعاً دور تھی اڈلس اپنے پارٹ میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس باکمال اداکاری نے جوشائیل اصابع کے حدیماں خفا کو پرکھ دیا تھا، اعتقاد شافیوں محسوس کر رہے تھے، جیسے وہ کوئی ڈرامہ نہیں بلکہ حقیقی واقعہ کے مشاہدے میں مصروف تھیں۔

”بہت خوب!“ انجی لونڈے نے ڈرامے کے اختتام پر اڈلس کو گلے لگاتے ہوئے پرورش لہجے میں کہا تھا شائیل اصابع نے بھی اڈلس کے پارٹ کو بے حد سراہا۔ نیویارک ٹائر کے بروس آئنسٹین نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ”بے ساختہ، تازہ خیز اور دل موہ لینے والی اداکاری“

اس بے حد تعریف و ترمیم کے باوجود اڈلس کا تہہ و تدبیر نہیں ہوا، اگر کسی منظر میں وہ مبتلا کے ساتھ اداکاری نہ کر سکتی تھی تو دل شکست ہو کر اسٹیج سے چلی آتی تھی۔ شدید عجز و جہد سے بے مال ہو کر وہ خود اپنے آپ سے پوچھنے لگی ”آخر مجھے فخر کیوں ہوتی ہے؟“

ابھی بگل میں کام کرتے ہوئے اسے پہلا ہفتہ ہی گزرا تھا کہ کسی نے اس سے کہا ”تمہاری شہرت اب اسکی حلقوں میں پہنچ رہی ہے“

یہ سن کر اڈلس مسرت ہو گئی اور تھیٹر نے محل کھلی میں آگئی۔ لیکن اس کے اس انبساط میں بھی ایک سدشال تھا۔ پھر اس نے جواب دیتے ہوئے کہا ”اورے پیارے! ابھی تو مجھے یہ سیکھنا ہے کہ اداکاری کیسے کی جاتی ہے۔“

بظاہر قریہ معلوم ہوتا تھا کہ اڈلس رات کی رات کو اس گانے والی ایک معمولی لڑکی سے

بہترین اداکار کی منزل تک پہنچ گئی۔ لیکن درحقیقت اس ترقی کے پیچھے اس کی بروسوں کی محنت اور
 اصنافِ بھگی پوشیدہ تھی۔ اسے سین دھمیل ہونے کی وجہ سے یہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اس
 لئے کہ اس نے مصائب کے سامنے ڈٹے رہنے کا حوصلہ پیدا کر لیا تھا۔

ادورے کہا کرتی ہے: "اگر مجھ میں بیلے کی تعلیم کے لئے شدید جانفشانی کی عادت نہ
 ہوتی تو میں وہ نہایت مشکل کام بھی انجام نہیں دے سکتی تھی جو براڈ وے میں کوئی نمایاں پارٹ
 ادا کرنے کے لئے ضروری تھے۔"

جنگی میں بہترین اداکار سی براڈ وے کو جو خزانہ حقیقت ملا اس میں سب سے زیادہ اہم وہ
 ڈوڈ تھا جو کو لیتی نے اپنے دستخطوں کے ساتھ (اسے بھیجا۔ اس ڈوڈ پر یہ عبارت درج تھی "ادورے
 ہپ ہل کے لئے جو ایک بیش بہا موتی ہے اور جسے میں نے تلاش کیا ہے"

دوسرے اداکاروں نے بھی اس کی صلاحیتوں کو بے حد سراہا۔ گرٹ ریڈن لارنس نے اس سے کہا:
 "اگر فلم سازوں نے کبھی میری زندگی پر کوئی فلم بنانی چاہی تو مجھے امیر ہے کہ اس کا خاص پارٹ تم ادا کر دیتی۔"
 ادورے کو اگرچہ بانیس ہی برس کی عمر میں شہرت نصیب ہو گئی۔ لیکن اس میں عفوذاتی عمر کا
 لاابالی پن بھی برقرار تھا اور مکمل عورت کی خود اعتمادی بھی موجود تھی۔ کسی لمحے وہ دوستوں کے درمیان
 بیٹھی ہوئی کسی شخص کی شرارت آمیز نقیصہ اتار اتار کر دوستوں کو ٹپوٹ کر نے میں مصروف ہوتی تو
 دوسرے ہی لمحے ایسیچ پہنچ کر ایک شہزادی کے گمبھیر پارٹ میں خود کو ڈھال لیتی تھی۔

اسے اپنی راتوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔ شو ختم ہونے کے بعد وہ عام طور پر اپنی سہیلی کیپتلیں
 نیزنگ کے ساتھ دودھ اور یوگکٹ (دہی) سے لطف اندوز ہونے اور گیس اٹرنے کے لئے گھر
 روانہ ہو جاتی۔ اسے شہرت حاصل کرنے کی سازشوں سے سخت نفرت تھی۔ لیکن انٹرویو کے موقع پر
 وہ پوری طرح مستعد رہتی اور سنجیدہ سوالات کے ایسے دندان شکن جواب دیتی کہ سوال کرنے والا
 مات کھاتا تھا۔ ان اخباری نامہ نگاروں کو جو اس کے راز جاننے کی کوشش کرتے، وہ جواب
 دیتے ہوئے کہتی: "نازیوں کے تصرف کی جو کہانیاں آپ نے سنی ہیں، خواہ وہ کتنی ہی دہشت ناک ہوں،
 غالباً سچی ضرور ہیں۔"

ادورے ابھی بھی کئی کمپلیں میں مصروف تھی کہ پیراماونٹ کی چیف ڈیٹا نرائیئر تھریڈ بیڈ،

رومن ہالی ڈے کے لئے اس کی پوشاک کا منصوبہ بنانے کی غرض سے اس کے پاس نیو یارک پہنچ گئی۔ مس ہیڈ سے پہلی ملاقات کے وقت ادورے سیاہ رنگ کا معمولی لباس پہنے ہوئے تھی، اس کے کالر اور کف سفید تھے، اس نے سفید دستار پہن رکھے تھے، اور قمیص کے ایک کاغذ میں دادی کے سوسن کی ایک بائی لگی ہوئی تھی۔

مس ہیڈ نے ادورے کا غیر مقدم کرتے ہوئے کہا، "میں نے تمہارے جو آزمائشی منظر دیکھے ہیں، ان میں تم پا جا رہے ہوئے تھیں۔"

اپنے کپڑوں کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے ادورے نے کہا، "مجھے زیورات اچھے نہیں لگتے، اور میں میک اپ میں صرف ہلکے رنگ کی لب اسٹک استعمال کرتی ہوں۔"

مس ہیڈ نے اسے بتایا کہ اس کا روزمرہ کا لباس ایک الگ چیز ہے، اور فلم کے کسی کردار کی شبیہ بنانے کے لئے پوشاک کا استعمال اس سے بالکل مختلف ہے۔ "ادورے نے اس وقت کو سمجھتے ہوئے اقرار کے طور پر اپنا سر ملایا، مس ہیڈ نے جو خاکے بنائے تھے۔ ان میں ادورے نے کچھ معمولی سے اصلے کئے۔ ساڑھ اوپر ایک ساگلینڈ اور چوڑے بیٹ۔ ادورے کی نکتہ چینی کی عادت نہیں ہے، لیکن وہ پوشاک کی تمام چیزیں درست چاہتی ہے۔ چنانچہ رومن ہالی ڈے کے لئے اپنی پوشاک کی فٹنگ پر اس نے گھنٹوں صرف کر دیئے تھے۔

"جلی" کے مکمل ہونے کے فوراً بعد ادورے "رومن ہالی ڈے" میں کام شروع کرنے کے لئے اپنی جلی گئی۔ اس فلم میں ڈائریکٹر نے شہر کی حقیقی عمارتوں اور سڑکوں کو استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ سفر کے دستان میں اسے جیمس ہینسن اور اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کے لئے چند پرسکون گھنٹے میسر آئے۔ اس نے سب جاکر یاد دہانی کر کے اپنی ترقی جاری رکھ سکتی ہے۔

اس نے اپنے مستقبل اور ترقی کو مقدم سمجھا اور شاہی کا خیال سرِ دست ترک کر دیا، "رومن ہالی ڈے" میں، ادورے کو ایک انیس سالہ ایسی شاہزادی کا پاٹ ادا کرنا تھا، جو شہرت کی خاطر مجاہدہ کرتی ہے۔ رومن پہنچ کر شہزادی اکتا دینے والی تقریریں ادا کیں تقریباً تسنگ آ جاتی ہے، اور اپنے ڈائریکٹر سے کوئی سکون بخش دوا طلب کرتی ہے، بعد ازاں وہ اپنی موج میں چپکے سے کبلی ہی شہر کی سیر کے لئے نکل جاتی ہے۔ ایک اخبار نویس سے اس کی ملاقات ہوتی ہے (اخبار نویس کا کردار گریگوری پیک

اداکر ہاتھ) شہزادی اندا خیار نویس وہ شام ایک ساتھ گزارتے ہیں اندا دیرائے ماہر میں ایک بھرے پر دھن کوڑتے ہیں۔ شہزادی اس سے قطعاً بے نیاز رہتی ہے کہ اس کا ساتھی ایک اخبار نویس ہے جس کا مینا دی مقصد یہ ہے کہ اپنے اخبار کے لئے شہزادی کے متعلق کوئی دلچسپ کہانی حاصل کرے۔ شہزادی اپنے ساتھی پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ رنگ و بیاں منانے کے لئے اس سے دوبارہ ملاقات کا وعدہ کرتی ہے۔

دہرسل بہت طویل تھی۔ اس طرالت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ادوڈے میں ابھی خود اعتمادی کی کمی تھی اور وہ اکثر تھک جاتی تھی۔

کام سے فارغ ہونے کے بعد جو وقت اسے ملتا۔ اس میں وہ ڈاڈے اور بیٹے کی مشق پوری تندی سے جاری رکھتی تھی۔ ادوڈے اور جس عوامی خط و کتابت کے ذریعے کئی بار اپنی شادی کی تاریخ مقرر کر چکے تھے۔ دونوں کا دوا مان انہی تصورات پر ہی پر دان چڑھ رہا تھا۔ ادوڈے کو کچھ عرصہ کے ڈیزائن بنانے کا شوق تھا۔ ایک بار اس نے یوں ہی اپنی شادی کے لباس کا ایک مکمل سیٹ بھی تیار کر ڈالا تھا۔ ادوڈے فطری طور پر ہفت قسم کی حقیقت پسند واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ جب رومن ہالی ڈے بمکھول کے مراحل میں پہنچی تو اس کے ذہن میں شادی کے مسئلے پر کچھ شبہات پیدا ہونے لگے، جیسے اور اس کا اپنا مستقبل جدوجہد جانتا تھا لیکن دونوں کی سمجھتیں مختلف تھیں۔ جتنے عرصہ وہ ایک دوسرے کے قریب رہے تھے، اس سے کہیں زیادہ عرصہ تک ایک دوسرے سے جدار ہے تھے۔ چنانچہ اب ان کی وابستگی کے بہترین امکانات ختم ہو چکے تھے۔ ادوڈے ایسی شادی کی خواہش مند تھی جو ایک پائیدار رشتہ ثابت ہو۔ چنانچہ اس نے ان شبہات کے سبب جیسے سے شادی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اولیٰ سے نیا ایک داپس جاتے ہوئے اس نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کی خاطر لندن میں قیام کیا۔ اس کے رشتے کے مددگاروں نے اس کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا۔ اس عصرانہ میں گریجویٹ پیک اپنے ہمراہ ایک طویل قامت اور تلی آنکھوں والے ایکٹر۔ میل فیئر کو بھی لایا۔ ایک ہی فن سے تعلق رکھنے والی دو شخصیتیں ہیں تو اس فن سے متعلق دونوں میں گفتگو ہونا ناگزیر ہے۔ چنانچہ ادوڈے اندر میل کے قدمیان مقبضہ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ ادوڈے نے جابا ہوتے وقت میل سے استہ سے کہا، ”اگر تمہیں کوئی ایسا ڈرامہ ملے جسے تم میرے لئے مناسب خیال نہ کر لو تو مجھے بھی دینا۔“

نہیں میں قیام کرنے کے بعد، اوڈرے "سیبرینا" میں کام کرنے کے لئے اپنی ڈو آگئی۔ اس فلم میں اس نے ایک شو فر کی ایسی لڑکی کا پابٹ ادا کیا، جس سے اس کے باپ کے مالک کے لڑکے عشق بازی کرتے ہیں۔ بیوری بلو پر اس کے کمرے کے سامنے، ہر ہفتہ علی الصبح پیراڈنٹ کی کالنگ کرتی، اور وہ اس میں بیٹھ کر اسٹوڈیو کے میک اپ کے شعبے کی جانب روانہ ہو جاتی۔ راستے میں وہ اپنے مکائے دہراتی رہتی۔ میک اپ سے فارغ ہو کر، سائیکل پر بیٹھ کر وہ "سیبرینا" کے سیٹ کی جانب روانہ ہو جاتی۔

سیٹ پر پہنچ کر اوڈرے تمام تزویر کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو جاتی تھی، اور کبھی فضول گپوں میں حصہ نہیں لیتی تھی۔ انتہائی مہذب، اطاعت شعار اور فرماں بردار ہونے کے سبب اس نے اساتذہ، علیحدہ مختار اور ڈائریکٹروں کے دل میں جگہ بنائی تھی۔ ان میں سے ایک نے اوڈرے کے متعلق کہا تھا، "اس کا رویہ اس کا احترام کرنے پر مجبور کرتا ہے"۔ اسٹوڈیو سے باہر اگرچہ وہ تنہا رہتی تھی، لیکن فلم بندی کے درمیانی وقفوں میں دوستوں کی صحبت اور ٹپ شپ کا لطف اٹھاتی تھی۔ اس کے ساتھی اسے انتہائی خوش اخلاق سمجھتے تھے۔

"سیبرینا" میں اوڈرے کو سکاٹ ہاجی کا نام تھا۔ اس نے اس نے روزانہ کئی کئی گھنٹے ایک استاد سے گانے کی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی ایک، دوسرے معلم سے فن ڈرامہ کی تربیت بھی حاصل کرتی رہی۔ جب فلم کے لئے پوشاک کی تیاریاں شروع ہوئیں تو مس سید نے اوڈرے کو درجنوں ایسے خاکے پیش کئے، جن میں اسے خوبصورت لباس پہنے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ ان دونوں عورتوں میں کپڑوں کے ڈیزائن بنائے گا۔ مختلف زبانوں کا، موسیقی اور مصوری کا مذاق مشترک تھا۔ یہ دونوں ساتھی ساتھ کام اور تفریح کرتی تھیں۔ ذہنی کام میں مصروف رہنے کے بعد اوڈرے اس ہیڈ سے کہتی "اڈ" اب کچھ تفریح کریں۔ اس جملے کا مطلب اکثر یہ ہوتا کہ بڑی بڑی فریج پیسٹریاں خریدنے کے لئے قریب ہی کوئی مٹھائی کی دکان تلاش کی جائے۔

"روس ہالی وڈ" ملک گھر چھلانے پر فائش کے لئے پیش ہوئی تو ماشائیوں نے فلم بے حد پسند کی۔ اوڈرے کے سیما پوش چہرے سے ایک سرکش، ہشیانہ، پرتکین اندلا باہالی کردار کے تاثرات پوری طرح نمایاں ہوئے تھے۔ اس موقع پر اوڈرے نے اپنے متعلق کہا کہ، "میں اپنے چہرے کو میٹا اچھا یا دانش مندانہ بنا سکتی ہوں، لیکن ان میں سے کوئی غیرتی خود میری شخصیت

میں موجود نہیں ہے۔

درحقیقت اس نے اپنے چہرے، خطہ خالی یا لمبے کے جوہر میں سے کہیں زیادہ اپنی اثر پذیری اور اپنی مثالی کشش سے تماشائیوں کے دلوں کو مودہ یا تھا۔ ایک مبصر نے اس کے متعلق لکھا تھا کہ "ادڈر سے سب بھونکے پانے پاؤں میں ڈرامے کی انتہائی رفتوں کو چھریا ہے۔" ایک دوسرے نقاد نے ادڈر کے متعلق یہ رائے ظاہر کی "ادڈر کے کی اٹلی صلاحیتیں اس کی سمت ترین و جہد کا نتیجہ ہیں۔"

ادڈر کا اس قدر منزلت سے متاثر نہیں تھی۔ لیکن اس کے مداح فوڈو کر افراد پورے امریکہ میں اسے گہر سے جتے تھے۔ کوئی کسی چیز پر اس سے دستخط کرتا، کوئی فوڈو کر اس سے اپنے ڈرامے کے متعلق کسی فلم ساز سے سفارش کرنے کی درخواست کرتا۔ کوئی اس سے فلمی دنیا میں کامیاب ہونے کا سراغیہ نسخہ دریافت کرتا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ انٹرویو اور ٹیلی ویژن نیز انجمیلوں میں اس کا نصف وقت صرف ہو جاتا ہے، حالانکہ ان چیزوں کا اداکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ادڈر نے اپنی زندگی کا یہ پہلو ہر س سے بھی زیادہ ناگوار محسوس ہوتا تھا۔

اس کے بعد ادڈر نے صرف ان چند تقریبات میں ہی نظر آنے لگی، جن کے متعلق اس کے فساد اصرار کرتے تھے کہ اس کی شرکت ضروری ہے۔ لیکن ایسی تقریبات میں بھی اس نے اپنا زیادہ وقت برباد نہیں ہونے دیا۔ وہ فرصت کی شاہیں دوستوں کے ساتھ گزارا پسند کرتی تھی لیکن اس شاہوں میں بھی زیادہ تر تہوار ہی تھی۔ ایک بار اس نے اپنے دوستوں سے کہا تھا "میں اکثر تہوار ہی چوں اس طرح مجھ میں تہوار کی بجائے ہو جاتی ہے۔"

فرصت کے لمحوں میں ادڈر بے کپڑوں کے ڈیزائن بنایا کرتی تھی، خطوط پر تھک کر ان کے جواب لکھتی یا مینی گڈین کی موسیقی سے محظوظ ہوتی تھی۔ اسے ہر عمر اور مہینوں کی موسیقی سے بھی دلچسپی تھی۔ وہ کبھی آکٹا ہٹ محسوس نہیں کرتی تھی۔ کھانے کے وقت فرس پر کھانے کی بڑے کے سامنے لگے پر ہانگ رکھ کر میڈیاتی ادکھانے کے دوران میں شایا شیکسپیر کے ڈراموں کا مطالعہ کرتی تھی۔

ایک دفعہ اسے سیل فون کی جانب سے ایسیج ڈرامے کا ایک مسودہ "ایک ڈامین" موصول ہوا۔ اس ڈرامے میں قرون وسطیٰ کے ماحول میں ایک ایسی دیوانی پری کی داستان بیان کی گئی تھی، جو ایک

نائب کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ تیسرے خود نائب کا پارٹ ادا کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن کیا اسے جوڑے پر ہی کا رول دیا کر؟ چاہتا ہی تھی؟

تقریباً سب نے اوڈے کو مشورہ دیا کہ وہ یہ پارٹ نہ لے۔ قرون وسطیٰ کی تیشیل کامیاب نہیں رہے گی۔ اس کا پارٹ دشمن ہے لیکن ان تمام مشوروں کے برخلاف اوڈے نے سوچا کہ یہ ڈرامہ اس کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جب ایک بامعنا شخص نے فیصلہ کر لیا تو پھر کوئی اسے یہ پارٹ لینے سے باز نہ رکھ سکا۔

”سیبرینا“ کی فلم بندی مکمل ہو جانے پر اوڈے ”اون ڈائمن“ کی ریسرل شروع کرنے کے لئے نیویارک آگئی۔ اب نئی ڈرامہ کی تعلیم، بیس اور اداکار کی مشق کا چکر پھر شروع ہو گیا۔ اس محکمے سے اسے بہت کم جہت ملتی تھی، لیکن تیس کے اشتراک سے اوڈے نے ان تمام امور کی مشق جاری رکھی۔ میل اعلیٰ درجہ کا رفاقتی تھا۔ اوڈے کو اس کی دلکش وضع قطع اور اس کے مزاج کا تیکھا پن پسند آیا تھا۔ دونوں کے درمیان اس رابطہ و تعلق کو دیکھتے ہوئے ”اون ڈائمن“ میں کام کرنے والے دوسرے لوگوں نے اندازہ لگایا کہ شاید جلد ہی یہ دونوں شادی کی منزل تک پہنچنے والے ہیں۔ یہ اوڈے کو لوگوں کے اس خیال کا علم ہوا تو اس نے ایک ساتھی سے کہا: ”میں جب شادی کر دیں گی تو اپنی خواہش کے مطابق شادی کرنے لگی۔“

کچھ عرصہ بعد اوڈے کی ماں نے اسے کھانا کھا کر وہ نیویارک آجائی تھی۔ شاید وہاں اسے کوئی ملازمت مل جائے۔ اوڈے نے خوشی خوشی اپنی آماجگی کا اظہار کیا اور تیس سے ملاو دارمی کے ساتھ کہا: ”میری ماں بہت اچھی ہے۔ بہت دلی سے اس سے ملتی ہوں، لیکن وہ بہت آگاہ منشی ہے۔“ جون جون اون ڈائمن کا افتتاح قریب آگیا، اوڈے نے ہر شے طاری ہوتی گئی۔ وہ اس تہذیب میں تھی کہ اگر وہ کام ہو گئی تو کیا ہوگا؟ پھر اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے اپنا پارٹ اپنی بساط بھرکوشش کے مطابق ادا کیا تو اہل نظر کی توقعات کے مین مطابق ہی ہوگا۔

یہ ڈرامہ بھی بے حد کامیاب رہا۔ سنہری بالوں کی نفی ٹوٹی، تانباک آنکھوں اور میک اپ کے جوڑے پھر اسے اوڈے نے اپنے پارٹ کے حسرت ناک اور شرمناک شگ پہلوؤں کی اس طرح فکاسی کی تھی، جیسے وہ اس فرضی ماحول کے ایک ایک لفظ کو حقیقت سمجھ کر اس میں رہا نہیں گئی۔ جو۔ اس

ڈرائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک نقاد نے لکھا: "ادڈرے اگر شہرت اور چالچوسی کی جھلک کو خود سے دھڑکھنے میں کامیاب رہی تو وہ ایک عظیم اداکار بن جائے گی۔" لیکن ادڈرے میں ایسی چیزوں سے مناسبت ہو سکنے کی کوئی نشانی نہیں تھی۔ "ادن ڈائمن" کی مقبولیت کے ساتھ، اگرچہ ادڈرے کو مزید استحکام اور وقت میسر آگئی تھی، لیکن اس میں کسی قسم کا زعم یا طبل پیدا نہیں ہوا تھا۔

۱۹۵۴ء کے موسم بہار میں جس رات سال کی بہترین فلم اداکار رول کواکینڈی ایوارڈ پیش کیا گیا، اس رات بھی ادڈرے نیویارک میں "ادن ڈائمن" میں اپنا پارٹ ادا کر رہی تھی۔ انعامات کی تقریب کی اصل کارروائی ہائی ڈیڑھس ہو رہی تھی اور بعد میں اسے نیویارک میں ڈیڈلی وینڈن کے ذریعے سینٹر تھیٹر میں دکھایا جانا تھا۔ ڈیڈلی وینڈن کے پیراگراف اور "ادن ڈائمن" کے اوقات میں فرق تھا، اس لئے ادڈرے اپنا پارٹ ادا کرنے کے بعد سینٹر تھیٹر پہنچ کر انعامی تقریب میں شریک ہو سکتی تھی چنانچہ اس نے ڈرائے میں پارٹ ادا کیا، اور اس کے خدا بھیس کی لے کر تھیٹر کی جانب روانہ ہو گئی۔ تھیٹر کا پرزہ دنی حصہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ ہال کے اندر معززین کا جم غفیر موجود تھا۔ سیاہ ٹائیاں لٹکائے ہوئے مردوں اور عورتوں کی سوار کی پوشاک پہنے ہوئے عورتوں کے درمیان جب ادڈرے داخل ہوئی تو بہت سے اجارے مارتے اور فوٹو گرافر اس کی جانب لپکے۔ وہ سب سے خوش اسلوبی کے ساتھ پیش آتی ہوئی اپنی ماں ادا اپنی سیٹ کو تلاش کرنے کے لئے آگے بڑھ گئی۔

ادڈرے اور اس کی ماں کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ چہ می گوئیاں کر رہے تھے کہ ۱۹۵۴

کی بہترین ایکٹریس کا انعام کسے ملے گا۔ ادڈرے نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: "انعام یقینی طور پر ڈیوید ہیر کی کوئلے کا"۔

سچوں کے انبار سے لدی ہوئی اسٹیج پر موسن پچر زائیڈی کا پیش کردہ، سونے کا ایک چھٹا سا مجسمہ "آسکر"، ایک میز پر اپنے تمام تر جاہ و جلال کے ساتھ تہنا کھڑا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر تمام انعامات ہالی وڈ میں ہی تقسیم کئے جائے تھے۔

تہجی وہ ہمیشہ کی طرح خاموش تھی، اور گھبراہٹ کے عالم میں اپنے دانتوں سے ناخن کتر رہی تھی۔ انعامی تقریب کی کارروائی شروع ہوتے ہی تماشائیوں پر سکوت طاری ہو گیا۔ ڈیڈلی وینڈن کا سوچنا نیویارک سے ہالی وڈ کی جانب گھما دیا گیا۔ ہالی وڈ میں کسی نے انعامات کی فہرست پڑھ کر سنائی۔ اس

فرست کو سنتے ہوئے 'لوگوں نے سنا' "اوڈرے ہپ بن کو" 'رومن ہانی ٹسے' پر۔
 داد تحسین کا شور کم ہوا تو اوڈرے ہپ ایک لمحہ کو سکتہ سا طاری ہو گیا۔ سچرہہ کا ہنسی ہوئی
 مسکراہٹ سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے، اپنا انعام حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ گئی۔ تقریباً تم
 ہونے پر بھی اس پر کچلی طاری تھی۔ اسی حالت میں اس نے اسٹیج پر فوٹو گرانروں کو پوز دیئے۔
 "آسکر کہاں ہے؟" ایک فوٹو گرانر نے دریافت کیا۔

اوڈرے نے اپنے خالی ہاتھوں کی جانب دیکھ کر مھلاتے ہوئے کہا "مجھے۔ مجھے معلوم نہیں۔
 شاید میں نے اسے کہیں رکھ دیا تھا۔"

پھر کہیں سے 'آسکر' کا مجسمہ ڈھونڈ کر لیا گیا اور اوڈرے نے اس سہری مجسمے کو اپنا گرفت
 میں لے کر فوٹو اتارے۔ اس کے بعد نشست گاہ میں اخبار نویسوں نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی،
 "ہیں۔ میں۔ آپ لوگوں نے تو سوالات کی بھرمار کر دی اب میں تھک چکی ہوں۔" اوڈرے نے اپنی
 کتابت کے اظہار کے لئے یہ الفاظ رک رک کر ادا کئے۔

ایک نامہ نگار نے اوڈرے سے دریافت کیا، "اپنے مستقبل کے لئے آپ نے کیا سوچا ہے؟"
 "میں ایک عظیم اداکار بننا چاہتی ہوں،" اوڈرے نے تمام تر صداقت کے ساتھ جواب دیا
 پھر اخبار نویسوں نے اوڈرے کی کتابت محسوس کرتے ہوئے اس سے سعادت چاہی۔

اوڈرے کو دوسرا اعزاز "اوان ڈائمن" میں بہترین اداکار کی کہنے پہ لیا۔ اس کی تشریف گزشتہ
 نے اسے ڈرامے پر اسے انٹرنیشنل پیری کا اعزاز "ٹونی" پیش کیا۔ اس انعام میں ہر سال چاندی
 کا ایک تمغہ ہوا تو اس کے ڈراموں میں ادا کرنے والی بہترین ایکٹریس کو دیا جاتا تھا۔

'اوان ڈائمن' میں کام کرتے ہوئے اوڈرے کو اپنے پیسے کے اعتبار سے اور دنیا کی طبع
 پر بھی میل پر کمال اعتماد ہو گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ یہی وہ شخص ہے، جس سے وہ پائیدار ازدواجی
 رشتہ قائم کر سکتی ہے۔ 'اوان ڈائمن' کے شو ختم ہونے پر وہ میل کے ہمراہ سوئٹزرلینڈ پہنچا۔ لوگوں
 وہاں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ایک کلیسا میں اس کی اور میں فیروز کی شادی کی رسم ادا ہوئی۔

شخصیت کی جس دلکشی کا اوڈرے نے پڑا۔ سمین پر اظہار کیا تھا اب وہی دلکشی گھریلو
 زندگی کی جانب منتقل ہو گئی۔ میل کے سابقہ بیوی سے چار لڑکے تھے۔ پیپا۔ میلا۔ کہ شو فر اور ایک

ادڈرے ان بچوں سے بے انتہا محبت کرنے والی اللہ کی سوتیلی ماں تھی۔ ادڈرے انھیں 'ہمارے بچے' کہا کرتی تھی۔ سیدی اور خاگی زندگی کے ایک مہمار کے ادب میں بھی، ادڈرے نے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اپنی مکمل صلاحیتوں کا ثبوت دیا۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لئے اس نے جو مصائب جھیلے اور جو سختیاں برداشت کیں، انھیں اپنی ذلت تک ہی محدود رکھا تھا۔

۱۹۵۵ء میں ادڈرے ادھمیل نے 'دار ایٹ' پبلیش میں ایک ساتھ ادکاری کی۔ اس فلم میں ادڈرے نے نیتشارد سندھ نامی ایک ایسی حسین لڑکی کا پارٹ ادا کیا جو فضول و چھپیل میں بے اندازہ رقم خرچ کرنے کی عادی تھی۔ نیپولین کے دس پر حملہ آور ہونے سے اس لڑکی کی رنگریلا ختم ہو جاتی ہے۔ اس فلم میں سٹی کو سولہ فوج کے ایک اعلیٰ عہدہ دار انڈرانی کا پارٹ دیا گیا تھا۔ فلم کی تکمیل ہو جانے پر ادڈرے ادھمیل زیر نے کچھ عرصہ کے لئے رخصت لے لی۔ ادڈرے کے دلی میں رقص کا فن سیکھنے کی شدید خواہش اب بھی موجود تھی۔ چنانچہ اس نے اس مہلت میں بیس کے فن کا پوری توجہ سے مطالعہ شروع کر دیا۔ رقص میں جہارت رکھنے کے سبب جب اسے ایک نئی فنکاری طریقہ "فنی فینس" میں فریڈ اسٹیر کے مقابل ایک پارٹ ملا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اس فلم کی تیاریوں کے لئے وہ پیرس روانہ ہو گئی۔ اسٹیر نے بھی ادڈرے کی انتہائی حوصلہ افزائی کی۔ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ آتا تو اسٹیر ادڈرے سے پوچھتا، "اس مسئلہ کو ہم کتنا دیر لے لے زیادہ سہل کیونکر بنا سکتے ہیں؟"

"فنی فینس" کی تکمیل کے بعد ادڈرے نے میل کے ہمراہ "میٹرنگ" کے لئے مشق شروع کر دی۔ یہ ڈرامہ قدیم شاہی خاندان کے ایک مہاشعہ پر مشتمل تھا، جسے نئی ڈیٹرن پر پیش کیا جانا تھا۔

"اس سے ادڈرے زیادہ سختی سے پیش آؤ" ڈرائے کے ڈائریکٹر ٹاٹون لٹویک نے میل کو تحریک دینی کام کے دقتوں میں ادڈرے اپنے شوہر کو اس کے طویل پارٹ کے لئے مکالمے یاد کرائی تھی۔ جب یہ ڈرامہ این بی سی کے پرفیکٹو سرور کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے میل لاد ادڈرے کی ادکاری پر زیادہ بھی رائے ظاہر نہیں کی۔ بعد ازاں ادڈرے "دی ان فوگن" میں پارٹ ادا کرنے کے لئے چلی گئی۔ اس فلم کی میکیکو میں فلم بندی کے دوران میں ادڈرے ایک گھوڑے پر سے گر کر جرح ہو گئی اور اسکی پشت پر کاری فریڈنی اس عانے کے فدا بعد ادڈرے نے میل سے ٹیلی فون پر بات کی، "میں تمہیں یہ بتا چکا ہوں ہوں کہ میرے گرنے میں گھوڑے کا کوئی قصور نہیں تھا۔"

ایڈیٹس ہوائی جہاز میں کئی فوئیا جلتے ہوئے وہ اس بات سے پریشان تھی کہ فلم بندی میں تاخیر ہو جائے گی۔ اودھ میل پر اس کے مجروح ہونے کا رد عمل ہو گا۔ اسے اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ اودھ کے کئی ہفتوں تک اس تکلیف میں مبتلا رہی۔ اودھ اسے ایسا کمرے میں بستر پر ڈالنا چاہتا لیکن نہ وہ کبھی بے قرار نظر آئی اودھ نہ کبھی اس نے وہ دکھا اظہار کیا۔ اس نے مسکوں دو اور اس بھی استغناء نہیں کیا۔ اس کے برخلاف وہ ان نرسوں سے پوچھتی۔ ”کو کیسی ہو“ جیسے وہ خود نہیں بلکہ نرس بیمار ہو۔

ایک نرس نے اس کے متعلق اظہار خیال کیے ہوئے کہا تھا، ”میں نے اپنی ملازمت کے تئیں برسوں میں، اودھ جیسا کوئی مریض نہیں دیکھا۔“

اودھ کے ڈکٹرین طرز کا لیے گریبان دلا گویا پیسے رہتی تھی اور اس کے بال پونی ٹیل کے طرز پر پشت کی جانب ایک سفید ربن سے بندھے رہتے تھے۔ وہ اپنے بستر میں سہارے سے سنبھلی ہوئی خانقاہوں کو بڑی زندہ دلی کے ساتھ خوش آمدید کہتی۔ اور اپنے موضوع سے زیادہ ملاقاتیوں کے مسائل پر پوری دین و دین داری سے گفتگو کرتی رہتی۔ اسے جو تھکے اور کھدے موصول ہوتے تھے، ان کے لئے شکر کے قطعہ طبعی خود ہی تحریر کرتی تھی۔

وہ، ان فریگیوں کے بعد اودھ کے کا ایک فلم کا معاوضہ پانچ ہزار ڈالر ہو گیا لیکن اس اٹھانے کے باوجود اس کے معیار زندگی میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ اسے اب بھی رات اور صبح کے لباس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ باہر جانے کے لئے وہ سیاہ رنگ کے لباس اور درمیانی اونچی ہیل کے جوتے پہنتی تھی۔ اور گھر پر بالکل بے داغ پنکوں اور قیصب اور سیڈل استعمال کرتی تھی۔

اگرچہ اودھ نے کبھی کبھی کھانے پینے کی چیزوں میں زیادہ دلچسپی لیتی تھی لیکن فائدہ کشی سے اس نے اپنی وضع قطع کو سوارے رکھا۔ وہ پیر کے کھانے میں وہ تقریباً ہمیشہ سبیل، دودھ، دہی یا گھر کا بنا ہوا اینیر استعمال کرتی ہے۔ گھر پر کام کاج کے لئے ملازم تھے، لیکن جب کبھی میں اودھ کو کسی کو ڈنبر دیکھتا ہوں تو اودھ نے انتہائی ذائقے والا، سارے بھر اچھڑے کا گوشت یا ڈبچہ اپیل بورٹ خود تیار کرتی تھی۔ کھانے کی میز پر کھدے سٹوں کا اہتمام بھی وہ خود کرتی تھی۔

۱۹۵۸ء میں میل نے اودھ کے کو ایک کہانی کا خاکہ سنوایا، جسے وہ گریس میسنر کے نام سے

تیار کرنا چاہتا تھا۔ میل کا خیال تھا کہ اس فلم کی ہدایت وہ خود دے گا۔ اس فلم میں اودھ سے کو

نے نیدرلینڈ کی ایک خاص میٹری، جسے سیب میں جوے جات شامل کر کے بنایا جا گا ہے

جنوبی امریکہ کے جنگیوں میں ہندویش پلنے دلی رک دوشیزہ کا پاٹ ادا کرنا تھا۔
میل نے اس فلم کے متعلق وصاحت کرتے ہوئے کہا، "چنانچہ ہم عجیب غریب جنگی جانوروں
کے شات لے کر، اور جنگل کے ماحول کا سیٹ تیار کر کے اس کی نظم بندی کر سکتے ہیں۔ فلم کا بیشتر حصہ
جنوبی امریکہ میں فلمایا جائے گا اس فلم میں تمھارا پاٹ ایسا ہے، جس میں تمھارا ایک لاٹو ہرن ہمیشہ
تمھارے ساتھ رہتا ہے۔"

ادورے نے یہ وضاحت سن کر مشورہ دیا، "تو بہتر ہے کہ ہم پہلے سے اس کی مشق شروع کر دیں"
اس مقصد کے لئے میل نے ادورے کو ایک چنگر اسٹرو فرام کر دیا اور اس نے اس کا نام "اپ"
رکھ دیا۔ یہ ہرن غسل خانے میں سوتا تھا انسانی غذا ادورے کے کمرے میں کھایا کرتا تھا۔ شروع میں اس کے
پانچ پونڈ وزنی، یا کم تا مائیکرو کتے نے آپ کی موجودگی پر ناک بھونچ رہی تھی۔ لیکن بعد میں دونوں ساتھ
کھیلنے لگے اور اپنی دھینگا مہیتوں میں ایک دوسرے کے شریک بن گئے۔

ادورے کو جانوروں سے ہمیشہ سے ہی دلچسپی تھی، "گرین نیشتر" میں کام کرنے سے اسے
جانوروں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کی حرکات کی روانی نے اسے متاثر کیا، "ان کا پھر تیلپن،
قوانین اور حرکات پر قابو رکھنے کی قدرت، بیلے کی رقاصہ سے کس قدر مشابہت رکھتی ہے۔" اس نے میل
سے کہا، "ہمیں ان سے سیکھنا چاہیے۔"

آخر اس نے ان جانوروں سے بہت کچھ سیکھا۔ سرخ رنگ کے چیت باس میں، وہ گرین نیشتر
کے کیٹ کی قدرتی گھاس پھاسی اور جانوروں کی نقل میں اپنی مشقوں کے ایک طویل سلسلے کا مظاہرہ کیا۔
ادورے نے یہ تربیت محض اس لئے حاصل نہیں کی تھی کہ اسے جانوروں سے دلچسپی تھی، یا اسے
یہ پارٹ کرنا تھا، بلکہ اس کے ذہن میں اس سے کہیں زیادہ یہ بات جاگزیں تھی کہ میل کی خاطر اسے
یہ سب کچھ سیکھنا ضروری ہے۔ ادورے کو میل کا اتنا خیال رہتا تھا کہ جب ایک موقع ہمارے یہ معلوم ہوا کہ
اسے کئی ماہ تک میل سے دور رہنا پڑے گا تو اس نے جلدی سے میٹک کے لئے باورچی کو روانہ کھاؤ
کی تفصیلات اور سوتے وقت کے مشروبات کی تمام ہدایات کھ کھڑیں تاکہ وہ ان پر کاربند رہ سکے۔

وہ اسٹوڈیو میں ہوا گھر پر، ہمیشہ ایک بیوی، ایک فرض شاس گھر کی، لیکن ہی رہتی ہے۔
گرین نیشتر سے متعلق تمام لوگوں اور اس فلم میں کام کرنے والوں کو میل کی ہدایت کاری پر

اعتماد نہیں تھا، لیکن اودرے نے اس کی ہدایت میں اس طرح کام کیا جیسے وہ اسے دنیا کا عظیم ترین ہدایت کار مانتی ہو۔

اودرے کے متعلق ایک مشاہدہ نے کہا تھا: ”اودرے ایک ایسی مثالی بیوی ہے، جس کے خواب ہر شخص دیکھتا ہے۔“

اودرے جب ’وی سنس اسٹوری‘ کے نمایاں رول کے لئے منتخب ہوئی تو اس نے اپنی عادت کے مطابق جاغشتانی کو اپنا مزاج بتایا، اودرے نے پارٹ کے لئے شدید محنت کرتی رہی، اس نے راہبہ کے رول میں، شرک پر دوڑتی ہوئی پارک رک کر چلتی ہوئی ٹراموں پر چڑھنے کے لئے اپنے بھاری بھرکم کپڑوں کو سینھلنے کی مشق کرکے کئی گھنٹے محنت کی۔ اس فلم کا ایک منظر پاگل خانے میں فلمایا جانا تھا جس میں ایک مشعل پاگل عورت کو مغلوب کرنے کے لئے راہبہ کو بلایا جاتا ہے۔ فلم ساز نے اس منظر میں ایک فرضی راہبہ، رکھنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اودرے نے یہ پنڈ نہیں کیا۔ اس نے کشتی لٹنے کی مشق کی اور یہ پارٹ خود ہی ادا کیا۔

ایک دوسرے منظر میں اودرے کو ایک نوخیز راہبہ کے طہ پر اپنے بال گردن تک کھولتے ہوئے دکھایا جانا تھا۔ اس مقصد کے لئے وہ بالوں کی فرضی ٹوپی استعمال کر سکتی تھی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور جینوں تک اپنے بال بڑھاتی رہی، تاکہ اس منظر میں انھیں کاٹ کر ہلکا کیا جاسکے، چنانچہ اس خلوص کے ساتھ اس نے اپنے پارٹ کی ابتا کی، جس میں وہ کیمبرے کے قریب اذہر اس سے دور ہر منظر میں ایک بے نفس راہبہ نظر آتی تھی۔

افریقہ کے تپتے ہوئے جنگلوں میں اس فلم کی تیاریوں کے دوران میں اودرے کے سونے کے کمرے میں اٹر کنڈیشنز لگایا جانا تھا۔ لیکن غلطی سے نمی پیدا کرنے والی مشین لگا دی گئی۔ اس مشین نے اس کے کمرے کے ماحول کو ابدی گرمی زدہ پریشان کن بنا دیا۔

جب اس غلطی کا علم ہوا تو میکینکس ٹرنر نے اودرے سے مدد مانگ لیا، ”آپ نے ہمیں بتایا کہ کیوں نہیں؟“ اودرے نے انکسار کے ساتھ کہا ”میں آپ لوگوں کو کسی پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔“

افریقہ میں غمائے جانے والے مناظر کی فلم بندی کے بعد، اس فلم کے تمام کارکنان روم کے لئے رخصت ہو گئے، جہاں اس کے مزید مناظر فلمائے گئے۔ جب فلم نمائش کے لئے پیش ہوئی تو اودرے

کے بیک چہرے اور اس کی دلنوازا مسکراہٹ نے فلم بینوں کا دل جیت لیا۔ لوگوں نے کہا کہ ڈوڈے کا سارا پارٹ انتہائی متاثر کن ہے۔ ایک ماہر کے قول میں اس کی ادکارا نے ڈوڈے کو حقیقت کا روپ دے دیا تھا۔

اس فلم کو ہم نے مدد ملائی، لیکن ادنیٰ سے تعریف مکتوب سے کسی متاثر نہیں ہوئی، اس نے ایڈیٹر تازیوں کے قبضہ کے دھماکے میں اپنے ایک بیسے کے پروگرام کا حوالہ دیتے ہوئے ایک بار کہا تھا، ”میرے کسی بہترین تماشائی نے میرے فن کے مظاہرے کی تکمیل پر کبھی کوئی تعریفی جملہ نہیں کہا“۔
 اوڈے اب بھی، ایک عظیم اداکار بننے کے خوابوں کا تقاب کر رہی ہے۔ اب بھی کسی ایک منظر پر کئی کئی دن تک محنت کرتی ہے اور اسٹوڈیو کے لوگ کہہ کر بھی اکثر اپنی مشق جاری رکھتی ہے۔ وہ اپنی ادکارا سے بہت کم مطمئن ہوتی ہے کسی فلم کی آزمائشی نمائش پر کبھی بھی کہہ سکتی ہے، ”میں نے واقعی اپنا اول اچھا کیا ہے۔“

اس کے ہم کار اس کے اداکاروں سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔ تاہم اس کی خواہشات کی منزل نہ شہرت ہے اور نہ سرمایہ کا حصول۔ جسے لذت سے نفرت نہیں ہے، لیکن وہ صرف وہی پارٹ پسند کرتی ہے جسے وہ خوش اسلوبی سے نبھاسکتی ہو۔ اعزاز اور قد و منزلت اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ سوچتی ہے کہ بہترین اداکار بن کر وہ خود اہم ترین بن سکتی ہے۔

اوڈے اسٹوڈیو کے باہر بھی اپنی مصروفیات میں اسی قد انہماک کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ایک بار اسے پیناٹینڈیشنرز کے لئے دس منٹ کی ایک ایسی تقریر دیکھا، ڈکرائی تھی، جسے عجیب سے دوبارہ پیش کیا جانا تھا۔ اس نے اس موقع پر تقریر کے مسودے کو یوٹیٹی پڑھ دینے کی بجائے پہلے اچھے انداز پر پڑھا کر دیکھا۔ پھر جب وہ دیکھا کہ ڈکرائی کے بعد اس کو سنا یا گیا تو وہ اس سے مطمئن نہ ہوئی۔ پھر دوسری اور تیسری بار کی دیکھا کہ ڈنگ بھی اُسے پسند نہ آئی۔ بیشتر لوگ اس مسودے کی دیکھا کہ ڈنگ صرف چند منٹوں میں ہی مکمل کر سکتے ہیں لیکن اوڈے نے اس پر گھنٹوں صرف کئے۔

اوڈے اپنے لئے یہ پر قائم رہتے ہوئے کہا کرتی ہے، ”اگر تم لوگ ہی دس منٹوں یا پانچ یا چھ منٹوں میں چل پڑو تو تمہارے لئے اپنے اثبات مرتب کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔“ اس لئے وہ اپنا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتی اور ہر لمحہ دل بھر کر مصروفیت کا ایک باقاعدہ ٹائم ٹیبل بناتا کرتی ہے۔

کام کے دنوں میں وہ صبح پانچ بجے اٹھ جاتی ہے۔ لیکن فلم کی تکمیل کے بعد کچھ دن ایسے بھی آتے ہیں، جیسے سہ پہر کی غرض سے کچھ پڑھتی ہوئی، آٹھ بجے تک بستر میں پڑی رہتی ہے۔ اگرچہ اپنی پوری زندگی میں لے جاتی تو انتہائی مکان محسوس کرتی ہے، اھ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ عام طور پر ساڑھے آٹھ یا نو بجے بستر میں سناڑ ہو جاتی ہے، لیکن بجلی بجھانے سے پہلے کچھ دیر مطالعہ کرنا بھی پسند کرتی ہے۔

وہ صبح کے وقت دند تک چلن قدمی یا گھوڑ سواری کرتی ہے ویاکونی ٹینس میڈا دندشی کھیل پسند کرتی ہے جو وہ میل کے ساتھ کھیلا کرتی ہے۔ اسے تیراکی کا بھی شوق ہے، لیکن وہ معمولی تیراکی ہے۔ اس کے بر خلاف میل باقاعدہ سبب اچھا تیراکی ہے۔

میل لعداؤں نے ابھی تک اپنا ذاتی مکان نہیں بنا پایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کو، یا کسی ایک کو اکثر وہ بستر گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ انڈرے کو گھر سے دند رہنے کی عادت ہو چکی ہے۔ اگرچہ دونوں زیادہ لمبے عرصے کے لئے کہیں جاتے ہیں تو انڈرے اپنے ہمراہ یسٹن کی سفید چاندی، چینی کے آرائشی برتن، اپنی دل پسند کتابیں اور دیگر اشیاء اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔

انڈرے کہا کرتی ہے "میں ہر جگہ اطمینان سے رہتی ہوں۔ اندر ہر قسم کے لوگوں میں دھنسے آدمی میں بہترین اداکار بننے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔"

امریکہ اندر دیگر ممالک میں اداکار بننے کی خواہش مند لڑکیاں اکثر اس سے پوچھا کرتی ہیں، "بہترین اداکار بننے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟"

اس سوال کے جواب میں انڈرے اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیتے ہوئے کہتی ہے، "طویل عرصہ تک سخت محنت کرنی چاہئے، بہترین اداکار بننے کے لئے صرف محنت اور فنی صورت ہم ہی کافی نہیں ہے۔ آپ میں اداکاری کی صلاحیت بھی ہونی چاہئے اور صبر سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کو اپنے متعلق واقفیت پسندی کے ساتھ غور کرنا چاہئے، پھر فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔"

انڈرے یسٹن بھی ہے اندر ہنر مند بھی، لیکن اس کا عظیم سرمایہ اس کا اپنا کردار ہے، وہ اپنے گھر پر نہ یا اسٹوڈیو پر کبھی رشک و حسد، غصے یا خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتی، شہرت کو اس نے کبھی اہمیت نہیں دی، کبھی خود کو کسی گروہ کے مقابلے میں کھرا نہیں کیا، ہمیشہ اپنے انداز، الفاظ اور عمل

سے خود کو سب سے الگ رکھا۔ وہ سخت محنت کی عادی، جوش مند، پر خلوص اور صادق العمل ہے۔
 یہی وہ خیریاں ہیں جن کے باعث اس نے اپنے ساتھیوں، نقادوں، ہدایت کاروں اور
 دوستوں کے دل میں جگہ بنائی ہے۔

(۲)

این کیرول مور لیمبرک کی لائبریرین

این کیرول مور نے بچپن میں ہی ایسی تعلیمی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا، جس سے پتہ چلتا
 تھا کہ یہ لڑکی بڑی ہو کر کتابوں میں حیرت ناک تجربات کرنے والے ہزاروں بچوں کی شریک بنے گی۔
 جب تک این کیرول کا دواشت نے کام کیا وہ "کوڈنشنڈ روڈ" نامی اس شہر سے محبت کرتی رہی۔
 جو جنگلیں اور ندی نالوں سے گزرتی ہوئی دہائٹ ماؤنٹین کی جانب چلی جاتی تھی۔ دہائٹ ماؤنٹین
 سے آگے تمام دنیا بھیلی ہوئی تھی۔ ایک روز این کے باپ نے اسے بتایا کہ دندلوں کو پاٹ کر بنائی ہوئی
 یہ شہر "کوڈنشن روڈ" پھاڑوں کے نیچے تک جاتی ہے۔ این نے متحیر ہو کر سوچا کہ کیا یہ شہر کہیں کی
 جانب چلی گئی ہے؟ اور کیا چینی لوگ اس شہر پر چلتے پھرتے ہوں گے؟ یہ خیال آنے کے بعد
 اس نے کچھ دور کے لئے اپنے کھیلوں کو ترک کر دیا اور لندن برج کی طرف نہر کانے لگی "کوڈنشن روڈ" نیچے
 چلی گئی ہے۔ نیچے چلی گئی ہے۔"

ایچ ۱۲ جولائی ۱۸۷۱ء کو لیمبرک میں مکے قریب ایک فارم میں پیدا ہوئی تھی۔ این کے والد
 لوئس۔ ایس۔ مور نکالت کرتے تھے۔ ڈاکٹر وولڈ نے انہیں کھل نصائیں رہنے کا مشورہ دیا تھا، اس
 لئے انھوں نے یہ فارم خرید لیا تھا، لیکن ہمنڈ نے نکالت جلدی رکھی تھی۔ یہاں کے گھوڑے،
 بھیڑیں، مرغیاں اور کانے چل سب این کے منظر نظر تھے۔ اپنے سات بھائیوں کے ساتھ اس نے

پتھروں کی دوا اور دل کے اندر میلوں تک پہنچی ہوئی چراگاہوں اور باغوں کی سیاحت کی تھی، درخت وہ پہاڑوں پر چڑھتی تھی اور سال کے بیشتر حصہ میں برف پوش رہنے والی پہاڑوں کی چوٹیوں کا نظارہ کرتے ہوئے اپنے مقصودات کو دستِ بخشش تھی۔

اسے اجائی کلم بھی شوق تھا، اور وہ پنکٹ، فوکس، زینا اور گینے کے پودوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ ان کی ان پودوں کو جادو کے گہوارے، کہا کرتی تھی، ان پھولوں کو توڑ کر وہ دوستوں اور ہمسایوں میں تقسیم کر دیتی تھی۔ انہوں نے اپنے حصے میں دوسروں کو شامل کرنے کا سبق اسی عمل سے حاصل کیا تھا۔

بہار کے موسم میں انہوں نے دیکھا کہ اس کے بھائی شکر کا پیپلز میں بانس ٹھونک کر، اندر ڈول ٹٹکا کر سسٹما کرتے تھے، پھر اس جمع شہ صاف اور پتلے رس کو ایک بڑے ناند میں اس وقت تک کھولتے تھے، جب تک اس کا قوام تیار نہ ہو جاتا تھا۔ باپ نے اسے بتایا تھا کہ ایک گیلن قوام بنانے کے لئے پینتیس سے چالیس گیلن تک رس درکار ہوتا ہے۔ اس کے اپنے کام انتظار کرتے ہوئے ان غلیل کی طرح لچک واد درخت پر اپنے تخیل میں ہی بہت سی مسافیت طے کر لیتی تھی، پھر جیسے ہی اس کا کوئی بڑا بھائی پکار کر کہتا "اب یہ تیار ہے" تو وہ اچھل کر دوڑ پڑتی، اور بھائی کو قوام کے پیٹھے جھاگ برف پر جماتے ہوئے دیکھتی رہتی۔ ان میٹھی ٹکیوں کو زبان پمدھ کر کھلاتے ہوئے انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا ذائقہ اس آبلوچ سے بہتر تھا، جیسے ایک بار اس نے دکان سے خرید لیا تھا۔

ابھی اس کی عمر اسکول جانے کے قابل نہیں تھی، لیکن جب وہ اپنے باپ کو چودھی میٹھووالی بگھی میں گھوڑے جوڑتے ہوئے دیکھتی تو اسکول جانے کے لئے بھل اٹھتی تھی۔ جب بار بار اس کا یہ عقائد سامنے آیا تو باپ نے محسوس کیا کہ وہ اسکول جانے کے لئے مستعد ہے۔ مگر مدد ملی ہی نہیں اس کی خواہش پہچان کر اس سے اس طرح مطالب ہوتے جیسے کسی باشعور سے بلیت کر رہے ہوں، "بچے

لے خوشبو دار پھولوں کا پودا، جس کے پھول گلابی اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔

لے ایک پودا جس کے پھول لمباں نما ہوتے ہیں۔ لے کھن دلا، مختلف رنگوں کے پھولوں کا پودا۔

لے ایک درخت جس سے شکر بنتی ہے۔

ایک ضروری کام سے ایک آدمی سے ملنے جانا ہے اور تمہیں بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔
 نیو فیلڈ پر سنس فیلڈ یا کورٹس میں سے کسی ایک گاؤں کی جانب سفر کرتے ہوئے، مسٹر
 موہ، آئین کے اکڑنے پر اس کے بچپن کے واقعات سنانے لگے یا اس کے اس بھائی کا قصہ سناتے جو
 ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر صحرا کے پار گیا تھا اور پراسرار طریقے سے لاپتہ ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق
 قیاس تھا کہ شاید وہ کہیں ریت کے طوفان میں بھنس گیا ہو گا۔ واقعات کو زیادہ اثر انگیز انداز میں بیان
 کے لیے مسٹر موہ، سیپ، بائبل اور شاعری کے حوالے بھی دیا کرتے تھے۔

باپ کے موکلوں نے آئین کو اپنا گم دیدہ بنایا تھا۔ ان میں سے ایک موکل کے چہرے پر ادنیٰ
 رنج کا نشان تھا۔ اور اس نے اپنے گھر کے دالان میں گھاس کا اتنا بچا ڈھیر لگا رکھا تھا کہ گھر میں
 داخل ہونے کا راستہ بھی دکھ گیا تھا۔

پھر جب وہ واپسی پر گھر کا رخ کرتے تو اس راستے کی بجائے جس سے وہ آئے تھے، کوئی
 دوسرا راستہ اختیار کر لیتے تھے۔ آئین کے والد عموماً اسے اپنے موکلوں کے متعلق سھوڑا بہت
 بتا دیتے اور یہ توقع بھی ظاہر کر دیتے کہ ہر موکل سے متعلق کام بہتر طور پر تکمیل پا جائے گا۔ بعض اوقات
 وہ راستے میں کسی چٹان کے ساتھ لگی ہوئی بیل میں آدمی آدمی چھپی ہوئی جنگلی اسٹرا ایریاں قوت
 کھلنے لگ جاتے تھے۔

طوفانی موسم میں آئین کے بھائی، خاندان کی بھری پُری لاٹری میں سے کتابیں منتخب
 کر کے، کچھ بریلی چھت کر کے، اوپری منزل میں بے قاعدہ طور پر پھیلے ہوئے وسیع مکانات کے کسی زینے
 میں کتابیں پڑھنے بیٹھ جاتے تھے۔ سہائیوں کو مطالبے میں مصروف رکھ کر آئین کا دل بھجھ جاتا تھا اور
 وہ بے چین ہوا ہنستی ہنستی کہ کاش وہ کبھی پڑھنے کے قابل ہوتی اور کتابوں کی طسمانی دنیا سے اپنے
 لئے پتے اند چھوٹے یا موٹے اور بے درست تلاش کر سکتی۔ آئین کی ماں اسے اسی طرح کتابیں پڑھ کر سنایا کرتی
 تھی، جس طرح اس کے چڑھنے کے مروج والی ماں نے اسے پڑھ کر سنایا تھا۔ لیکن آئین باپ کے علاوہ اور
 کسی سے کتابوں کے قصے سننا پسند نہیں کرتی تھی۔ باپ اسے اسی طرح پڑھ کر سنایا کرتا تھا جیسے اس
 سے باتیں کر رہا ہو اور اس کے پسندیدہ رسالے، 'دی نرسری' میں سے کہانیاں سناتے ہوئے، اسی کی طرح
 ان کہانیوں میں کھو جاتا تھا۔

جب وہ ہاپنجرس کی مٹی تو لک روڈ اُس نے موندے خرچوں میں بھیجی ہوئی سینٹ جارج کی انجیل
 بڑھتے ہوئے کچھ اضافے کے سنی خود بخود سمجھ لیتے۔ لیکن اس نے عہدہ کر لیا تھا کہ کتنی ہی قابلیت
 کے مستحق اپنے عہدہ سے اس وقت تک کوئی ذکر نہیں کرے گی۔ جب تک وہ اچھی طرح پڑھنے کے
 قابل نہ ہو جائے اس رات خوشی کے باعث اسے نیند بھی نہیں آتی تھی۔

سکولوں کے علاوہ موسیقی اور مصوری کا مذاق بھی اپنے اپنے ذہن سے حاصل کیا کھانے
 کی نیند پر اس کے والدین صحیح مساں پر نگہ رکھتے تھے۔ آئین یہ گفتگو خود سے مذاق کرتی تھی۔ مسٹر محمد
 جمالیات کے ذرا مٹی کاٹی کے مٹولی تھے، اچھے اسکولوں، بہتر سرکاری اور بہتر حکومت کے مافی تھے۔
 دین اسکول میں داخل ہوئی تو اسے اسکول کا ماحول بے حد پسند آیا۔ لیکن بھٹیوں کا انتظام
 بھی وہ بڑی بے تابی سے کیا کرتی تھی کہ مس کے موقع پر وہ اپنی ماں کے ساتھ بڑی گوندی کے سرخ
 پھولوں کے بار بٹیا کرتی تھی۔ آئین کی سال گرہ پر اس کی سال گرہ کے ایک پر موسم بیٹوں کی جگہ گلاب
 کے پھول لگائے جاتے تھے۔ کہ مس کی طرح اس موقع پر بھی وہ خوب شراپیں کرتی تھی۔ مٹی ڈسے کی
 تیار ہونے کے لئے آئین کی ماں اس کے ساتھ انگلیں کاغذی ٹوکریاں بنوایا کرتی تھی، جنہیں بعد میں وہ
 پھولوں سے جڑو بیٹیں اور آئین چپکے چپکے ان ٹوکریوں کو دوستوں کے گھرے جاتی اور ایک ٹوکری نامہ
 کی کنڈی میں لگا کر، دستک دیتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوتی، بھاگتے ہوئے بھی اسے فخر نہ ہوتا کہ ہمارے
 کے کوئی اسے پکڑ لیں گے اور پیار کریں گے۔

عام دھڑ میں آئین اپنے بھائیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر روڈ کے (ایک قسم کا کھیل)
 یا کوئی دوسرا سخت جانفشانی کا کھیل کھیلا کرتی تھی۔ یہ دیوں کے موسم میں وہ اس کینگ کرتی یا برنی
 پہاڑیوں پر سے پھسلنے کا کھیل کھیلا کرتی تھی۔ برف پر پھسلنے والی بے پسیوں کی گاڑی پر بیٹھ کر وہ کسی
 رسی ڈھولان چٹان پر پہنچ جاتی، جوش ہراہ تک جاتی ہو، پھر وہ اپنی پرخطر بے پسیوں کی اور دھیرے
 دھیرے چلنے والی بیل گاڑی کے ساتھ چٹان سے پھسل کر آتی تھی۔ اس ڈھلان پر پھسلنے ہوئے اسے
 اس مقام پر سخت خطرہ نہ پیش ہوتا تھا، جہاں اسے تین دوسری چٹانوں تک پہنچنے کے لئے ایک ٹوڈ پر
 تیزی سے مڑنا پڑتا تھا۔ اس مڑے ہوئے کہ وہ کھیلوں کی اس فیکٹری تک پہنچ جاتی تھی، جو یہاں سے ایک
 میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ اس کے بچپن کا سب سے زیادہ قابل غور وہ تھا جب اسے برف گاڑی

چلانے کے اہل رائے کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے لا صوحہ کا تھا۔ لڑکے نے تنبیہ کرتے ہوئے اس سے کہا تھا
"اگر ہم راستے سے ہٹ جائیں تو ڈر کر خود مت چھوٹا۔"

آج جب دس برس کی ہوئی تو اسے میٹرک ایکڑی میں داخل کر دیا گیا یہاں تکھی کے معانی
اسکول سے زیادہ سیکھائی تھا۔ دوسرے دو دنوں میں پڑھنے والے طالب علم جو کچھ زور زور سے پڑھتے تھے
اسے اب سنتی رہتی تھی اس طرح اس نے بہت سے غیر متعلقہ حقائق معلوم کر لئے اور اس میں اپنے طور
پر یک جا کرنے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ آج کا ایک سہائی لاطینی کا سخت مخالف تھا اس نے
اس نے لاطینی نہ پڑھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن ایکڑی کے پرنسپل نے زبان کے متعلق آج کے خیالات
کو تبدیل کیا اور اسے شکسپیر کے مطالعے کی ہفت دہائی دے دی۔ آج اس وقت تیرہ برس کی عمر کی تھی، اور
ایکڑی کے پرنسپل مشرقی کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ آج کو ڈرائے کے فن سے کچھ دلچسپی تھی، چنانچہ
اس نے اسکول کے ڈراموں میں بھی حصہ لیا اور کئی بار اہم رول ادا کئے۔

آج کے کچھ نو عمر احباب دیہات کی مت خرام انیک رنگ زندگی سے متفرق تھے لیکن آج کا
مقیہ تھا کہ اس نے کتابوں میں جو جھنڈوں کا دور طلسمات کا ذکر پڑھا ہے، وہ تمام کی تمام سادہ طریقہ
سے میٹرک میں موجود ہیں۔ یہاں کی زندگی سے اس نے کبھی کتابت محسوس نہیں کی تھی۔

سترہ برس کی عمر میں اس نے میٹرک ایکڑی سے امتحان پاس کیا، اور پھر بیڈ فوڈ (سین جونی)
کی بیڈ فوڈ ایکڑی میں داخل ہو گئی۔ اب وہ ایک جوہنار تیز طرار اور ذہین طالب علم تھی۔ اس کے
مختلف علاقوں سے آئے ہوئے طالب علموں سے اس نے آسانی کے ساتھ دوستی کرتی تھی۔ اب اسے فرض
اپنے مستقبل کا فکر تھا اس نے اپنے ایک دوست سے اپنی خاموشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "میں کس بننا چاہتی ہوں،
لیکن ڈیکو میں وہ حالت کا دلچسپ بہت کم ہے۔" اس کے دوست نے وضاحت کرتے ہوئے کہا:
"اور بہت سے اسکول تو قافلوں کے شیعہ میں لڑکیوں کو امانت ہی نہیں دیتے۔"

آج نے کہا: "مافوق کی تعلیم اسکول کی بجائے کسی دیگر کے دفتر میں بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔"
اس کے بعد بھائیوں نے قانون کی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی تھی۔ تو پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر سکتی؟
آج نے جب اپنے بزرگوار سے والدین کو مطلع کیا تو انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی رائے سے
سے اتفاق کیا۔ مشرور نے اسے کھانا، رقم جو کچھ بھی کر دہایت ذوق و شوق کے ساتھ اپنا دل دیا

اس میں نکاح دیکھنا یہ کہ اپنے والد کے دفتر میں آئے جوئے کچھ ہی عرصہ گزر تھا کہ مشرور کا انتقال ہو گیا اور اس کے دو بیٹے کے خواب و حرص کے زور سے وہ گئے یہ کہ بھائیوں کے لئے گھر کا کام چلانے میں اسے اپنی ماں کی مدد کرنی تھی۔

اس پریشان کن عرصے میں این کو مطالعے سے کچھ سکون ملا کرتا تھا۔ گھر پر چونکہ بہت سی کتابیں موجود تھیں اس لئے اسے سمیرک لائبریری سے کتابیں لانے کی خاص ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ لیکن جب کبھی وہ لائبریری جاتی تھی تو وہاں بچوں کی حالت دیکھ کر اسے بے درافس ہوتا تھا۔ اس لائبریری میں بچوں کی کتابیں بہت کم تھیں، اور ان کے لئے کوئی مخصوص کمرہ بھی نہیں تھا۔ جب گھر کے حالات سدھر گئے تو این نے لائبریری بننے کے امکانات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ آج کل تو لائبریری بننے کے لئے چار برس کا کورس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک برس کا وہ خاص کورس بھی کوڈنٹرل ہے جو کھیلوں کی سازی اور کتابیات سے لے کر لائبریری سائنسز اور پبلسٹی پر مشتمل ہے۔ لیکن ۱۸۹۰ کے زمانے میں عام طور پر ایسی ممبر خواتین لائبریری بن جو ان کی تھیں، جن کی تربیت سمونی ہوتی تھی اور ان کے پاس کوئی خاص ڈگری بھی نہیں ہوتی تھی۔

اس مقصد کے لئے این نے ممکنہ تیار رہی کے لیبریری بروک لین (نیو یارک) کے پریٹ انسٹی ٹیوٹ کا انتخاب کر لیا۔ گوکہ یہاں وہ نو فری لائبریری میں کتابوں کی کیٹلگ سازی اور انتخاب کا طریقہ بھی سیکھ سکتی تھی۔ طالب علمی کے زمانے میں اسے شہری زندگی سے عشق سا ہو گیا تھا۔ پہلے اس کا ارادہ تھا کہ وہ ایک چھٹی پھر فری لائبریری کی بنیاد رکھنے کے لئے یہاں واپس آجائے گی۔ لیکن جب پریٹ انسٹی ٹیوٹ فری لائبریری کی ڈائریکٹر میری ہائٹ پورمر نے بچوں کے لئے ایک دارالمطالعہ کے قیام میں تعاون دینے کے لئے اس سے وہیں قیام کرنے کی درخواست کی تو اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس زمانے میں اس قسم کی سہولیات صرف چند لائبریریوں میں ہی موجود تھیں۔ کچھ لائبریریاں ایسی بھی تھیں جن پر کتے اور بچوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ "کالہڈنگ" رہتا تھا۔ این اور ہنر خیال میں پورمر نے اپنی نگرانی میں ایسا کمرہ تیار کیا جس میں مختلف ادنیائی کی میزوں اور کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ دیوچی بنی ہوئی کھڑکیوں میں سے بچے کہیں کے بیرونی میدان کا جائزہ لے سکتے تھے، جہاں وہ گرمیوں کے موسم میں شرکت کر سکتے تھے اور سردیوں کے موسم میں چھلنے کا کھیل کھیل سکتے تھے۔

اپنے سوچا کہ بچوں کو لائبریری میں آکر خوش گوار تجربہ ہو گا۔ وہ ہر بچے میں مطالعے کا ذوق پیدا کرنے کی آئندہ زندگی کیونکہ وہ محسوس کرتی تھی کہ کتابیں مسرت بھی غلام کر سکتی ہیں اور اعلیٰ اخلاص کی تبلیغ بھی کر سکتی ہیں۔

اس میں بچوں کی ذہنی مدد میں کو سمجھے کی غیر معمولی خداداد صلاحیت موجود تھی۔ اس نے نمازہ لکھا یا تھا کہ جانور بھی انسانوں کی طرح ہوسکتے ہیں اور لوگ بالشتیا بھی اتنا ہی حقیقی ہو سکتا ہے، جتنا ایک دلدزدہ بچے والا۔

اس کی جھوٹ موت کے کاموں کی تعریف، اس کا گھنٹوں کے بل چلنا، اس کی تغیر پذیری، اور اس کا مزاحیہ انداز بچوں کے لئے بیش بہا سرمایہ تھا۔ کتابوں سے اس کی دلچسپی، اور بچوں سے اس کی محبت نے لائبریری میں آنے والے بچوں پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ اور انھوں نے اس کو اپنے خواہوں مایوسیوں اور پست و اہستہ کا حصہ وار بنایا تھا۔ کچھ ہوشیار لڑکے کتابوں کی پڑتال کرنے کے لئے یا اپنے دراصل سے دوسرے بچوں کو آگاہ کرنے کے لئے سیلون تک جایا کرتے تھے تاکہ ان کی باتیں سن کر کوئی ایک بچہ تمام میں بھٹکے اور اپنے بہت سے ساتھیوں کے لئے لائبریری سے کتابیں لے جاسکے۔

اس نے بچوں کی لائبریری کے متعلق زیادہ سے زیادہ دلچسپی پیدا کرنے کی کوششیں میں امریکن لائبریری ایسوسی ایشن کے ایگزیکٹو مجسٹریٹ کو تحریر کیا اور ان سے درخواست کی کہ بچوں کی لائبریریوں کے لئے ایک اگلی شعبہ قائم کیا جائے۔ جب ۱۹۰۰ء میں میونسپلٹی میں کانفرنس منعقد ہوئی تو اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی بنادی گئی جس کا چیرمن آئین کو متروک کیا گیا۔ اس کانفرنس میں تمام شرکاء کے سامنے ایک مشترک مسئلہ یہ درپیش تھا کہ بچوں کے لئے کتابوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اور جو موجود تھیں ان میں حیران کن حد تک کم بہت کم تھیں۔

لائبریری کے متعلق اس آئین نے جہد جہد کا آغاز کیا اور پریٹ میں اسے جو کامیابی ہوئی، اس کے باعث اسے نیویادک پبلک لائبریری میں بچوں کے شعبوں کی سپرٹنڈنٹ کا عہدہ ملی گیا۔ یہ عہدہ پہلی بار قائم کیا گیا تھا، ادب پالیسیوں کی تفہیم، کتابوں کے مناسب ذخیرہ کی فراہمی اور اسٹیشنز کی تربیت کی ذمہ داری اس پر تھی۔ یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو اس نے اپنے اس نئے عہدہ کا چارج لے لیا تھا آئین نے میونسپل لائبریری کے لئے ۱۰ اور اس کے بعد بلایا لائبریریوں کے لئے چھٹیوں کے

دونوں میں خاص خاص نمائشوں اور دیگر سرگرمیوں کے منصوبے بنائے۔ ان دونوں کے موقع پر انھوں نے جانوروں، پرندوں، مچھلیوں اور پھولوں کے روپ بھرے، اور ایم وینٹن کے موقع پر انھوں نے قدیم وینٹنوں کی ایک ایسی نمائش کی جس میں انھیں آیتوں، تصویروں، انڈیس کلورگری سے کام لیا گیا تھا۔

پریٹ کی طرح سینٹرل لائبریری میں بھی انھوں نے انتہائی جوش و خروش سے اپنے کام کی خاطر کثافت کی۔ لائبریری کے لوگ نو عمر رہنے والے تھے جن سے مخاطب ہو کر خوشی سے کہا، ”کہتے تھے اہلی گینٹ فائل آپ کے کیسے مزاج ہیں؟“ یہ جلد سن کر انھیں کراہتا ہوا مسرت ہوئی۔ ایک دوسرے بچنے اس سے کہا، ”آپ کے بغیر مطالعے میں حراہیں آتا“ اس طرح کی باتیں سن کر ان خوشی سے بھولی نہیں سماتی تھی۔

انھوں نے لائبریری کے نو عمر بچوں کو سکھایا تھا کہ کتابوں کو لہری احتیاط اور احترام سے استعمال کرنا چاہئے۔ بیشتر لڑکے لڑکیاں، انارہوں میں سے کتابیں نکالنے سے قبل اپنے ہاتھ دھو کر نہیں بھولتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود کتابیں مٹی ہو جاتی اور کبیں کبیں سے پھٹ جاتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ کتابیں صاف ستھری اور خوبصورت ہوں تو انہیں صحیح طریقے سے برتنے کی خاطر ہر شے ہوتی ہے، چنانچہ وہ ایسی کتابوں کو جو کثرت استعمال سے خراب ہو جاتی تھیں لائبریری سے نکال دیتی تھی۔

ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ کچھ بڑے لائبریریوں جن فواری علاقوں میں واقع ہیں، وہاں ”ارکین وطن کا اجتماع“ ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے فوراً ایسے ذرائع سوچنے شروع کر دیئے، جن سے یہ بات سن کر کتابوں کے معاملہ کے ذریعے جو کو مسئلے محسوس کر سکیں۔ اطالوی زبان کے شیعے کی ایک بڑی لائبریری کے لئے اس نے ایک ایسا کتابچہ تیار کیا جس میں لائبریری کی خدمات کو تصویروں کے ذریعے بیان کیا گیا تھا۔ اس لائبریری میں جب اس نے بچوں کو کہانیاں سنائیں تو ان میں ایک اطالوی لوگ کہانی بھی شامل کرنی۔

لائبریری کے ذریعے بچوں کو کہانیاں سننے کا یہ سلسلہ ”سینٹرل لائبریری کی ایک خصوصیت“ بن گیا تھا۔ آج کا اندازہ تھا کہ داستان گوئی محض دستیابی کا سبب بنتی تھی۔ لیکن اب اس نے

۱۰۰ عیسائیوں کی مذہبی تقریب جو ۱۳۱۳ء کو ایک کہانی بنائی جاتی ہے۔

بچوں کے چہرے پر نیکی، حسن یا فزع کے اثرات مرتب ہوتے دیکھے تو اسے اس سلسلہ کی افادیت پر یقین آ گیا۔ کہانیوں کو خراگین بنانے کے لئے آئین نے اپنی شخصیت کو انتہائی پرکشش بنایا اور اس فن میں جہاد حاصل کر لی۔ نیز یہ کبھی ممکن ہوا، اس نے پیشہ و داستان گو یوں میں سے اٹھینڈ کی میری اس خید لوک و فیرو کو بھی مدعو کیا۔ آئین میں خود یہ صلاحیت تھی کہ جب وہ کہانی سناتی تو بچے بالشتیوں کو اپنے سامنے کھیلے ہوئے محسوس کرتے، اور اپنے اطراف کا دنیا انھیں نئی محسوس ہونے لگتی تھی۔

شروع شروع میں داستان گوئی کے پردہ گلام میں صرف چھوٹے بچوں کو شریک کیا گیا تھا، لیکن اس کے بعد گیارہ، بارہ برس کے بچوں نے بھی کہانی سننے کا مطالبہ کیا۔ پھر داستان گوئی کا یہ سلسلہ اتنا مقبول ہوا کہ ایک بار یہ پردہ گلام صرف محکم غمیدینے والوں کے لئے مخصوص کرنا پڑا۔ اس موقع پر بچوں کو تادیب و تنبیہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی تھی، لیکن اگر کوئی گڑبڑ پیدا ہوتی تو آئین بالکل پھیلانے والوں کو فداً باہر نکال دیتی تھی۔ گڑبڑ پیدا کرنے والے بچوں کو منزل کے طوط پر ایک بار کہانی سننے اور کتابیں حاصل کرنے کے حق سے محروم کر دیا جاتا تھا۔

کہ سمس کے موقع پر ہر سال آئین میں پرکشش کرتی تھی کہ کہ سمس کی تقریب لائبریری کے نو عمر مرہوں کے لئے انتہائی مسرت خیز بنائی جائے۔ اس موقع پر عام طور سے کہ سمس کے کاغذیں لکھتے ہوئے کتابوں کے پیکٹ انتہائی احترام کے ساتھ ایک جانب رکھ دیئے جاتے تھے۔ ان پر کہ سمس کی مبالغہ باز کا کارڈ بھی لگا رہتا تھا۔ بچے ان پیکٹوں کے گرد منڈلاتے رہتے، تاکہ اندازہ لگا سکیں کہ ان پیکٹوں میں کون سی نئی کتابیں یا ان کی محبوب پرانی کتابیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آئین بڑی عمر کے لوگوں کے لئے ایسی کتابوں کی نمائش کا اہتمام کیا کرتی تھی جو بچوں کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو سکتی تھیں۔

۱۹۱۰ء کہ کہ سمس کے موقع پر آئین نے چالیس زرقي ہفت گزٹوں کا اہتمام کیا۔ ایسی گزٹیں عام طور پر گرین ہفت میں آڈس ہارک لائبریری کے نمائشی کیسوں میں بھی رہتی تھیں، ہر بچے کو اس نے ایک ایک گزٹ یا تحفہ کے طور پر دی، اس کے بعد مشہور مصنف رتھ سدھیر نے اپنی کہانی

”منہی تھی سرخ ڈوبی“ خوش گھڑی کے ساتھ بچوں کو سنائی۔

جب لائبریری کے کاموں کا دائرہ وسیع ہوا تو آپ نے تمام ملک سے اسٹینڈنٹوں کی آسائیل کئے درخواستیں طلب کیں درخواست دہندگان کے مطالعے کے پس منظر کا اس نے انتہائی سہل اور پرحما و طریقے سے اندازہ لگایا۔ انہیں کیشنگ سادی اور ہڈ کے فرائض کی انجام دہی کے قابل تر بنوایا جاسکتا تھا۔ نیز ان کے معیار اور قابلیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس نے اس طرح کے سوالات قائم کئے، ”کیا آپ نمائش کا اہتمام کر سکتے ہیں، کہانیاں سناسکتے ہیں؟“ والدین یا اساتذہ کے اجتماعات سے خطاب کر سکتے ہیں۔“ ہر ایک درخواست پر اس نے پوری بصیرت کے ساتھ خود کہتے ہوئے غذا اپنے آپ سے مشورہ کیا۔ ”کیا یہ شخص صاحب تخیل ہے، کیا اسے کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ذوق ہے؟ کیا یہ شخص بچوں کا احترام کرنے کے قابل ہے؟“

نئے اسٹینڈنٹوں کے لئے مس موور نے ایک ٹریننگ کورس مرتب کیا، جو ان کے فرائض، تجربات اور کچھ دوسرے پر مشتمل تھا۔ اپنے اسٹینڈنٹوں کی اسلاید کی ”کتاب خانوں اور آرٹ گیلریوں میں جانے سلا بری کی کام ایک زندہ داتا بندہ اور ارتقا پذیر تجربہ ہونا چاہئے۔“ آپ نے اسٹینڈنٹوں کے لئے اعلیٰ قابلیت کا معیار مقرر کیا تھا۔ لیکن جب وہ ان سے ملی تو ان کی کوششوں کی بے حد تعریف بھی کی۔ بعد ازاں اس شائستہ اور منصف مزاج خاتون نے خود کو اپنے اس قابل اہل شان سے وابستہ کر لیا۔ اس کی ذہانت اور بصیرت کے باعث اس کے اسٹینڈنٹ اور دیگر ہم کار، اس سے مشہدوں اور حوصلہ افزائی کے لئے متواتر اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ وہ تمام موضوعات کی تفصیل کو پوری توجہ سے سنا کرتی تھی، لیکن اسے کس نفسی پس منظر پر آتی تھی۔ ایسے مہتمم پمدہ ترش لہجے میں ہدایت دیتے ہوئے کہتی تھی ”اپنی صلاحیتوں کو محسوس کیجئے اور ان کو ہر نئے کار لائیے۔“

آپ پر کام کلے ہمارا تھا۔ لیکن اسے اپنے کام سے عشق تھا، جب وہ بچوں کو مکافوں کی چھتوں، لوہے کی بالکونی اور چکر دار زمینوں میں یا کسی کھیل کے میدان کے کسی سایہ دار کونے میں، یا کشتیوں میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف دیکھتی تو خوشی سے اس کے ہر چہرے پر

مسکراہٹیں رقصاں بوجھتی تھیں۔

ایک دن سہ پہر کے وقت ایک یہودی عورت اپنے تیرہ سالہ لڑکے کو لائبریری میں لائی اور آئین سے کہا، ”میں جانتا چاہتی ہوں کہ آخر یہاں لیو پوڈ کو کیا ہوا ہے؟“
 ”آئیے میں آپ کو لائبریری دکھاتی ہوں“ آئین نے لیو پوڈ کی ماں سے کہا۔ لیکن اس کے فوراً بعد اسے خیال آیا کہ یہ عورت صرف لائبریری ہی دیکھنا نہیں چاہتی، بلکہ کچھ اور بھی معلوم کرنا چاہتا ہے۔

لیو پوڈ نے جب سے یہاں آنا شروع کیا ہے، یہ کتابوں کے محلے میں اجنبی مستعد ہو گیا ہے۔ میری اور دوسروں کی پہلے سے زیادہ عورت کرنے لگا ہے۔ اس عورت نے وضاحت کرتے ہوئے کہا،

بعد ازاں، اس واقعہ کو اپنے ایک اسٹیوٹ کو سناتے ہوئے مس مود نے کہا، ”مجھے
 جناب باآپ یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ کتابوں کی لائبریری میں بچوں کو کیا کچھ بنا سکتے ہیں۔“
 اپنے فرائض کی تکمیل کے بعد مس مود ڈائے دیکھنے چلی جاتی، یا عجائب گھر دوں اور آرٹ
 گیلریوں سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ نیز پڑوسیوں کی تقریبات میں بھی شرکت کرتی تھی۔ وہ
 روزمرہ کے واقعات اور مصروفیات سے لطف لیتی تھی۔ اسے دوستوں یا نامور شخصیتوں
 کے ساتھ میٹھوں کی سیاحت بہت بھاتی تھی۔ رات کے وقت کسی بلند عمارت سے اپنے ساتھیوں کو
 جھنگاتے ہوئے شہر کا نظارہ کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا، یا پھر وہ اپنے دوستوں کو میسور انوں
 میں دعوت دیتی اور دوسرے ملکوں کے کھانوں کی خصوصیات انتہائی ذوق و شوق سے بیان
 کرتی تھی۔

پھر پہلی جنگ عظیم شروع ہو جانے کے باعث کتابوں کی بیابان ہو گئیں۔ بعد ازاں انٹرنیشنل
 کی وبا پھیل جانے کی وجہ سے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے سینما اور لائبریریاں بند کر دیں۔ لائبریریاں
 بند ہونے کے بعد مس مود اگر کہیں شریک ہو کر نظر آجاتی تو وہ اسے واہ میں رکھ کر کتابوں
 کے متعلق گفتگو کرنے لگتے تھے۔ ایک روز ایک لڑکی نے باس انگیز لہجے میں آئین سے کہا، ”کتابوں کے
 بغیر میں بہت اداس ہوں“ پھر جب لائبریری دوبارہ کھلی تو بچے خوشی سے غنیمت سمجھتے ہوئے

جے آئی کے ساتھ تیز تیز قدموں سے لائبریری میں داخل ہوئے۔ اس اہتمام میں مس مودھی اسی کے ہم قدم تھیں۔

دست سے آجہ کو اس بات کی تشریح تھی کہ اجازت میں بچوں کے لئے لکھی جانے والی کتابوں پر تبصرے شامل نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب "بک میں مکے ایڈیٹر نے آجہ سے اپنے جہرے میں کتابوں پر سلسلہ وار معنائیں لکھنے کی درخواست کی تو اس نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد اس نے "نیو یارک ٹریبون" کے لئے بھی تبصرے لکھے۔ آجہ کی رائے میں بچوں کی کتابوں کو بالغوں کی کتابوں سے زیادہ حسین اور دلآویز ہونا چاہئے تھا۔ اس نے ناشرین کو ترمیم دی کہ وہ بچوں کی کتابیں تیار کرنے کے لئے امتیازی قابلیت رکھنے والے افراد کی گولڈانی میں خاص شیعہ قائم کریں۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر فرانس کے حلقوں سے جنرل آئیں کہ وہاں لائبریریاں بیمار ہی سے سمار ہو گئی ہیں۔ کتابوں کے ذخیرے تباہ ہو گئے ہیں یا اسٹین گاڑیوں میں بکھرے کتب متعلق کمزیاں لگائے۔ تباہ شدہ فرانس کے لئے امریکی ادبی کمیٹی نے جب یہ اعلان کیا کہ لائبریریوں اور کتابوں کی فراہمی کا کام بھی اس کے فرائض میں شامل ہے، تو انہوں نے بحالی کے اس کام میں تعاون دینے کے لئے اپنی ادلیپنے اسٹاف کی خدمات پیش کر دیں۔

اپریل ۱۹۴۱ء میں وہ امریکن لائبریری ایسوسی ایشن کے نمائندے کی حیثیت سے فرانس روانہ ہو گئی۔ جہاں اسے دیگر ممالک کی لائبریریوں کے تعاون سے بحالی کے کام کو سر سے انجام دینا تھا۔ فرانس پہنچ کر آجہ نے دیکھا کہ امریکن کمیٹی کے تعمیر کردہ موزیئم کے عمارتی ڈھانچوں کے باہر بچوں کی لمبی قطاریں تھیں۔ بچوں کے سلاطے کیلئے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ جنگ کے زمانے میں ان ہو ہند بچوں کے گھر بیماری سے راکھ کا ذخیرہ بن گئے تھے اور وہ صرف خود اس کے لئے نہیں بلکہ کتابوں کے لئے بھی ترستے رہے تھے۔ اسکولوں میں پڑھائی ختم ہو جانے کے باعث ان کے پاس کورس کی کتابیں بھی نہیں تھیں۔ اب وہ اپنے فونڈ میں اس کو لائبریریوں میں اپنے نئے ادب خوش گولڈ جرات سے تبدیل کر رہے تھے۔

اسی انداز میں آجہ نے بے شمار گھروں، اسکولوں اور لائبریریوں کا دورہ کیا۔ پیرس میں

اس نے مجرم دیکھے، جادوؤں دس پانیش کی سیر کی۔ شمشیں ایسیز میں تفریح کی اللہ تر بچے کے قابل کتاب خریدیں۔ مانتے میں جگہ جگہ وہ پہنے یا لٹو ٹھہرتے ہوئے یا شتیاں لٹاتے ہوئے بچوں کو دیکھنے اور ان سے باتیں کرنے کے لئے رک جاتا تھا۔

پیرس سے سس مو نے لندن کا سفر کیا اور وہ پھر وہاں سے سادوے (اسپیل سائڈ) گئے، جہاں وہ پٹریش کی مشہرت یافتہ میٹرکس کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ میٹرکس وہاں کے ایک خادم میں اپنے شوہر کو ملیم سلس کے ساتھ قیام پذیر تھی۔

رک تاناک صبح کو جب وہاں جھگی کھاب اندازہ کٹی ہوئی گھاس کی خوشبو سے مسرت تھیں آج نے کشتی سے اتر کر سادوے دیہات تک پہنچنے کے لئے پہاڑ کے طویل سلسلے پر چڑھنا شروع کیا۔ کادہ کے کھیت کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک قوی سیل عورت چوڑے کناروں کی برقی کی بنی ہوئی بیٹ لگے اندھا تھ میں کرہ فی لئے ہوئے اس کی جانب بڑھی اور دریافت کیا، "کیا آپ ایٹھ کیوول مورس ۹" اس عورت کی بنی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

میٹرکس پورٹو کی عمر پانس برس کے قریب تھی، لیکن اس کے رخسار نو جوان لڑکی کی طرح صاف تھے۔ ابھی یہ دونوں کھیل کا کچ کی طرف جانے والی تھیں کہ آج کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ میٹرکس سے ایک طویل وعدہ سے شامسا ہو۔

آج صوف دوپہر کے کھانے پر مدعو تھی لیکن میٹرکس نے اسے آمادہ کر لیا کہ وہ صبح پر کو دسی کریم کے ساتھ تازہ اسٹرایری کا ذائقہ چکھے اور اس کے بعد رخصت ہو چلے، چنانچہ ان میں رک گئی۔ چائے پیتے وقت میٹرکس نے اس سے پوچھا "اگر تمہارے پاس شب خروانی کا لباس اور ٹوٹہ بیش ہو تو کیا تم تمام رات یہاں قیام نہیں کر سکتیں؟" جب آج نے قیام کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی تو میٹرکس نے مزید کہا "میں تمہارے نیو یارک کے بچوں کے متعلق اندکچ سننا چاہتی ہوں۔"

آج نے میٹرکس اور اس کے شریف النفس شوہر کے پر خلوص اصرار کو محسوس کرتے ہوئے خوشی خوشی وہاں رات بسر قیام کرنا منظور کر لیا۔

کچھ دیر بعد میٹرکس نے پہاڑ پر بنے ہوئے اپنے خادم ہادس کی کنبی آج کے ہاتھ میں

دیتے ہوئے کہا: "اپنی خواہش اور مرضی کی چیزیں تلاش کر لو، پھر تم اپنی لائبریری کے بچوں کو بتا سکو گی کہ تم نے واقعی نام کنسنس ہاؤس دیکھ لیا ہے۔"

بیرکس نے نام کنسنس ہاؤس میں جس اعتماد کے ساتھ آئین کو تنہا جانے کی اجازت دی اسے آئین نے بے حد سراہا۔ وہاں اس نے وہ چائے کی پیالی فریج میں کے اندر سے چومیا جھانک رہی تھی۔ اور کپڑی چھت کا بالائی منزل کا وہ کمرہ دیکھا جہاں ربی اند تھیں جانے والی پولی کا شور سنا تھا۔ دوسری صبح مس مہر وہاں سے رخصت ہوئی، اور عرفہ کے طور پر بیرکس کی میاں رنگوں سے بچی ہوئی ریشم کی تصویریں اپنے ہمراہ لیتی آئی۔ ان تصویریں میں ریشم کو اپنی ہف کاڑھی کے ساتھ کھینچے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ ان تصویریں کے علاوہ بیرکس نے 'دی رولی پولی پیڈنگ' کا لوگ نسخہ بھی پیش کیا تھا، جس پر اس نے اپنے آؤگراف بھی دیئے تھے۔

مس مور کو رخصت کرتے ہوئے بیرکس نے کہا: "جب تمھاری خواہش ہو، ہاں ٹاپ اسکتی ہو تمہیں ہمیشہ خوش آمدید کہا جائے گا۔"

سوارے سے واپسی پر آئین نے لندن میں سومر س ہاؤس کی ایک قدیم گلی میں ڈیوڈ کو پرنٹڈ لائبریری فریج جو پارلس ڈکنسن کے قدیم مکان میں قائم تھی۔ اس لائبریری میں اس نے ایسے میں لڑکے اور لڑکیوں کا جائزہ لیا جو ہاتھ دھو کر انتہائی احتیاط سے کتابیں لیتے اور انھیں اپنی کمریوں میں رکھ کر، خاموشی اور مستعدی سے اپنے مطالعے میں مصروف تھے۔ ایک شانستہ مزاج کا منڈنے آئین کو ایک الماری میں رکھی ہوئی وہ کتابیں دکھائیں جنہیں ڈکنسن نے چھپیں میں پڑھا تھا۔ مطالعہ کا انتہائی ذوق رکھنے والے ایک چودہ سالہ نوجوان نے مس مور کو بتایا: "میں کتابیں حاصل کرنے کے لئے نقدی جمع کرتا ہوں۔ میں مٹھائیوں کے بغیر رہ سکتا ہوں، لیکن کتابوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

پھر آئین مور نے ایک واپس پہنچ کر اپنے زرائع کی انجام دہی میں لگ گئی۔ اب اُسے نہ صرف تبصرہ نگاری کا، بلکہ بچوں کی کتابوں کے انتخاب پر تنقیدی نقطہ نظر سے ایسی کتابیں کھنڈے کا موٹا حصہ سے باطن نظر اشخاص مستفید ہو سکتے تھے۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب کا نام اس نے "بچپن کی راہیں" رکھا تھا۔

ہر ملک کے بچوں کے لئے اس نے ایک کتاب "کلاس اے میں پیش کردہ سس اسٹوری" لکھی
اس کتاب میں ایک ایسے ذہن لڑکے کی کہانی بیان کی گئی تھی جو سیاحت کے لئے نیویارک آئی۔
کہانی میں تقریبات، تقرعات، روم ولی اور ہنسی مذاق کی تمام ایسی چیزیں موجود تھیں جن سے بچے بہت
پسند کرتے ہیں۔

آئین کا پسندیدہ موضوع یہ تھا کہ بچے مطالعے کے ذریعے صاحبِ کلمہ لہنتے ہیں۔ جب گرٹ
ریوڈ ریڈی، انگلش کنال میں تیراکی کا مقابلہ جیت کر آئی اور نیویارک کے عوام نے اس کا استقبال
کیا تو آئین نے اسے ادا دلایا کہ وہ بچپن میں مطالعہ کے لئے انتہائی شوقین تھی۔

گرٹ ریڈی نے مس موریا اس کے ایک اسٹینٹ سے ایک سے نامد بار اس بارے میں
پوچھا تھا کہ "کیا واقعی وہ مطالعے کی انتہائی شوقین تھی؟" اس نے سوچا کہ غالباً اس نے کچھ
ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا جن سے اسے ثابت قدمی اور حوصلہ مندی کا سبق حاصل ہوا تھا۔
چلڈرنس لائبریری کے لئے انس مور نے بچوں کے والدین، اساتذہ اور بڑی عمر کے دیگر
اشخاص کو مصلحت عام دیا کہ وہ بچوں کی کہانیاں سنائیں، پوسٹر بنائیں یا ان تصویروں کو نصب
کرانے کی نگرانی کا کام کر سکیں جن میں مشہور آرٹسٹوں کی خاص خاص تصویروں سے لے کر
ناچتے تصویریں تک شامل ہوتی تھیں اور بچوں کی بنائی ہوئی ناچتے اور نامکمل تصویریں
تماشائیوں کی دلچسپی کا باعث ہو سکیں۔ جب کبھی ممکن ہوتا وہ لائبریری میں مشہور ادیبوں یا
مصوروں کو بھی مدعو کرتی تھی۔ ایسے نامور فن کاروں میں لالڈ ڈن سین، اوڈو اور ڈی لاسیر
لائبریری میں آچکے تھے۔

ایک بار جب چھ مہینے بدن کا طریقہ قائم انگریز آرٹسٹ، ادھر ریگیم، چلڈرنس
لوم دیکھنے آیا تو آئین کو انتہائی مسرت ہوئی۔ آئین، پیٹرین، کے شہرت یافتہ اس مصور کی بہت
عرصے سے مدد تھی۔ اس نے پیٹرین، میں جن بد شکل روحوں اور عجیب و غریب قسم کے
بل داد و زخموں کی تصویریں بنائی تھیں، انھیں آئین نے بے حد پسند کیا تھا۔ ایک بار کہ سس کے
موت پر آئین اور ریگیم بھری جہاز سے لندن چلنے والے تھے۔ جہاز پر سوار ہونے سے
پہلے انھیں ملاقات کے لئے کچھ وقت میسر آگیا، چنانچہ ان دونوں نے پمدگ رام بنا کر وہ شام

ایک ساتھ گزراوی۔ بریڈٹ گرل میں ایک ساتھ کھانا کھلا اللہ تمام شہر کی سیر کی۔ یہاں کا خیال تھا کہ انیسیم جب اپنے پرش سے پرستان کا نظارہ پیش کرتا ہے تو اس میں کہیں انسانی ہن نہیں جھلکتا۔

مرفی کار، مصنفہ اور ناشر کتابوں کے موصوفا پر گفتگو کے لئے آئین کے پاس بیٹھے تھے وہ ان شے بڑے خلوص کے ساتھ پیش آتی تھی ماس کی خاموشی تھی کہ بچوں کو اچھی تصانیف یا تصویر ملنی چاہئیں۔ لیکن جو لوگ اس کے پاس آتے تھے، ان میں ایسے اچھی اند خوبصورت کتابوں کے لئے ایک ناقابل شکست احساس پیدا کردیتا تھا۔ اس کی میز پر دنیا کے تمام ممالک سے آئے ہوئے خطوط کا انبار رہتا تھا۔

جب کبھی لڑکیاں مس مود سے لائبریری کا پیشہ اختیار کیا کرتی تھیں تو وہ بے لگ طریقے سے اعتراف کرتے ہوئے کہتی تھیں کہ اس کام میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور تنخواہ بہت کم ملتی ہے لیکن اس کام کا حقیقی اجر ان چیزوں سے ملتا ہے۔ لڑکیاں پورے انہرک اللہ حقیقی ذہن کے ساتھ اس کام کے فوائد پورے کر سکتی ہیں اور انہیں اس کام میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ہمارے چاہئے کہ انہیں اس کام سے محبت کرتی ہیں، تو پھر مستقبل میں اس سے زیادہ اور کیا اجرائی کوں سکتا ہے؟ وہ سوال کرنے والی لڑکیوں سے پوچھا کرتی تھیں۔

اپنی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کے باوجود مس مود اپنے اسٹاف سے قریبی رابطہ قائم رکھتے ہوئے تھی۔ اسٹاف کا کوئی ممبر کسی کام سے غیر ملکی ساحل کی جانب روانہ نہیں ہوا یا کسی کو کوئی انعام حاصل ہوا یا کسی نے کوئی ارتقائی منزل سر کی ہو، مرفی ہر موقع پر اپنے اسٹاف کی مسرتوں میں برابر شریک رہتی تھی۔ وہ اپنی لائبریریوں کے گھیرتوں سے مل کر سبھی انتہائی مسرت کا اظہار کرتی تھی۔ آئین کے جو اسٹینٹ سنٹرل لائبریری سے کہیں اور منتقل ہو جاتے تھے انہیں ہر سون بعد سبھی آئین کی جانب سے اچانک کوئی خط یا تحفہ موصول ہو جاتا تھا۔

اکتوبر ۱۹۳۱ء میں نیویارک لائبریری میں مس مود کی سطور جلی منائی گئی۔

میں سو تمام حلقوں میں کچھ کے طور پر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ اکثر و بیشتر اس نے شہرہ یوں کے حلقے میں، اساتذہ اور سماجی اداکاروں میں تقریریں کی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی لائبریری کی حیثیت سے بھی وہ انتہائی مقبول تھی۔ جب کبھی اسے کسی اعلیٰ منصب کی پیشکش کی گئی، اس نے مزاحمت کی۔ ایسے موقعوں پر وہ اکسار کے ساتھ کہہ دیتی کہ، ”مجھے ہمیشہ بچوں اور کتابوں سے عشق رہا ہے۔ اگر ان دونوں چیزوں کو یک جا کرنے کی صلاحیت مجھ میں پیدا ہو جائے، تو میں خود کو انتہائی خوش نصیب سمجھوں گی۔ میں یہی میری خوشی ہے۔“

تاہم جب ۱۹۳۲ء میں اس کی نمایاں خدمات پر پریچ انسٹی ٹیوٹ کے منتظمین نے اسے اعزازی سند عطا کی تو اسے بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد پھل کی لائبریری کے قیام کر کے کو اعلیٰ تحقیقات کے شعبے میں منتقل کر دیا گیا، اور اس کر کے کا نام ’این کیرول مود کا کمرہ‘ ہی رکھ دیا گیا۔

۱۹۳۶ء میں اس نے ’ہفت بج‘ کے لئے ”تین بے وقوفوں کا روزنامہ“ کا سلسلہ لکھنا شروع کیا۔ اس تسلسلہ کہانی میں اس کی شخصیات اس قدر دانش مندانہ تھیں، جتنا ایک مقطع۔ اس کہانی نے بچوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے مزید صاحب ذوق اشخاص پیدا کر دیے۔

اگلے سال میں ممد نے گلج بارج ششم کی رسم تاج پوشی میں شرکت اور جیکس پور ٹر سے دوبارہ ملاقات کے لئے انگلستان کا سفر کیا۔ جیکس پور سے اس کی خط و کتابت برسوں سے جاری تھی۔ اس بارہل ٹاپ فارم میں اس نے تقریباً ایک ہفتہ تک قیام کیا۔ جیکس اور این لائے کی سلسلہ دوبارہ کیا رہی اور سفید ہاتھوں کی جھاڑیوں کی باڑوں میں گھوڑ سواری کرتی رہی اور دلوں نے آرٹ، کتابوں اور بچوں کے متعلق خوب خوب گفتگو کی

اگلے سال ماہ جون میں، میں کی یونیورسٹی نے ریت کو ڈاکٹر آف ہیومن سائنس کی ڈگری پیش کی اس موقع پر ریت کی خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا، ”آپ کا کام انہوں پر آپ کے وطن مالوف کی یونیورسٹی کو انتہائی فخر ہے

اپنی ستر دیں سال گزرے کے کچھ عرصہ بعد مس مور ریٹائر ہو گئی۔ اب بچوں کو اس کی رفاقت میسر نہیں رہی تھی۔ یہ نوجویاں سے لائبریری کا انتہائی اہم ٹکسیل جنو سمجھتے تھے، جتنا نفخہ ایونیو کے دروازے پر دے کے بھیجے ہوئے شیروں کے مجھے، جو نفخہ ایونیو کی نگہبانی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لائبریری کے بچوں میں ایسے کو ایک طلسمانی یا روحانی مال کی سی حیثیت حاصل تھی۔

لیکن خلوت نشینی کا یہ عرصہ مس مور اور اس کے متعلقین کے لئے ایک خوش گوار قریب ثابت ہوا۔ اس نے فراغت کے سبب بہترین ڈرامے اور نمائشیں دیکھیں، لائبریری کی سیاحت کی جو لکچر دیئے، دوسروں کی صحبت کا لطف اٹھایا، اور خاص خاص موقعوں پر چیلڈرس روم میں دوبارہ مدعو کی گئی دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت میں تخفیف سے متعلق نوکر، اس نے یکم مئی ۱۹۴۳ء کے لائبریری جرنل میں لکھا، ”ہمیں ناشرین کو اس ضرورت کا احساس دلانا چاہیے کہ وہ جنگ کے حالات میں جس حد تک ممکن ہو خوش گوار طریقے سے بچوں کو کتابوں کی زندگی بخش دے۔“

نہیں برس بعد ایچ کے ناشر نے اس کی کتاب، اے پیری آف کیٹ گریبا اسے شائع کی، جس میں ان مصوروں کا تاثراتی جائزہ لیا گیا تھا جو ہیت اور رنگوں کے ساتھ صداقت اور حسن کا لہجی بھرپور احساس رکھتے تھے۔

انہی ۸۰ سالہ سال گزرے کے موقع پر مس مور بہت کمزور نظر آرہی تھی، لیکن اس کا ذہن اب بھی مستعمل تھا۔ اور رفتار میں جتنی موجود تھی۔ اس نے نہ کبھی اپنے ارتقا کی رفتار کو مدھم ہونے دیا تھا اور نہ کبھی تحقیق و تلاش سے خود کو باز رکھا تھا۔ اس سال گزرے کے موقع پر بھی اسے ادسلو، میکسیکوٹی، پیرس اور تمام دنیا سے شہا

تحائف، خطوط اور نظم و نثر کی صورت میں شراج عقیدت موصول ہوئے تھے۔

اس کے بعد بھی اس کی پذیرائی جاری رہی۔ ۳ جون ۱۹۵۵ء کو پریٹ انسٹی ٹیوٹ
نفا سے ڈائریکٹر آف ٹیسس کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ ۱۰ اگست میں اسٹیٹ ایگریکلچرل
کالج کے باہر ایک ایسا چلڈرن لائبریری قائم کی گئی، جس کی کھڑکیوں سے دسایج کی پہاڑیوں
کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ اس لائبریری کو مس این کیردل مور کے نام سے منسوب
کیا گیا۔

جب ردی اسپونٹنک نے تمام دنیا کو سائنس کی جانب متوجہ کیا تو مس مور نے
لوگوں کو احساس دلایا کہ خواب، تصورات اور طلسمات بھی بچوں کے دہانے کا اہم ترین
حصہ ہوتے ہیں۔

مس مور کے اثرات انتہائی عمیق و بسیط ہیں۔ اس نے نیویارک سینٹرل لائبریری
میں بچوں کے کمرے کو ایسی جگہ بنا دیا، جس نے بچوں کے افعال اور تصورات کی نشوونما کی۔
اس کی کوششوں سے کم از کم بڑی طور پر تمام ملک کی لائبریریوں میں داستان گوئی
کی ایک نئی نسل وجود میں آگئی۔ نئی نسل کے یہ داستان گو، جھوٹے موٹ، پچھلے کھیل و داستان
حیرت و استعجاب اور کتابوں سے حاصل ہونے والے حسن کو ان نوخیزوں تک منتقل کرتے
ہیں جن کی آنکھیں ستاروں کی طرح جگمگاتی ہیں۔ اور خود بھی ان کے احساس میں شریک
رہتے ہیں۔ این کیردل مور کو بچپن میں اس کے باپ نے جو نصیحت کی تھی، اس نے اسے
گرہ میں باندھ لیا تھا، اور کتابوں اور بچوں کو غیر معمولی اور خوش گوار طریقے سے یک جا
کرنے کے کام میں اپنے دل و دماغ، دونوں کو پوری طرح وقف کر دیا تھا۔

(۳)

التھیا گبس

ہاریم کی الہڑ لڑکی سے ٹینس کی ملکہ تک

التھیا گبس، ابتدائی عمر میں نیویارک کا ایک تنگ دھناریک مکانوں کی کسی نواحی بستی، "ہاریم" میں رہتی تھی۔ اس بستی میں رہتے ہوئے وہ قریب قریب آوارہ ہو گئی تھی، لیکن ٹینس میں اس کی دل چسپی اور صلاحیتوں نے اس پر ایک نیا دنیا کے دروازے وا کر دیے۔ ٹینس کے میدان میں اور اس سے باہر انہی اُرد اعزاز حاصل کرنے کی شدید لگن کے باعث اس نے آخر میں ٹینس کی چیمپئن کا رتبہ حاصل کر لیا۔ لیکن اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے التھیا کو غربت، جھانڈ اور ذاتی مشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑا تھا۔

التھیا ۲۵ اگست ۱۹۲۷ء کو جنوبی کیرولینا کے ایک مقام "سلور" میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کا باپ گبس کپاس کے ایک کیمت میں کپاس توڑنے کا کام کرتا تھا۔ ایک بار جب متواتر تین برس تک موسم کی خرابی کے سبب فصلیں تباہ ہوتی رہیں تو گبس اپنے خاندان کو لے کر ہاریم چلا آیا، جہاں اسے ایک موٹر خانے میں برکارے کے طور پر ملازم رکھ لیا گیا۔ شروع میں گبس کا خاندان التھیا کی خالہ کے گھر میں ٹھہرا، لیکن بعد میں انہوں نے ہاریم کی ۱۴۳ ویں گلی میں ایک کھولی

گمراہ پر ملی۔ اس چھوٹی سی کھولی میں انتھیا کے والدین، اس کی بہنیں، ملی، اپنی لاد لیں۔ اور اس کا کھائی ڈنیل، سرب کے سرب اسی مختصر سی جگہ میں رہتے تھے۔ انتھیا کو اس ماحول میں گھٹن محسوس ہوتی تھی۔ باپ کی آمدنی اس قدر قلیل تھی کہ خاندان کا گزارہ مشکل سے چلتا تھا۔

گرمیوں کے دنوں میں انتھیا اور دوسرے بچے خالی ٹوکریاں لے کر بروئیکس ٹرینل مارکیٹ کی جانب چلے جاتے۔ اس مارکیٹ کے محسوس کردہ خدشہ کھانے پینے کی مٹی سڑکی چیزیں پھانٹ کر ایک کونے میں ڈھیر کر دیتے تھے۔ یہ نعرہ ردا کے روکیاں اس ڈھیر پر بھینے مار مار کر سوکھے ہوئے سلا، پکتی ہوئی میٹر اور خچرے ہوئے بناڑ میں چن کر اپنی ٹوکریوں میں بھر لیتے اور یہ بوٹے کالوں اپنے اپنے گھر کو لے جاتے تھے۔

گنہگار کا خاندان جس بلاک میں رہتا تھا، اس کا نام 'پولیس انتھیا ٹنگ' پڑے اسٹریٹ تھا۔ دن کے وقت اس بلاک کے قریب سے سواریوں کی آمد و رفت ہوتی تھی۔ انتھیا اور بلاک کے دوسرے بچے آپس میں مل کر اسٹاک بال۔ جیس بال اور پیڈل ٹینس کھیلا کرتے تھے۔ گرمیوں کے شدید موسم میں جب زمین تپ جاتی تھی۔ اور ان کے جوتوں کے تلے سے گنگے گنگے تھے، تب بھی ان کے یہ کھیل یونہی جاری رہتے تھے۔ بعد میں انہوں نے اپنے کھیل کے لیے ایک حصہ میں نشان لگا کر نصف سائز کا ایک ٹینس کا میدان سامنا لیا تھا۔ اس حصہ میں ٹینس کھیلتے ہوئے ان کے قواعد ٹینس کے قواعد کے مطابق ہی ہوتے تھے، لیکن ٹینس کا جو سامان ان کے پاس تھا، وہ اسفنج، ربڑ کی ایک گیند اور پنگ پانگ کے پیڈل سے ملے جلتے بھونڈے بون پر مشتمل تھا۔ تیز طرار انتھیا نے دھڑاکے دار ضرب لگانے کا طریقہ سیکھ لیا تھا۔ جس سے وہ اپنے بلاک کی جیسی پین گئی تھی۔ بعد ازاں اس نے ہاریم کی دوسری گلیوں کے کھلاڑیوں کے مقابلے میں ۱۴۳ ویں گلی کے نمائندے کی حیثیت سے حصے بھی جیتے تھے۔

کبھی کبھی انتھیا اور اس کا بھولی پیڈل ٹینس چھوڑ کر کسی خالی جگہ پر چلے، بک کے

بے لگمی چل کھڑے ہوتے تھے۔ ایسے موقعوں پر وہ اسے اینڈی مارکٹ کے عقب میں کسی پسری پر قبضہ جمایتے اور پھلوں کی ٹوٹی ہوئی ٹوکریوں کو جلا کر شکر قندریاں بھونا کرتے تھے۔ جنہیں وہ مکینز پکارتے تھے۔

ہاریم میں آوارہ لڑکوں کی ٹولیاں مٹر گشت کرتی پھرتی تھیں، لیکن انتھیا نہ صرف جی دار لڑکیوں کا، بلکہ جی دار لڑکوں کا بھی مقابلہ کرتی تھی۔ ایک بار جب اس نے پھرے بازوں کے ایک سر دار کو اپنے چچا جونی پر حملہ آور ہوتے دیکھا، تو وہ چچا کی پچانے کے لئے دوڑی اور اس پھرے باز کا مقابلہ کیا۔

سٹر گسبن نے انتھیا کو اپنے بچاؤ کے لئے مکہ بازی سکھانی شروع کی تھی۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ وہ انتہائی پھرتیلی اور طافت دہے تو انھوں نے اسے مکہ باز بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن انتھیا کو سیڈل ٹینس سے زیادہ دل چسپی تھی۔ گرمیوں کے موسم میں وہ جب بارہ برس کی تھی، اس نے پارک کے مقابلے میں بیس بیس ٹرافی بھی جیت لی تھی۔

جوئیر اسکول میں داخل ہونے کے بعد انتھیا نے گیند کے کھیلوں کے علاوہ باقی تمام شوق ختم کر دیئے تھے۔ اسکول میں اس پر سخت پابندیاں عائد تھیں، لیکن یہاں کا جراثیم گھر انتھیا کی انتہائی دل چسپی کا باعث تھا۔ یہ جراثیم گھر بیشتر وقت کھلا رہتا تھا۔ یہاں انتھیا بہت دنوں تک اپنی ایک پہلی المار ونگ کے ساتھ باسکٹ بال کھیلتی رہی، کھیلے کھیلے دوڑیں سمیٹیاں رات کے کھلنے کے لئے کسی سستے سے چوٹی میں چلی جاتیں۔ جہاں یہ چادروں کی ایک پلیٹ اور کچی ترکاریوں سے یا سوڈے سے پیٹ بھر کر کرتی تھیں۔ ان دنوں سوڈے کا ایک پوتا ایک شکل کا ملا کر بنا تھا۔ بشرطیکہ خریدہ اپنا برتن لاتے۔

جوئیر ہائی اسکول سے ۱۹۴۱ء میں امتحان پاس کرنے کے لئے انتھیا نے خوب دل لگا کر پڑھائی کی۔ اگلے برس گرمیوں کے موسم میں ایک روز وہ سیڈل ٹینس کھیل رہی تھی کہ اس کی نظر بڑی ڈاکر پر پڑی جو اس کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ بڑی ڈاکر ایک موسیقار تھا، اور شہر میں گرمیوں کے کھیلوں کے لیڈر کے خرافے بھی انجام دیتا تھا۔

”تمہارے قدم ہلکے ہیں اور تم میں بے حد ثروت موجود ہے۔“ اس نے انتھیا سے کہا،

جواس وقت موجودہ برس کی ایک دراز قدر لڑکی تھی۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ تم باقاعدہ شیش کسا اچھے کسبیلوگی!"

"ریکیٹ میرے پاس نہیں ہے، اس طے میں نہیں کیے جا سکتا ہوں کہ میں کیسا کھیلتی ہوں۔" انھیا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

بڑی نے اپنے ذاتی دفتر میں سے اسے ایک پرانا ریکیٹ خرید دیا۔ اس کے بعد انھیا نے میڈی بال کے ایک میران کی دیوار پر پیٹنگ کا مشق شروع کی۔ اس مشق کے باعث اسے کوسموپویشن کلب کے کھلاڑی فریڈ جانسن سے چند تقابلوں کا موقع مل گیا۔ انھیا اتنا عمرہ کھیلی کہ کلب کے ممبران نے اس کی تربیت کے لیے چندہ جمع کر دیا۔ مسٹر جانسن نے اسے رزٹائٹ دار مل کھڑے اور ہائٹھ کو آگے پیچھے ہٹا کر ضرب لگانے کے نکتے سکھائے۔ اس نے انھیا کو سمجھایا کہ جب ٹینس کھیلنے کے میدان میں اس کی جانب کوئی گیند چکر کھا کر گر جلتے تو اسے بے ضابطگی۔ اس پر چھٹا نہیں جلیے، بلکہ گیند کو اس کے کھلاڑی کو واپس دے دینا چاہیے۔ اور اسے پیچ مار جانے کے بعد جیتے ہوئے ذہنی سے لڑنا نہیں چاہیے۔ رفتہ رفتہ اس کا کھیل صاف سمجھتا ہوتا گیا اور اسے ٹینس کے قواعد کا احساس ہونے لگا۔ پھر ایک صاحب جیٹ خاتون، مسز رھوڈا اسمتھ نے انھیا میں دل چسپی یعنی شروع کر دی۔ مسز اسمتھ کو انرازن ہوا کہ انھیا خود کو ایک مہذب لڑکی کے رویہ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے انھیا کو ٹینس کا لباس فراہم کر دیا۔

اسی سال خواتن کے موسم میں انھیا یورک دی وکیشنل ہائی اسکول میں داخل ہو گئی۔ اسے چونکہ سلامتی کا شوق تھا۔ اس نے شروع شروع میں اس کی حاضریا باقاعدہ رہیں، لیکن بعد میں اسے اس کام سے نفرت سی ہو گئی اور وہ کلاس سے متواتر غیر حاضر رہنے لگی۔ غیر حاضری کے سبب اسکول کے منتظمین نے اسے سخت تنبیہ کی، اور اس کے باپ نے اسے مارا۔ باپ کی مارتے ناراض ہو کر انھیا نے گھر سے دور رہنے اور اسکول نہ جانے کا فیصلہ کر لیا، اور کسی دوست کو ساتھ نیکر سیا گھروں اور اسکولنگ

کے احاطوں میں آوارہ گردی کرنے لگی۔ بعض اوقات وہ تمام رات زمین دوز راستوں میں پڑکا رہی۔ لیکن اس نے کبھی شراب، منشیات، جنسی یا جرائم میں گھری رہنے والی ٹولیوں میں شرکت نہیں کی۔

ایک بار جب انتہی عام دنوں کی نسبت زیادہ عرصہ تک گھر سے باہر تھی، وہ بچوں کو ظلم و ستم سے نجات دلانے والی انجن میں پناہ حاصل کرنے کے لیے پہنچ گئی۔

اس انجن کی منتظم خاتون نے اس سے پوچھا، ”کیا تمہارا گھر نہیں ہے؟“
 ”جی ہاں، ہے۔“ انتہی نے اقرار کیا، لیکن اس کا گھر ایک بہت تنگ اور بے لطف تھا۔ جہاں لوگ اس پر غزاتے تھے۔ اسے اس کا بھی شدید احساس تھا کہ وہ سزا کی مستحق تھی، لیکن وہ انتہائی دکھ کے ساتھ یہ بھی محسوس کرتی تھی کہ باپ کا اس کو مارنا نامناسب تھا۔

اس کے جلالت کی تفتیش کرنے کے بعد انجن نے اسے رہنے کی اجازت دیدی۔ گھر کے مقابلے میں یہاں کا کھانا اور سیر بھی جوں سیّد چاودیرا اسے بڑے بھٹا بٹا کی محسوس ہوئی لیکن انجن کی ایک دوسری لڑکی سے جھگڑا کرنے کے نتیجے میں انتہی کو کچھ عرصہ کے لئے الگ ایک ہتھ خانے کے چھوٹے سے کمرے میں رکھا گیا۔ اس کمرے میں اسے بچھانے کے لئے ایک چٹائی اور قلیل سی خوراک ملا کرتی تھی۔ ایک دن جب اپنے سزبزو کی یاد اسے بری طرح ستا رہی تھی، اس نے سو سائیکی کی منتظم سے دریافت کیا، ”کیا میں گھر جاسکتی ہوں؟“

”ہاں، لیکن ہمیں برائیوں سے دور رہنا پڑے گا۔“ ایک افسر نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا، ”درندہ نہیں لڑکیوں کی اصلاح کے اسکول میں بھیج دیا جائے گا۔“
 گھر آجانے کے بعد اس نے ملازمت کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی درخواست دیدی، لیکن ابھی وہ اس قدر کم عمر تھی کہ مزدور کا کرنے کے لئے اسے اجازت صرف اس شرط پر مل سکتی تھی کہ وہ شبیہ اسکول میں داخلہ لے لے۔ آخر اسے نیویارک اسکول آف سوشل ورک میں کام مل گیا۔ اس کے ذمے ڈاک کی پھینٹائی، ڈاک کو دفتروں میں تقسیم کرنے اور باہر بھیجنا کا کام تھا۔ کام مل جانے کے بعد اسے زندگی میں پہلی بار اپنے دعو

کا احساس نہوا۔ اسے اس بات کی انتہائی خوشی تھی کہ اب وہ گھر کے اخراجات کا پار اٹھانے کے قابل ہو گئی ہے۔ وہ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اپنے گھر دے دیتی۔ اور کچھ رقم اپنی ضرورت کی چیزوں کے لئے بچا لیتی تھی۔

انتھیا کو ملازمت پر مامور ہونے ابھی چھ ہفتے ہی گزرے تھے کہ ایک جمعہ کو دوپہر کے وقت اس کے بہت سے دوستوں نے اسے راہ میں روک کر کہا، ”ہم پر یاؤنٹ میں شہود لیٹھنے جا رہے ہیں، تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔“

پیر کے روز انتھیا کے سپردانزرنے پوچھا، ”جمعہ کے روز تم کہاں جاؤ گی؟“
انتھیا کے جی میں آیا کہ وہ بیماری کا کہا نہ کر دے، لیکن اس نے سچی بات بیان کر دی۔
”مجھے افسوس ہے۔“ اس نے معافی مانگتے ہوئے کہا، ”میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔“
بہردانزرنے اس کی راست گوئی کو سراہا، بیکار ساتھ ہی اسے یہ کہتے ہوئے کہ
”ہم ایسی لوگ کو نہیں رکھ سکتے جو ایسی حماقتوں میں اپنے اہم فرائض سے غافل ہو جاتی ہو۔“
اسے ملازمت سے برطرف کر دیا۔

خود کو بے میں اور نیشنل یونیورسٹی میں محسوس کرتے ہوئے وہ بے لگ بھری ہوئی عمارت سے باہر آگئی۔ وہ یہ سوچ کر ایک لمحہ کو پتہ مردہ ہو گئی کہ اسے بچ بولنے کی سزا دی گئی ہے۔ لیکن بعد میں اس نے تجویز یہ کیا کہ دراصل وہ اعتماد کے اہم ترین معیار پر پوری نہیں اترتی تھی۔ لیکن یہ احساس بھی اسے ایک بے غلط سی راحت سے زیادہ نہ فہل، کیوں کہ اسے اب ایسی ہی اطمینان بخش ملازمت تلاش کرنے کی فکر لاحق تھی۔ تعلیم و تربیت کی کمی ہر موڑ پر اس کے خلاف پڑتی تھی۔

انتھیا پر اضطراب غالب تھا، وہ معاملات کو وسیع طریقے سے سمجھ نہیں پاتی تھی۔ پینا ہیر کی ملازمت سے یا تو وہ دھونے کے بعد وہ ہوٹل میں دیش بن گئی، لیکن یہ ملازمت بھی جلد ہی باقی رہی۔ جتنی سرعت سے اسے کوئی کام مناسف نظر آیا اتنی ہی سرعت سے وہ برطرف بھی کر دی جاتی تھی۔ سو لگ کر ملازمت ترک کرنے کے بعد اس نے سامان اور اہل خانہ والی مٹین پر کام کیا، پھر ایک کپڑوں کی دکان پر ملازمت کی اور اس کے بعد ایک ڈپارٹمنٹ اسٹور ایک مین

فیکٹری میں کام کیا۔ ایک تصاب کی دکان میں مرنے جاتے تھے۔ ان ملازمتوں کے درمیان عرصے میں وہ سڑکوں پر اس قدر آوارہ گردی کرتا رہا کہ دیلفیئر ڈپارٹمنٹ کی نظروں میں آگئی۔ چنانچہ اس ڈپارٹمنٹ کی دو عمر نو لے اس کے لیے کم بھڑ بھڑ دلے مکان میں رہنے کا انتظام کر دیا تاکہ وہ بے کاری کے دنوں میں دہلی قیام کر سکے۔ بیکاری کا الڈنس لینے کے لیے اسے ہر ہفتہ دیلفیئر ڈپارٹمنٹ جانا پڑتا تھا۔

بظاہر گستاخ اور سرکش نظر آنے والی اتھلیا، اب شرمیلی اور اندر سے کھل چکی ہو گئی تھی۔ وہ عزت کی زندگی گزارنے کی آرزو مند تھی۔ اسے اب بھی گیند کے کھیلوں اور نغمے سے تعلق چھٹی جاتی۔ جب تک اسے احساس رہا، وہ موسیقار بننے کی خواہش کرتی رہی لیکن موسیقی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس سرمایہ کہاں تھا؟ اور گیندوں کو بکریٹ سے منسوب لگا کر وہ اپنی روزی کہاں حاصل کر سکتی تھی؟

۱۹۴۲ء کی گرمیوں میں فریڈ جانسن نے اتھلیا کو نیویارک اسٹیٹ اوپریا میں شپ کے لیے شوق کرایا شروع کر دیا۔ یہ سچ تقریباً تمام نیگرو امریکن میس ایسی ایشیوں کی جانب سے اسے کوسلوپوٹھ کلب میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ یہاں اسے لڑکیوں کے ایک نفی کھیل میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اس نے چھٹی شپ سمیت لی۔ اتھلیا کے کھیل سے متاثر ہونے والے نوجوانوں نے اسے میس جاری رکھنے کی ترغیب دلائی۔ لیکن وہ سب جو کہ تعلیم شروع کر چکی تھی۔ اور جنگ نے ہر شخص کو میس کے میچوں سے زیاں اہم کا سونا کی جانب متوجہ کر دیا تھا۔

اتھلیا کی اٹھارویں سالگرہ کی تاریخ اور دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کی تاریخیں تقریباً ایک ہی تھیں۔ اس سال گرہ کے کچھ ہی عرصہ بعد اسے سماجی کارکنوں کی نگرانی زیریں میں کی ملازمت مل گئی۔ اور اس نے اپنے نئے دوست بنائے۔ ان نئے دوستوں میں ریڈ، اور سوگرے دو بہن شامل تھیں۔ بہت سے لوگوں کی رائے تھی کہ سوگرے نامی ذہنیت کا آدمی تھا۔ جو ہر کاروں اور گھرے رنگ کی کپڑا لاکھ کاروں پر ردیہ پانی کی طرح بہاتا تھا۔ لیکن اتھلیا تو اس سے کو جانتی تھی جو اپنی سرشت اور کوشش سے دوستوں کا دل جیت لیا کرتا تھا۔ اسے اتھلیا کو ایک سیکس فون پیش کر کے اس کے موسیقی کے ذوق کو

۱۹۴۶ء میں انتھیا کو دلہن خورس کا ٹیچ، اوہیو کے بچوں میں حصہ لینے کے لیے سفر کا اہتمام کیا۔ اس نے پیشہ کرنے۔ انتھیا نے ان میچوں میں بہترین ربط و ضبط اور گہرے بھرپور احساس کا مظاہرہ کیا۔ لیکن فائنل میں وہ ہار گئی۔ اسے ٹی، اے کا ایک نمائندہ بھی دیکھنے کے لیے نیویارک سے آیا تھا، اس نے انتھیا کے متعلق اپنی رپورٹ میں تحریر کیا کہ اسے ان کے مزید تعاون کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ انتھیا اپنی اس شکست پر بے حد دل گرفتہ تھی اور یہی تھی کہ اس شکست سے اس کے فیس کے ذوق کی راہیں مسدود ہو جاتی تھیں۔

لیکن اس کا کھیل اتنا عمدہ تھا کہ درزشی کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والے دیگر مددگار اس سے متاثر ہو کر بغیر زرہ سکے۔ یہ مددگار تھے دمنگٹن (شالی کیلورینا) کے ڈاکٹر ہاربرٹ اے۔ ریٹن اور پیج برگ (درجینا) کے ڈاکٹر ہاربرٹ جانسن۔ جب ان دو دانشمندانہ انتھیا سے گفتگو کی تو بات چیت کے دوران میں اس کی تعلیمی کے متعلق تشویش ظاہر کی۔ انتھیا نے اسکول کی تعلیم اور فیس کی ضرورت میں کبھی کوئی تعلق محسوس نہیں کیا تھا۔ لیکن ان دونوں ڈاکٹروں نے اس پر پس منظر اور علم و عمل کی ضرورت کو آشکار کیا۔

گفتگو کے خاتمے پر انہوں نے انتھیا کو ایک مشفقانہ پیشکش کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اسکول کے دنوں میں دمنگٹن میں ڈائریکشن کے گھر میں رہ سکتی ہے، اور دمنگٹن انڈسٹریل اسکول میں داخلے سکتی ہے۔ گرمیوں کی چھٹیاں وہ ڈاکٹر جانسن کے ہاں گزار سکتی ہے۔ اور ڈاکٹر جانسن چھٹیوں میں اسے فیس کے اہم ترین ٹورنامنٹوں کا دورہ کرایا کریں گے۔

انتھیا نے گوئن دون حضرات کی ہمدردیوں کا شکریہ ادا کیا، لیکن ان کی پیشکش کو فوری طور سے قبول نہیں کیا۔ اسے شہری زندگی پسند تھی، اور انیس برس کی عمر میں اسکول میں داخلہ لینے سے اسے اپنی زندگی ویران ہوتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پارلیمنٹ میں اسے تنہائی سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس نے سوچا کہ کیا وہ دمنگٹن میں تنہائی کی زندگی گزار سکے گی؟ جب اسے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، وہ ردینس سے مشورہ لیا کرتی تھی، چنانچہ اس موقع پر بھی ہمیشہ کی طرح وہ ردینس کے پاس گئی۔

رستے نے اس سے کہا، "مختصر ہی بہت تعلیم حاصل کرنے کے بعد خواہ تم کچھ بھی کر دے
اسے بہتر طریقہ پر انجام دو گی۔"

رستے کے مشورے کے مطابق انھوں نے فیصلہ کر لیا اور دونوں ماحقوں میں گئے کی
ایک اچھی سہولت، گلی میں ایک فیتے سے بندھا ہوا اپنا سیکس فون ڈالے، دنگن
جانے کے لئے گاڑی پر سوار ہو گئی۔ گاڑی کی ایک سیٹ پر پرے پرے وہ تمام رات یہی
سوچتی رہی کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے۔ ایک نئے گھر میں جلنے کی خوشخبری کے سہ
اطمینان نہیں ہو رہا تھا۔ اور وہ تذبذب میں مبتلا تھی۔

دنگن کے اسٹیشن پر اس کے استقبال کے لئے ایک شو فرم موجود تھا۔ اسے دیکھ کر
انتھیا کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ اور وہ اس کے ہمراہ ڈائری ہوٹل - اسے بچپن کے
مکان پر پہنچ گئی۔ اسے اپنا کمرہ پسند آیا۔ لیکن خلافت توغ اسکول بے حد برا تھا۔ جب
وہ اسکول میں داخل ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ اسے جو کچھ تعلیم حاصل کر رہی تھی، وہ دنگن
کے اسکول کے ساتویں درجہ کے برابر ہے۔ تاہم روٹن ہائی اسکول میں اسے تالیفیت میا کے
امتحان کی بنیاد پر عارضی طور سے یونیورسٹی کورس کے دوسرے سال میں داخلہ مل گیا۔ انتھیا
جب پہلی بار اپنی کلاس میں داخل ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو پانچ فیت، دس انچ سے بھی
زیادہ لمبا محسوس کیا، اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ انیس برس سے زیادہ عمر کی ہے
اسکول کے ابتدائی دنوں میں کئی بار اس نے خود کو احساس دلایا کہ تعلیم انسان کو
بلند مرتبہ بناتی ہے۔ اسکول میں وہ اپنی لگن اور اپنے احوال کے سبب باقی طالب علموں سے
الگ تھلک رہتی تھی۔ اسی وجہ سے اس کے ہم جماعت اسے چڑچڑی، بھونڈی اور
عجیب و غریب لڑکی سمجھنے لگے تھے اس سے اسے رنج بھی ہوا، لیکن اس نے ہائی اسکول کے
مارچنگ بیڈ اور ایک شترک رقص میں سیکس فون بپا یا اور باسکٹ بال کے کھیل میں
ایک ہمارن کا مظاہرہ کیا کہ اسے اسکول کی ٹیم کا کپتہ منتخب کر لیا گیا۔

اپنے نئے گھر میں انتھیا کو وہ تمام حقوق ملے جو بچوں کو اپنے گھر میں حاصل
ہوتے ہیں۔ مسٹر رٹن نے اس کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے بنائے، اسے آداب و

شائستگی اور بنے منور سنے کے طریقے سکھائے۔ ڈاکٹر ریش نے انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ اس پر کچھ پابندیاں لگائیں۔ انہوں نے امتحیا کو سمجھایا کہ لوگ کھانے کے وقت باقاعدہ اپنے گھر لوٹ آتے ہیں۔ کوئی طالب علم اسکول سے نہیں بھاگتا اور نہ کوئی ساری ساری رات گھر سے باہر رہتا ہے۔ چنانچہ اس تربیت کا دم سے امتحیا کا اہل زمین ختم ہو گیا۔ اس میں باضابطگی پیدا ہو گئی۔ اور اسے دوسرے کے ساتھ نبھانے کا فن بھی آ گیا۔

امتحیا کو دلنگش میں جو غیر معمولی مسرتیں نصیب ہوئیں، ان میں زمین کے ذاتی ٹینس کورٹ کے کھیلوں میں حصہ لینے کی مسرت بھی شامل تھی۔ زمین کے یہاں دلنگش کے بہترین کھلاڑی ٹینس کھیلنے آیا کرتے تھے۔ امتحیا نے اس سب کو شکست دی۔ تنہائی کا یہ ماحول اس قدر ناگوار نہیں تھا، جتنا وہ اس سے خوف زدہ تھی، تاہم بسوں کے عقبی حصے میں سوار ہوتے ہوئے اور سینما گھروں میں بالکونی میں بیٹھے ہوئے وہ خود کو ایک طرح فردوں سے کم تر محسوس کرنے لگی تھی۔ یہ احساس کمتری کبھی پہلے اس میں نہیں تھا۔ بعض اوقات وہ اپنے عزیزوں سے ملنے کے لیے بیٹاباب ہوا کرتی تھی۔ ایسے موقع پر جب وہ اپنے باپ کے ردیہ کے متعلق سوچتی تھی تو اسے کسی قسم کا ہیر محسوس نہ ہوتا تھا، وہ سوچتی تھی کہ باپ کو تو خود اس نے اذیتیں پہنچائی ہیں۔

گرمیوں کے دنوں میں امتحیا ڈاکٹر جانسن کے یہاں لنچ برگ چلی گئی۔ وہاں اس نے سیدکانی بالکونوں والی ایک ایسی مشین پر ٹینس کی مشق کی جو ٹینس کی ٹینڈ کو انتہائی برق رفتاری سے نیٹ کے اس پار پھینکا کرتی تھی۔ پتیلے، دبے اور پستہ قد ڈاکٹر جانسن فٹ بال کے کھلاڑی رہ چکے تھے۔ اے، ڈی، اے کے کھیلوں کے لیے وہ کھلاڑیوں کو اپنی بیوک کار میں بٹھا کر اپنے محلے کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے موسم گرما میں امتحیا دلاؤ سے کنیا سٹی تک تمام ٹورنامنٹوں میں شرکت کی۔ ان مقامات پر ۱۰۵ ڈگری تک گرمی پڑتی تھی۔ ان ٹورنامنٹوں میں امتحیا نے اپنے انفرادی کھیل میں نو اعزاز حاصل کئے، جن میں ۱، ۱، ۱، ۱، ۱ کا نیشنل دیمن جونیئر شپ کا اعزاز بھی شامل تھا۔

انتھیا گیند کی سیل ضرب اور اونچی مار سے زیادہ دائی پیچ سیکھ چکی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ نصیحتوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی سرکشی، تنک مزاجی اور آنکھوں میں پریم کی تابو پاتی جا رہی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ٹینس کے لیے خود صلی، مقبول پسند اور صاحب کردار ہونے کی ضرورت ہے، اور اس کے ساتھ ہی ہنر اور قوت بھی لازمی عناصر ہیں ٹینس میں وہ جس میعار اور شائستگی کی حامل ہو چکی تھی، اسی میعار کے ساتھ اس نے

اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ ۱۹۴۹ء میں اس نے ہائی اسکول سے امتحان پاس کر لیا اور اپنی کلاس میں دسویں نمبر پر آئی۔ اس کے بعد اس نے اپنی زندگی اور ٹینس کو سی میعار کی منزل تک پہنچانے کی شدید خواہش کے زیر اثر ذہنیہ حاصل کرنے کی درخواست دے دی۔ چنانچہ ٹیٹل اس جی کے فلوریڈا۔ اے اینڈ ایم کالج نے اسے دلفیڈ دینا منظور کر لیا۔

انتھیا موسیقی میں اعزاز حاصل کرنا چاہتی تھی، لیکن اس کے شعبے کے مشیر نے یہ کہہ کر اس کا حوصلہ پست کر دیا کہ پچیس برس کی عمر میں موسیقی کی ابتداء بعد از وقت ہے۔ اسے موسیقی کی تربیت کافی ہنگی چڑے گی۔ اور موسیقی کے ساتھ ٹینس کا اشتراک اچھا نہیں رہے گا۔ انتھیا مایہ ناز کی انجمن 'انفا کپا انفا' کی بھج ممبر بنی۔ لیکن اس کا بیشتر وقت پڑھائی اور ٹینس میں ہی صرف ہو جاتا تھا، اور ان مصروفیات کے لیے اسے زیادہ سے زیادہ وقت درکار تھا۔

کالج کے تمام طلباء سخت ضابطوں کی وجہ سے اپنا زیادہ وقت کالج کے احاطے میں ہی گزارتے تھے۔ لڑکیوں کو جفتے میں تین بار اور بعض اوقات اتوار کے دن دوبارہ یا گھر سے نیلے کپڑے اور سفید بلاؤز پہن کر کالج کے کلیسا میں عبادت کے لیے آنا پڑتا تھا۔ تفریح کے لیے کالج کے سینما ہال میں ہی فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ پٹن اوکل کالج کے کمرٹی میں ہی کھیلا جاتا تھا، اور مختلف موقوفوں پر جم خانے میں اسی رقص کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔

۱۹۵۰ء کے شروع میں نیشنل انڈرس ٹورنامنٹ ہوا، جس میں انتھیا فائنل

میں نہیں شیخی سے شکست کھا گئی۔ لیکن ٹیپلا ایسی دایا پنچ گھر اس نے چپوں کے طور پر اپنے استقبال کے لیے لوگوں کو منتظر پایا۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کالج کے صدر نے اس کا استقبال کیا اور اسکول بینڈ اس کے آگے آگے بجاتا ہوا چلتا رہا۔ استقبال کرنے والوں نے کالج کے احاطے پر بورڈ لگا رکھے تھے، جن پر یہ عبارت درج تھی، ”اتھلیٹک کالج کے گھر واپس آنا سہارک ہو۔“ اس خبر میں اپنا بیت کا جو جذبہ تھا، اس سے اتھلیٹک انٹیلیجنٹ شادماں ہوئی۔

اتھلیٹک اس کی کھالت کرنے والوں کو امید تھی کہ اس فائنل میں شکست کے باوجود اتھلیٹک کو یونائیٹڈ سٹیٹس لان ٹینس ایسوسی ایشن موسم سرما کے ٹورنامنٹ میں شریک کرے گی کہوں کہ اتھلیٹک نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ ٹورنامنٹ فورسٹ ہلز (نونگ آف لینڈ) میں ہوا کرتے تھے، جو مغربی دنیا میں ٹینس کا اہم ترین مرکز ہے۔ لیکن اس عام موقع کے باوجود اتھلیٹک کو ان ٹورنامنٹس پر شامل ہونے کے لئے کوئی دعوت نامہ موصول نہیں ہوا تھا۔ پھر غیر متوقع طور پر اتھلیٹک کی معاونت کا بیڑا ٹینس کے ایک عظیم کھلاڑی، لانس ماربل نے اٹھایا۔ لانس ماربل کو چیمپئن شپ حاصل کرنے کے لیے خود بھی کچھ مایوس کن تجربات ہو چکے تھے۔ اس نے امریکن لان ٹینس، کے حوالے، ۱۹۵۰ء کے شمارے میں لکھا کہ اگر اتھلیٹک کا کھیل ٹینس کی خواہش کھلاڑیوں کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے، تو دینا سنڈری کا اتفاق مایوسی ہے کہ اس کے چیلنج کو کھیل کے میدان میں منظور کیا جائے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد اتھلیٹک کو اطلاع ملا کہ اگر وہ فورسٹ ہلز کے نیشنل ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے درخواست دے تو اس کی درخواست منظور کی جاسکتی ہے۔

اس خبر سے اسے انتہائی خوشی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ فورسٹ ہلز کے کھیل میں شرکت کرنے والی پہلی نیگرو عورت ہوگی۔ لیکن ساتھ ہی وہ خبر داہ بھی ہو گئی اور اس بات پر غور کرنے لگی کہ طویل المدت میں اس کا رویہ عمل کیا ہوگا؟

ٹورنامنٹ کے دوران میں اتھلیٹک نے ہارلیم میں اپنی سہیلی رے صوڈا اسمتھ کے یہاں قیام کیا۔ فورسٹ ہلز اس کے قیام کی جگہ سے صرف پندرہ میل کے فاصلے پر

تھانکے وہاں پہنچنے کے لئے اسے ایک ہاتھ میں سامان کا قبلا اور دوسرے میں ٹینس کے دوریلیٹ سنبھال کر، سسٹھ ایویو کے زمین دوز اسٹیشن تک پیدل جانا پڑا تھا، پھر راستے میں اسے گاڑی بدلتی پڑتی تھی، اور پھر دیٹ سائٹریٹس کلب تک پہنچنے کے لئے تین بلالوں کا سفر پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔

جب وہ دس دنوں کے سفر میں پہنچا تو بہت سے سوالات اس کے ذہن میں ابھرائے۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے ہاریم سے فورمیت ہلز تک پہنچنے کے لیے وقت اور فاصلے کے اعتبار سے اسے میلوں اور برسوں کی مسافت طے کرنی پڑی ہے، اور اس سفر میں اس کا یقین ٹک گیا ہے۔ لائن جس نہ صرف ہاتھ پیروں کا کھیل تھا بلکہ اس میں دل و دماغ بھی لگا پڑتا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا وہ اس خوبی، طاقت اور کردار کی حامل ہے، جو ٹینس کے اتنے بڑے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے ضروری ہیں۔

جب وہ کھیلنے کے لئے لائن میں پہنچا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے لائن میں دوسرے فریق کی مہارت اور دائیں پیچ نقش ہیں، لیکن انتہی کوشش کی ذمہ سوار تھی، چنانچہ وہ فائنل تک پہنچ گئی۔ گو اسے اپنی کامیابی پر غرور تھا، لیکن فائنل میں جب اس کا مقابلہ لوئس بروڈ سے ہوا۔ جو اس وقت دسویں اور ۱۹۴۴ء کی یونائیٹڈ اسٹیس کی چیمپئن تھی، تو اس نے اپنے چہرے پر متانت کے آثار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ابتدائی جھجک ختم ہو جانے کے بعد انتہی نے لوئس بروڈ کی دایوں کی بوچھاڑ کا بڑی عمدگی سے مقابلہ کیا۔ لیکن سخت ترین طوفان برف و باران کے باعث کھیل درمیان میں ہی رُک گیا، اور مقابلہ اگلے روز کے لیے ملتوی ہو گیا۔

اس دفعہ سے انتہی کا اضطراب میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ دوسرے دن کے کھیل میں وہ پچھلے دن کا سائیزر طرز انداز برقرار رکھنے کے ناقابل نظر آخری تھی۔ چنانچہ وہ ہار گیا۔ اس روز ہاریم واپس آتے ہوئے وہ انتہائی دل گرفتہ تھی۔

اگلے سال موسم بہار میں اسے اینڈ ایم کالج کے اہتمامات ختم ہوتے ہی انتہی صبر بردار کسی سے ٹینس کی تربیت حاصل کرنے کے لیے ہیم ٹریک (مشین) پر دانا لگ گئی

جین ہو کسی ملک کے بہترین ٹینس کے کھلاڑیوں میں تھا۔ انھیں کی نظر دیمبلیڈن کی چیمپئن شپ پر مرکوز تھی، جو عالمگیر ٹینس کا 'سینٹرل کورٹ' شمار کیا جاتا تھا۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ انھیں کو دیمبلیڈن میں کھیلنے کے لئے مدعو کیا گیا ہے، تو جو اے یوس نے دیمبلیڈن کے لئے جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کا اہتمام کیا اور ڈیئر انٹ میں رہنے والے نیگرو باشندوں نے اس سفر کے لیے سات سو ستر ڈالر جیدہ میں جمع کیا۔

انھیں خوشی خوشی دیمبلیڈن کے سفر پر روانہ ہو گئی، لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ دیمبلیڈن کی فتح کیا معنی رکھتی ہے۔ یہاں اس کی ہار، بالوں سیوں کے ایک طویل سلسلے کی ابتداء تھی۔ ایک کھلاڑی کی حیثیت سے اس کے کھیل کے تناقض نے اس کے ہمدردوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس میں جسمانی طاقت کو کھیل کی بہتر مڈی کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کا حجام ہے یا نہیں۔ کھیلوں کے ایک مبصر نے اس کی اس شکست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا، "یہ ٹینس کی بہت بڑی شکست ہے۔"

اب انھیں کو کبھی کبھی ٹینس جاری رکھنے پر خوشی سے بڑھ کر تکلیف محسوس ہونے لگی تھی لیکن وہ خود پر جبر کرنے کے لیے ہمیشہ بہت دیر تک کھیل کی مشق کرتی رہی۔ پھر وہ اس کی مہارت کے لیے ہاریم کے ایک ٹینس کے استاد، سڈنی لیوسن کے پاس جانے لگی۔ سڈنی نے اسے بتایا کہ "ہر چیمپئن کی کامیابی کے پس پشت قربانیوں اور سخت ترین جدوجہد کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے۔" رفتہ رفتہ سڈنی کو یقین ہوتا گیا کہ انھیں بہر طور اعلیٰ امیاء حاصل کر سکتی ہے۔

اس نے انھیں کے ریکیٹ پکڑنے کے انداز کو تبدیل کر لیا، ادرا سے کلائی کے باوجود سے زیادہ استعمال سے، زیادہ بوجھ دار دار کرنے کا طریقہ سکھایا۔

بعض اوقات انھیں خود کو اٹھن میں مبتلا محسوس کرتی۔ اور بے دم ہو جاتی تھی۔ ۱۹۵۰ء میں ملک کے ٹینس کے کھلاڑیوں میں اس کا نمبر نوواں تھا۔ پھر ۱۹۵۳ء میں وہ فنی کر کے ساتویں نمبر پر آ گئی۔ تاہم ابھی تک اس نے غیر معمولی کامیابیاں حاصل نہیں

کا تھیں۔ وہ محسوس کرنے لگی تھی کہ بہت سی لڑکیاں کھیلوں میں حصہ تو لیتی ہیں، لیکن بانی کے طور پر دوسروں سے کھیل سیکھ اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں، اور نہ کبھی اپنی پسند کے کھیل کے ماہرین کا اطمینان حاصل کر سکتی ہیں۔ تو کیا، مجھے وہ بارہ سرف تعلیم کی طرف رجوع کرنا چاہیے؟

فلوریڈا کے ایڈوائس کالج سے ڈگری لینے کے بعد انتھیا کو میگزین سٹی (مسوری) کی لیکن یونیورسٹی میں جسمانی تعلیم کی تدریس کے لیے ایک آسانی پر مامور کر دیا گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اسے ایک اور شوارنگز مارمرلے کا سامنا ہوا، اور اسے کسی فیصلے پر پہنچنے پر مجبور کیا گیا۔ شکاری پیش آئی۔ بات یہ تھی کہ اسے فوج کے ایک کپٹن سے عشق ہو گیا تھا۔ جو برونوورسٹی کے آر۔ او۔ ٹی۔ سی یونٹ کا سربراہ تھا۔ اب انتھیا ٹینس میں زیادہ دل چسپی نہیں لے رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا اپنا گھر بن جائے۔ اگر وہ ٹینس کو مشوقیہ جاری رکھتی تو وہ محض جہاں گرد ہی کر رہ جاتی۔ اور اس کی آمدنی میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔

لیکن ٹینس میں وہ اپنا بیشتر وقت اور ذہنی سرمایہ اور حکی تھی۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ اور انتھیا نے ابھی تک کوئی بڑی فتح حاصل کر کے ان لوگوں کے اعتقاد کی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا تھا۔ اگر وہ ٹینس میں کسی چیز کی کوئی اہمیت سمجھتی تھی تو اسے ٹینس اپنی یکایک پیروی میں جانے والی سرد جہری کو ختم کرنا ضروری تھا۔ اس کی عراب انٹیس برسر کے قریب تھی۔ اس عمر میں تو بہت سے چیمپئن کھیلنا ترک بھی کر چکے تھے۔ اور اس نے اور کیمپن نے فیصلہ ہی کر لیا تھا کہ انہیں ایک دوسرے کا بہترین رفیق بننے کے لیے شاد کر لینی چاہیے۔

ملازمت کا دوسرا سال ختم ہوتے ہی انتھیا نے استعفیٰ دے دیا اور ایسٹ ہونگ کنی، جہاں سیڑنے اسے فوریٹ ہلز فور نامزٹ کی تیاری کے لیے مشق کرانی شروع کر دی۔ لیکن انتھیا نے اس سے کہا کہ، "اگر مجھے ٹینس کا ہنر آ گیا ہوتا تو میں اب تک چیمپئن بن چکی ہوتی۔"

مشق کے دوران میں سید نے انتھیا کے ناقابل اندازہ، نامکافی دار کو روک

ہوئے سمجھایا، " تمہارے سامنے ایک عظیم مستقبل موجود ہے۔ " پھر اس نے اٹھیا کو
قدروں کے استعمال کے متعلق بتاتے ہوئے کہا کہ ٹینس میں قدموں کی حرکت کا مطلب تیز
رفتاری نہیں، بلکہ لچک اور پھرتی ہوتا ہے۔

اٹھیا اس بار بھی فورسیٹ ہلز میں کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ لیکن تھابے کے
بجدرسٹریں دل میک مان اس کے پاس آئے اور اٹھیا سے کہا کہ اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ
ٹینس کے امریکی کھلاڑیوں کی ایک ٹیم کو جنوب مشرقی ایشیاء کے خیر سگالی ددے پر کچھ مینا چاہتا
ہے۔ انہوں نے اٹھیا سے دریافت کیا کہ کیا تم اس ددے پر جانا چاہتی ہو؟
سٹریں دل میک مان اس وقت دیسٹ سائنڈ ٹینس کلب کے صدر اور یونائیٹڈ
اسٹیشن لائی ٹینس ایسوسی ایشن کی ایک اہم شخصیت تھے۔

اٹھیا نے فوراً پلٹ کر سٹریں دل سے پوچھا، " کیا آپ مجھے بے وقوف بنا رہے
ہیں۔؟ " اس کا خیال تھا کہ اس کا کھیل اس قسم کے احترام کا مستحق نہیں تھا۔
سٹریں دل نے کہا، " نہیں، میں صبح کہہ رہا ہوں۔ "
" تو میں اس ٹیم میں ضرور شامل ہوں گی۔ " اٹھیا نے جواب دیا۔

اس نے اندازہ لگایا کہ ایک ایسے وقت میں، جب امریکہ کے بین الملکی نسلی اختلافات
بیرودن جات میں امریکہ کے دھار کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں، سیاسی نقطہ نظر سے اس ٹیم میں
ایک دیگر کو شامل کرنا بہتر سمجھا گیا ہو گا۔ لیکن اس میں سیاسی سوچہ بوجھ کہاں تھی؟ گورے
اپنے طبقے کے لئے کچھ کر کے خوشی حاصل ہوتی تھی، لیکن وہ نسلی امتیاز کے خلاف کسی جہاد میں
شامل نہیں رہی تھی۔

اٹھیا کو نپہر چلا کہ اس سفر میں ہم رچرڈ سس، بوب پیری اور کیرول فیگروڈس اس کے ساتھ
ہوں گے۔ اس نے سوچا کہ سفر پر نام کیرول، یعنی خوبصورت ہے، اتنی ہی پر خلوص بھی ہے۔
اس کے ساتھ سفر بہت اچھا لگے گا۔ سفر پر رمانٹی سے ددے روز قبل ٹیم کے تمام ممبران نے
دینڈر بلڈ ہوٹل میں اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے
دوران میں ایک نمائندہ نے اٹھیا کو آگاہ کرتے ہوئے کہا، " ہو سکتا ہے کہ آپ سے امریکی

نیگرو عوام کے متعلق بہت سے سوال کئے جائیں۔ اپنے جواب میں آپ دہی نہیں جھکپ کے نزدیک درست ہو۔ لیکن ایسے موقعوں پر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ آپ ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں۔“

اس سفر میں بعض اوقات انتھیا کو یہ ذمہ داری شدت سے محسوس ہوئی کہ اسے ہر موقع پر صبح کام کرنے اور صبح بات کہنے کی کوشش کرنی ہے، اس لئے کہ وہ ریاستہائے متحدہ کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ تاہم اس نے اطمینان بخش اور قابلِ تحسین انداز میں یہ ذمہ داری نبھائی۔ اور اس کے اس احساس نے اسے ادب بھی زیادہ بہتر کھلاڑی بنا دیا۔ جنوب مشرقی ایشیا کے کھیلا نام بچوں نے انتہائی احترام کے ساتھ انتھیا کا کھیل دیکھا، اور سیاہ نسل کے بالوں نے اسے دیکھ کر انتہائی حیرت محسوس کیا۔

اس سفر میں انتھیا نے بہت اچھا وقت گزارا۔ تجربات اور خوش گوار لمحات نے ٹینس کے مقابلوں کو ادب بھی زیادہ پُر لطف بنا دیا۔ برما میں یونائیٹڈ ٹینس انفارمیشن سوسٹی کی جانب سے دی گئی ایک اعزازی دعوت میں انتھیا نے مشرقی طرز کے کھانے، جھینگے اور شارک کے کھیلے وغیرہ کھائے۔

ہندوستان میں اس ٹیم کا شاندار استقبال کیا گیا۔ گندی رنگ اور مجنت کے جذبات سے لبریز آنکھوں والی ہندوستانی خواتین نے ٹیم کے ممبران کو اپنے گھروں میں مدعو کیا۔ انتھیا اور کیرالی وغیرہ کی چادلوں سے لے کر ساڑیوں تک، ہر چیز سے خاطر ہارات کیں۔ نئی دہلی میں انتھیا نے یک نفری کھیل کا پہلا اعزاز، آل انڈین چیمپئن شپ کی صورت میں حاصل کیا۔ اس کے دو ہفتے بعد کلکتہ میں اس نے، آل ایشیائی ٹورنامنٹ میں اعزاز حاصل کیا۔

سفر کے دوران میں جب انتھیا سے امریکی نیگرو عوام کے متعلق سوالات کئے گئے تو اس نے کہا کہ ان کے کچھ مسائل ضرور ہیں لیکن ایسے مسائل تمام ریاستوں اور تمام ممالک پر تمام افراد کو پیش ہیں۔ ”مجھے یقین ہے کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو حل ہو جائے گا۔“

انچی بات ختم کرتے ہوئے وہ اپنی رائے کا اظہار اس انداز میں کرتی تھی۔ اس سفر

میں اٹھیا کو عسوس ہوا کہ پیشانی عوام، اپنے خوف و ہراس مامیوں اور مسائل کے اعتبار سے امریکی عوام سے انتہائی مماثلت رکھتے ہیں۔

یہ دورہ انتہائی کامیاب رہا۔ ۱۰ اور ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو کولمبو (سیلون) میں ختم ہوا۔ اٹھیا کو امید تھی کہ اس سفر میں اس نے اپنے اداسے ملک کے بہت سے دوست بنائے ہیں۔ کولمبو سے وہ ہمشاک ہوم کے لیے ہوائی جہاز پر سوار ہو گئی، جہاں وہ ۱۹ جنوری کو ایک ٹورنامنٹ میں کھیلنا چاہتی تھی۔ کیرول ٹولس۔ ڈورف (جونیٹک اس کے شریک سفر رہا۔ اسے ڈول ٹولس میں اپنے ایک دوست سے ملنا تھا جو وہاں ایک فوجی چوکی پر مامور تھا۔ طوی سفر میں ایک ساتھ رہنے کے بعد جدا ہوتے ہوئے یہ دونوں ہیلیاں اس ہو گئیں اس کے بعد اٹھیا سویڈن، جرمنی اور مصر میں کھیلی۔ ہر جگہ اس سے ملاقات کے لئے لوگوں کے ہجوم جمع ہو جاتے تھے، اور معززین اس کے اعزاز میں مصر نے منعقد کرتے تھے، لیکن اب اٹھیا ایسٹ ڈیپارٹمنٹ کی ماتحتی سے تنگ نہ لگی تھی۔ گھر کی یاد اور انتہائی اسے اپنی طرح ستانے لگی تھی۔ اسے کسی لیے رفیق کی آرزو تھی، جس پر وہ تسلط کر سکے۔

وہ پیرس آ گئی۔ یہ شہر اسے بہت خوبصورت اور رنگارنگ لگتا تھا، لیکن خلائق توقع سے پیرس میں کوئی نیا پیموس نہیں ہوا۔ یہاں پہنچ کر اس کی انتہائی کا احساس اور بھی بڑھ گیا۔ اس میں انجیل اور ٹیم کو ہر اکڑ اس نے ٹرانس کی چھٹی شپ بھی جیت لی۔ وہ اس اعزاز حاصل کرنے والی پہلی نیگرو خاتون تھی۔ دنیا بھر میں ایک نفوذ شینس کی کوئی بھی چھپیں شپ مل کرنے کے لیے ٹرانس کی چھپیں شپ حاصل کرنا ضروری تھا۔ آج کل ٹرائی سوزین میں کپ تھی۔

اس کے بعد ویمبلیڈن کا نمبر تھا۔ رنگوں سے لندن تک اٹھیا اپنے ملک کی نمائندگی کا احساس کو جگانے رہی تھی۔ اور اس نے انعقادہ مقابلوں میں سے سولہ مقابلوں فتح حاصل کی تھی۔ چنانچہ ویمبلیڈن میں اس کی جیت پر لوگوں نے شریکین نگار بھی جنس اس مقابلے میں وہ شریک خرائی سے شکست کھا گئی۔ اٹھیا کی اس غیر متوقع شکست سیلون کے ناقدین نے مختلف قسم کی دغا حقین پیش کیا۔ کسی نے کہا، "اٹھیا ابھی تک

کبیل کی حکمت عملی کی ماہر نہیں ہوئی ہے۔

ایک دوسرے ناقد نے تجزیہ کیا، ”انتھیا بھیر سے گھبرا جاتی ہے۔“
انتھیا نے اپنی شکست کو بڑی شدت سے محسوس کیا، اسے اپنے آپ پر غصہ بھی
آیا، لیکن اس نے انشردیہ لینے والوں سے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ گفتگو کی۔ ”سردے
گرینک“ نے اس کی شکست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا، ”ایک یا تک جو مالی طوفان کے
ساتھ شکست کھا گئی۔“

بعد ازاں جین شپ کے لیے اپنی استعداد بڑھانے کے بعد انتھیا نے محسوس کیا کہ
اس ناکامی کے باوجود اگر اسے دوبارہ دسلیڈن میں مدعو کیا گیا تو وہ یہ اعزاز ضرور
حاصل کرے گی۔ پھر انتھیا اپنے گھر واپس آگئی۔ اس کے والدین کو اس کی اس شہرت پر
بے انتہا فخر تھا جو اسے عالم گیر دورے کے سبب حاصل ہوئی تھی۔ اس سفر کی قابل فخر
یادگاروں میں بعض تحریریں بھی شامل تھیں۔ مثلاً مانڈلے میں پبلک انفرس کے انسر مشنرل
سپر کی تحریر، جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ ”آپ نے اس کی روایات اور مقاصد کی
بہت مدقت کے لئے جو کچھ کیا ہے، میں اس کی قدر کرتا ہوں۔“

انتھیا اپنے ملک میں اور دوسرے ممالک میں کچھ کامیابیاں حاصل کر چکی تھی، لیکن
ایشیا اور آسٹریلیا کے دورے سے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ
۱۹۵۶ء اس کا نہیں بلکہ شرے ڈرائی کا سال ہے۔ وطن واپس آ کر اس نے دوبارہ سیڈف
ہیوٹلیس سے ٹینس کی مشق شروع کر دی۔ سیڈف کو انتھیا پر اب بھی غیر معمولی اعتماد تھا۔ اس
تقدیر سے انتھیا نے ٹینس میں اپنے قدموں کی حرکت اور وقت کے اندازے کو درست کیا
سیڈف نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا، ”اس بات کو ذہن میں رکھ کر کیلو کو جین شپ کے
حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ ضروری ہے۔ تمہاری گیندیں جانی چلیے جہاں تم اسے
پہنچانا چاہتی ہو۔ اس کے علاوہ کیس نہیں جانی چلیے۔“

ٹینس کی جانفشانی شوق کے درمیان انتھیا کو نئے کلیئر (نوجوسی) میں روزمرہ
ڈربس کے یہاں تفریح کے لیے چلی جاتی تھی۔ روز میری سے انتھیا کی ملاقات نیگرا

ٹینس ایسوسی ایشن کے ٹورنامنٹ کے درمیان ہونی تھی۔ یہ دونوں سہیلیاں آپس میں مل کر گھریلو کام کا ج کرکٹ، ٹینس یا ٹینس کھیلتیں اور اپنی پسند کے ریکارڈر سنا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی انھیں روز میری کے بھائی ولیم کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے بھی چلی جاتی تھی۔

جوں جوں دمبلیڈن کے مقابلے کا وقت قریب آتا گیا۔ انھیں کو یقین ہوتا گیا کہ وہ اس بار ضرور فتح حاصل کرے گی۔ ورنہ وہ کبھی اس مقابلہ میں شریک نہ ہوگی۔ اس کی کامیابی نہ صرف کھیل کی حکمت عملی پر، بلکہ اس کی اندرونی انگ پر منحصر تھی۔ میڈیٹیشن سے کہا، ”وہ خیالات جو تمہارے ذاتی ٹیپ ریکارڈ پر محفوظ ہوتے ہیں، شکلات کے ذائقہ جیسا دیتے ہیں۔ وہ خیالات تمہاری مدد بھی کر سکتے ہیں اور تمہیں شکست بھی دلا سکتے ہیں۔“

انھیں چونکہ ایک تسلیم شدہ بین الاقوامی کھلاڑی تھی۔ اس لیے جب وہ جلالی میں دمبلیڈن کے لیے روانہ ہوئی تو اس کے افراتاجات یونائٹڈ اسٹیٹس لائن ٹینس ایسوسی ایشن نے برداشت کیے۔ میچ کے پہلے دو جب وہ، لندہ کے اطراف میں ٹینس کورٹ میں پہنچی، تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس بار تمام عوامل پہلے سے مختلف ہوں۔ اس نے دل چسپی کے ساتھ نظر اٹھا کر دیکھا کہ بارہ گوشی اسٹیڈیم میں ہر طرف ہزاروں آدمی جمع ہو رہے تھے سب کی نظروں درمیان میں بنے ہوئے ٹینس کے میدان کی جانب تھیں۔ مجمع کا ایک طویل سلسلہ تھا جن میں رنگین گولٹ پہنے ہوئے اسکول کے لڑکوں سے لے کر چائے کا سامان اچی ٹوکریوں میں لیے ہوئے سفید بالوں والی عمر فراتین تک شامل تھیں۔

ابتدائی رائڈ اس نے بے بسیاں حیرت لیے، لیکن یہ فائیل میں انھیں کو لمبی ترنگی کرشائیں ٹورن کا مقابلہ کرنا تھا۔ کرشائیں کی عمر اگرچہ صرف سولہ برس کی تھی۔ لیکن انگلستان کو بڑوں کی بد کرشائیں جیسا کھلاڑی میسر آیا تھا۔

”اسے تو میں ہرپ کر جاؤں گی“ کھیل شروع ہونے سے قبل انھیں بے مزاج انداز سے کہا تھا، ”اور وہ واقعی کرشائیں کو ہرپ کر گئی۔“

فائیل میں اسے شکست ڈار میں ہار ڈکا مقابلہ کرنا تھا، جو اس مقابلے کے بے میس تھا۔ اور انھیں ہر حادی ہوتی نظر آتی تھی۔ جیسے ہی شکست ڈار میں میئر کورٹ کے اس پر تکلف

میدان میں داخل ہوئی جو صرف ٹورنامنٹ کے لیے استعمال ہوتا تھا، اتھلیا اس موقع کی ڈرامائی نوعیت اور غل فیارٹے سے متعلق ہو گئی۔ رائل بکس میں فوجی مبصر اور غریبی اہم شخصیتوں کے علاوہ انتہائی آراستہ و پیراستہ پوشاک میں انگلستان کی ملکہ بھی تشریف فرما تھیں اس دن بہت گرمی تھی۔ اور درجہ حرارت تقریباً سو درجے تک پہنچا ہوا تھا لیکن ہمارے ہائیڈریٹنگی اور اتھلیا کو ٹینس کھیلنے ہوئے آج سے زیادہ مزہ کبھی نہیں آیا تھا۔

سب سے پہلے اتھلیا نے ٹاس جیتا۔ اپنے ہونیٹوں کو بھینچ کر اس نے قوت اور اعتدال کے ساتھ گیند کو ضرب لگائی۔ گیند کا درجہ حرارت درست رکھنے کے لیے سے ریفری جرمیٹریں رکھا گیا تھا۔ پہلے ہی وار سے مجمع نے اتھلیا کو دلوانی شروع کر دی یہ لوگ اس سے بے خبر تھے کہ اتھلیا کے اس کھیل کی پشت پر اس کی مسلسل شق سر جو ہے اتھلیا نے رکے بنیر، پوری مستعدی کے ساتھ ایک مضرب چیتے کی طرح کھیل کے میدان میں تسلط جمایا۔ ڈارمیں کی تمام گونا گونا گویا بھی نقش ہوتی گئیں، کیوں کہ ٹیلی ویژن کیمرہ ایکسیک لیمہ کا کھیل محفوظ کرتا جا رہا تھا۔ دونوں کے کھیل کا کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ کھیل کے اٹھارہ جب اتھلیا ٹینٹ کی جانب دوڑی تو اس نے قواپنے آپ سے کہا، ”آخر، آخر میں نے جیت ہی لیا۔“

جب ڈارمیں نے آگے بڑھ کر اتھلیا کا بوسہ لیا تو اتھلیا نے اس سے کہا، ”تم بہت اچھا کھیلی ہو۔“

جب یہ دونوں مخالف فریق ایک ساتھ امپائر کی کرسی کی جانب مددگار نہ بننے لگیں تو کارکنوں کی ایک جماعت نے رائل بکس تک سرخ رنگ کا تالین بچھا دیا، کوئین الزبتھ رنگین لباس اور سفید ہیٹ پہنے ہوئے، انتہائی شان کے ساتھ چلتی ہوئی ٹینس کورٹ کی جانب آنے لگیں۔ اتھلیا نے کورنٹی بجالانے کے لئے جھکے ہوئے سر چاکر وہ خود بھی اس وقت کسی ایسی ملکہ سے کم نہیں ہے جو ابھی تک اس تک آنے کے لیے ماہ ہی میں ہے۔

میری جانب سے مبارک باد قبول کرو۔“ ملکہ نے ہاتھ ملاتے ہوئے انتہیا سے کہا، ”باہر بہت زیادہ گرمی ہے۔“

”جی ہاں، یورجمیشی، لیکن کم از کم میں نے تو ہواؤں کو جنبش دی تھی۔“ ملکہ نے انتہیا کو سونے کی ایک کشتی پیش کی، جس پر دس بیلیڈز کے تمام چمپینوں کے نام کندہ تھے۔ انتہیا دوبارہ کزنش بیا لائی اور واپس آگئی۔ آج اس نے وہ مقصد حاصل کر لیا تھا جس کے لیے وہ برسوں آرزو کرتی رہی تھی۔ اور جیسے ایک خواب کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ اخباری نامہ نگاروں اور فوٹو گرافروں نے انتہیا کو گھیر لیا اور اس پر سوالات کی پوچھاڑ کر دی۔

اس رات انتہیا نے دس بیلیڈز ہال پر ایک لمبکی طرح سکرانی کی۔ ڈیوگ آف ڈیون شائر نے اس کے ساتھ رہے، اور رقص کے موسیقاروں کی درخواست پر اس نے بھرپور اور بہترین آواز میں ایک مقبول عام گیت بھی گایا۔

جب اس سے کچھ کہنے کی درخواست کی گئی تو اس نے اپنی تقریر میں اپنے معاونین کو خواجہ عقیدت پیش کیا۔ جو تاج وہ پہنے ہوئے تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے انتہیا نے کہا کہ، ”خدا مجھے توفیق دے کہ میں اسے شان کے ساتھ پہنے رہوں۔ اس کا احترام کر سکوں اور جب میرے دل پر دے ہو جائیں تو میں خوشی کے ساتھ اس سے دست بردار ہو جاؤں۔“

اس تقریب سے فارغ ہو کر وہ انیلا بکسٹن کے کمرے میں واپس آگئی جہاں وہ قیام پذیر تھی۔ دایچی پر اسے ٹیلی گراموں کا ایک بنڈل موصول ہوا۔ یہ تارستان اور سیریل ہائی اسکول، سوگرے، گورنر ایوریل سیری مین اور ہڈ جنوں دوسرا خروٹے بھیجے تھے۔ ان میں ڈوائٹ ڈکا آئرن ہارڈ صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا پیغام بھی تھا۔ آئرن ہارڈ نے اپنے تار میں تحریر کیا تھا کہ وہ اس کے حوصلے، استقلال اور اس کی کاوشوں پر اپنی مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔

دو دن بعد جبہ التحق آئیڈیل ایرپورٹ پہنچی تو اخباری نمائندے، ریڈیو کے رپورٹر اور شہر کے اعلیٰ افسران اس سے ملاقات کے لیے ٹوٹ پڑے۔ لیکن وہ ہوائی

جہاز سے اترتے ہی اپنی ماں سے ملنے کے لیے دوڑ پڑی۔

اے۔ ٹی۔ اے کے ایگزیکٹو، منسٹر بریم۔ ایل بیکی کے یہاں ناشتہ کرنے کے کچھ عرصہ بعد، انتھیا انتہائی انبساط کے عالم میں اس گلی کی جانب روانہ ہوئی جہاں سے وہ بچپن میں گے سڑے شعلو بیکر خوش خوش اپنے گھر آیا کرتی تھی۔ جب اُس نے پرانے شکستہ مکان میں سے لوگوں کو انتہائی خوش و خرمش سے باہر آ کر خوش آمدید کہتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو چمک ائے۔ یہ لوگ اس بات پر انتہائی خوش تھے کہ انتھیا نے ایک بڑا کارنامہ کر دکھایا۔ انتھیا کا باپ تیسری منزل کی ایک کھڑکی میں سے جھانک رہا تھا۔ اُس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا، اردوہ ہاتھ ہلا کر انتھیا کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

انتھیا کے گھر واپس آنے کے دور و درمیان یارک میں ایک رداقتی اعزازی استقبالیہ منعقد کیا گیا۔ شہر کی جانب سے انتھیا کو ایک تحفہ پیش کرنے کے لیے میئر دیگز سٹی ہال کی سرچھیوں پر انتھیا کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد الرڈورف اسٹوریوں میں دوپہر کے کھانے کی ایک رسمی دعوت میں یہ تحفہ انتھیا کو پیش کیا گیا۔

انتھیا خواہ شیش کی ملکہ تھی، لیکن نیو یارک کے استقبال کے دوسرے دن، ہمیلٹن کی اس ملکہ کو شکاگو کے مصافحات کے کسی شاندار ہوٹل میں جگہ نہیں مل سکی۔ یہاں انتھیا کو نیشنل کے کورٹ ٹورنامنٹ میں کھیلتا تھا۔ سیر ڈسے ریویو آف لڑیکر کا ایک نمائندہ، کوئٹن دینا لوس انتھیا سے انٹرویو لینا چاہتا تھا، وہ اسے شکاگو کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں تلاش کرتا رہا، لیکن آخر میں اسے ایک سرائے میں پایا۔ اس ٹورنامنٹ میں بھی انتھیا نے فائنل میں ڈھیرین کو شکست دی

انتھیا جانتی تھی کہ درزشی کھیلوں کا کوئی کھلاڑی جو خود کو اعلیٰ درجے کے کھلاڑی کا حقیقت سے برقرار رکھنا چاہتا ہے، انہی کے طرہ امتیاز پر قائم دو اہم ہنر یہ رہ سکتا۔ چنانچہ وہ ٹینس کی شوق جلدی رکھنے کے لئے ایسٹ واپس چلی گئی۔ ماہ اگست میں اس نے سیوکلے روٹیل (دانیال) جس وچھٹ مین کپ کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ یہ ٹورنامنٹ ریاستہائے متحدہ

امریکہ اور انگلستان کے درمیان جو رہے تھے۔ اٹھیا نے اپنے ملک کی نمائندگی کی اور اپنی ٹیم کو فتح یاب کرایا۔

اس کے بعد وہ فورسٹ ہلز کے ٹورنامنٹ میں شریک ہوئی اور فائنل تک پہنچ گئی۔ فائنل میں اس کا مقابلہ لوس بردف سے ہوا، جس نے سات برس پہلے اسے شکست دی تھی۔ چالاک اور تجربہ کار لوس بردف کھیل میں حکمت عملی سے تو کام لے رہی تھی، لیکن اس بار اس کے کھیل میں پہلے جیسی شدت نہیں تھی۔ آخر برسوں کی ریاضت کے نتیجے میں آج اٹھیا نے اسے انتہائی حیرت انگیز طریقے سے شکست دیدی۔

مجھ جیتنے کے بعد وہ متعہ حاصل کرنے کے لئے ریاستہائے متحدہ کے نائب صدر سٹر جیڈنکس کی جانب بڑھی۔ راہ میں اسے پرجوش مجمع نے گھیر لیا اور تعریف و تحسین کے نعرے بلند کئے۔ اٹھیا ایک ممتی اور اپنا سر جھکا کر سب کا شکریہ ادا کرتی رہی۔ سٹر نکس سے متعہ لیتے ہوئے اس نے کہا کہ میں اس اعزاز پر انتہائی انکسار کیا تھا سب کی شکر گزار ہوں۔

ایک اخبار نویس نے اٹھیا سے پوچھا، ”کیا فورسٹ ہلز میں اپنی کامیابی پر آپ کو اتنی ہی خوشی ہوئی ہے، جتنی دمبرلیڈن کی فتح سے ہوئی تھی؟“
اٹھیا نے اس اخبار نویس کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس نے اپنے لیے کبھی کچھ نہیں کیا۔ اسے سب سے زیادہ مسرت اس دفت حاصل ہوئی تھی۔ جب اس نے اپنے ملک کے لیے فتح حاصل کی تھی۔

ایک دوسرے اخباری نمائندہ نے اٹھیا سے سوال کیا، ”ٹینس کی پہلی خاتون چیمپئن بننے کے بعد آپ کیا محسوس کر رہی ہیں؟“

”بہت عظیم،“ اٹھیا نے جواب دیا۔ لیکن اٹھیا کے کچھ مداح ایسے بھی تھے جو یہ جانتے تھے کہ اٹھیا کی یہ فتح کتنی ناکامیوں، پریشانیوں اور جانفشانیوں کا ثمر ہے۔ شدید ناکامیوں کے عالم میں اپنی جدوجہد جاری رکھنے کے لیے اٹھیا کو اپنے

اتر اخلاقی جرأت پیدا کرنی پڑی تھی۔ اگر اپنی ابتدائی کامیابیوں پر ہی وہ مغرور ہو جاتی تو ٹینس کی اعلیٰ ترین خاتون کا اعزاز حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جسمانی کمیلوں کا کھلاڑی کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اپنی مسلسل کامیابیوں کے عرصہ میں بھی وہ مکرر مزاحیہ رہی۔ یہاں تک کہ وہ بلیڈن کی کامیابی اور نیویارک کے استقبال کے بعد بھی وہ ہارلم کی گلیوں میں بچوں کے ساتھ مڑے سے پیڈل ٹینس کھیلتی رہی۔

انتھیا اگرچہ اب دنیا کی عظیم ترین ٹینس کی کھلاڑی بن گئی تھی، لیکن اس کے مسائل اب بھی موجود تھے۔ اسے توقع تھی کہ اس نے ٹینس میں جو کامیابیاں حاصل کر دکھائی ہیں، ان کی وجہ سے مستقبل میں ٹینس کے دوسرے نیگرو کھلاڑیوں کو بھی مواقع ملیں گے۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کی کامیابی اس امر کی ضامن بن جائے۔ چوں کہ اس نے نسلی مساوات کی تحریکوں میں حصہ نہیں لیا تھا، اس لیے نیگرو پریس کے ایک طبقہ نے اسے بدھیرا کی صفیوں جیسا رویہ رکھنے پر لعن طعن کی تھی۔

انتھیا کے نزدیک ایک انسان کے عزت وادب ہونے کا مطلب یہ تھا کہ وہ انفرادیت کا حامل ہو۔ چنانچہ وہ ٹینس کی ایک کھلاڑی ہونے کے علاوہ اپنی شخصی انفرادیت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ اسے ایک بامقصد اور اہم شخصیت کے طور پر تسلیم کیا جائے تاہم بچپن کے تجربات کے سبب اس میں کراہی کی خاصیت بڑھ گئی تھی۔ (یہی اس کو آئینہ کے بائٹ وہ اکثر و بیشتر بے حس، جذبات سے عاری اور سخت گیر نظر آتی تھی۔ جب وہ حقیقی طور پر پر خلوص محبت کا اظہار کرنا چاہتی تب بھی اس کے چہرے سے ایسے ہی آثار نمایاں ہوتے تھے۔

اسے مادی مشکلات بھی تھیں۔ اگر وہ ٹینس کا شوق جاری رکھتی تو وہی کی آمدنی نا کافی اور بے قاعدہ رہتی۔ پیشہ ور کھلاڑی بننا اسے پسند نہ تھا۔ پھر بھی اسے سرمایہ دار کا رخصتا۔ اس کے والدین اب بھی ہارلم کے اس تنگ کمرے میں مقیم تھے، جس میں انتھیا کے کھاتی، اس کی بہن گلین اور دو بچوں والی ایک شادی شدہ بہن مقیم تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنے والدین کو اس کمرے سے کسی دوسرے مکان میں منتقل کرے۔ اس کے لئے

بھی اسے روپے کی ضرورت تھی۔

خوش قسمتی سے انتھیا کا ٹینس کا کھیل زیادہ عرصہ تک جاری نہیں رہ سکا۔ ٹینس کا میدان چھوڑنے کے بعد اسے کئی ایسی مصروفیت کی ضرورت تھی جس سے اسے آمدنی بھی ہو سکے اور اس کی دلچسپیاں بھی برقرار رہیں۔ ایسی مصروفیت صرف موسیقی ہی تھی، جس سے انتھیا کو شروع سے عشق تھا۔ لیکن ٹینس میں اسے جو کامیابی حاصل ہوئی تھی، ایسی کامیابی کی توقع موسیقی سے نہیں تھی، تاہم اسے گانے کا بے حد شوق تھا۔

ریڈ لیولیس نے اس خوف سے کہ کہیں موسیقی کے باعث انتھیا ٹینس ترک نہ کر دے، اس کے ارادوں کی مخالفت کی، لیکن آخر میں وہ اس کا ہم خیال ہو گیا۔ اور اس نے اس معاملے میں بھی انتھیا سے تعاون کیا۔ انتھیا کی موسیقی کی تعلیم کے لیے اس نے لونگ آئی لینڈ یونیورسٹی کے خطابت و نطق کے ڈائریکٹر، جیمس کنیڈی کا انتظام کر دیا۔ مغنیہ کے طور پر انتھیا ایک ڈنر میں پہلی بار عوام کے سامنے آئی۔ یہ ڈنر ڈبلیو سی ہینڈی کو ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر دیا گیا تھا۔ سٹریٹڈی نے سیٹ لائن جوڈ اور بہت سے دوسرے کامیاب نغمے تخلیق کئے تھے۔ انتھیا نے گانا تو محض پاسراری کے خیال سے گایا تھا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے گانے سے یہ موزن شخص جو کمزور اور نامیٹا ہونے کے باوجود کبھی حسین نظر آ رہا ہے، محفوظ ہوا ہے تو اس نے محسوس کیا کہ اس سے فن کی قیمت وصول ہو گئی۔

اس کے بعد انتھیا نے موسیقی کی مشق کے لیے اور اپنا ایک مخصوص طرز بنانے کی غرض سے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اس کمرے میں فرنیچر تو بہت کم تھا، لیکن خالی جگہ اس کی ٹرائیڈیں سے بھر گئی۔ ان میں اس کی نئی حاصل کردہ ٹرائی بیسب ڈڈرکس زہار یا س، ٹرائی بھی شامل تھی، جو اسے ۱۹۵۷ء کی ورزشی کھیلوں کی خاتون، کی حیثیت سے ملی تھی، کچھ ٹرائیاں جو ٹی سیٹ، کیک پلیٹ اور کھانے کی ٹرے کی طرح کی تھیں، اس کمرے کے لیے بہت مفید نظر آئیں۔ بہت سی ٹرائیاں اس نے صندوق میں ہی رہنے دیں، کیوں کہ ان پر متواتر پالش کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کمرے

میں اتنی گنجائش تو نہیں تھی کہ اتھلیا سے جہان نوازی کے لیے استعمال کر سکے، پھر بھی اس کے خاندان کے افراد اور احباب اس میں آسانی سے سما سکتے تھے۔ ایک زمانہ میں اتھلیا کو یہ احساس تھا کہ جی لوگوں کے درمیان ان کی پیدائش ہوئی ہے، وہ اس کی زندگی کی جدوجہد میں حصہ لیتے رہے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو مصیبت کے وقت اس کے کام آسکتے ہیں۔

جب اتھلیا اپنے کمرے میں تنہا ہوتی تو یا تو ریکارڈ سن کر دل بہلاتی، یا پھر جاسوسی کہانیاں، سوانح عمریاں یا بائبل پڑھا کرتی تھی۔ اتھلیا کو ٹی وی پر ٹی وی چینز پر ہیک کرنے کا شوق تھا۔ بعض اوقات وہ اپنے استعمال کی شکستہ چیزوں کو پھیل کر بیٹھ جاتی اور انھیں درست کرنے لگتی تھی۔

۱۹۵۸ء آیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ سال ٹینس سے زیادہ موسیقی کے لیے وقف کرے گی۔ لیکن مارچ میں اس نے جنوبی امریکہ کسے بہت سے شہروں کا دورہ کیا اور ٹینس کے مختلف ٹورنامنٹ کھیلے۔ اس سفر کے دوران میں وہ آئنٹابی عمل اور تیراکا سے بھی محفوظ رہتی رہی۔ ٹورنامنٹس میں اس نے بہت سے مقامات پر فتح حاصل کی، لیکن کچھ مقابلوں میں شکست بھی کھائی۔

جنوبی امریکہ سے واپس آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کے گائے ہوئے بیلڈس کے ریکارڈز کا ایک البم تیار ہو کر مارکیٹ میں آگیا۔ اسی ہفتہ ایڈیلیڈ نے اتھلیا سے درخواست کی کہ وہ شنبہ کی رات کے اس کے ٹیلی ویژن فوٹس کا ناگائے۔ اس پیش کش پر اتھلیا تذبذب میں پڑ گئی۔ اور سوچنے لگی کہ اسے یہ موقع اس لیے دیا جا رہا ہے کہ وہ اچھی مغنیہ ہے، یا اس لئے کہ وہ ٹینس کی بہترین کھلاڑی ہے!

پھر جیسے ہی اس نے دبلیڈن میں دوبارہ شرکت کرنے کے لیے مشق شروع کی۔ ٹینس دوبارہ اس کی مخصوص اور نمایاں مصروفیت بن گیا۔ پہلی حمایت کے مقابلے میں دوسری بار کی فتح اسے زیادہ اہم معلوم ہوتی تھی۔ مشق کے دوران میں سیڈنی نے اتھلیا کی عمر بڑھائی اور ہوشیار کی چالوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے تحریک دلائی، ہر ضرب

لگاتے ہوئے چیمپئن شپ کے فخر، اپنی طاقت اور اپنے منہم ارادے کو پیش نظر رکھو۔
 انھیا کی انگلستان کو دیکھنے کے وقت سیڈنی نے اس سے کہا، "تم ایک چیمپئن کی حیثیت
 سے کھیلنے جا رہی ہو۔ اس لیے تمہیں اس بار بھی تمہیں ہی ہونا چاہیے۔"
 انھیا نے سیڈنی کی بات کو کھلی اور ڈائیل میں انھیلا مورخ کو شکست دے کر
 دوبارہ چیمپئن شپ حاصل کر لی۔

انگلستان سے وطن واپس آنے کے بعد انھیا دوبارہ موسیقی کی جانب متوجہ
 ہو گئی۔ اس کے بعد انھیا کی ایک اور صلاحیت کے باعث نئے انداز سے شہرت ہوئی۔
 اس کی یہ نئی قابلیت اس کی کبھی ہوئی کتاب "میں ہمیشہ معزز شخصیت بننے کی خواہشمند
 رہی۔" سے ظاہر ہوئی۔ یہ کتاب بیشتر ٹوئینس کے متعلق ہے، لیکن اس میں خود انھیا
 کے متعلق بہت کچھ ہے۔ اپنی اس کتاب میں انھیا نے جو حقائق بیان کئے ہیں، وہ کہیں
 کہیں ناچنگی اور رنگ نظری کے حامل نظر آتے ہیں، لیکن ان میں غلوں اور دیانت داری
 کی کمی نہیں ہے۔ انھیا نے جو تجزیے کئے ہیں، ان سے اس کا حوصلہ، ارادہ کا پختگی
 اور لطیف مزاج نمایاں ہے۔ مثلاً "مجھ سے یہ سبق سیکھئے کہ جب آپ کو کوئی ایک
 درست میسر ہو تو سمجھئے کہ آپ کے پاس سونے کا کان موجود ہے۔" انھیا کے تجربات
 وحاسات کی یہ محض ایک مثال ہے۔

انھیا نے ۳ ستمبر ۱۹۵۹ء کو خواتین کی ٹینس کے چیمپئنز کیپل میں پان امریکن
 کا اعزاز بھی حاصل کیا، اور یہ اعزاز حاصل کرنے والی پہلی امریکی خاتون قرار
 پائی۔ اس نے اس تقابلے میں میکسیکو کی یولینڈر ڈیمیریز کو شکست دی۔
 کھیلوں میں کوئی چیمپئن ہمیشہ چیمپئن نہیں رہتا۔ محض ہے انھیا آئندہ کبھی
 ڈمبلڈن میں نہ کھیلے، لیکن اس کا نام ڈمبلڈن کلب کی دیواروں پر کندہ
 ہو چکا ہے۔ ایک تاناک مستقبل کا تعاقب کرتے ہوئے اس نے ٹینس کے
 منتہائے کمال کو پایلہ بہت عرصہ بعد جب وہ اپنی ذات سے اپنے ایکٹ کو الگ
 کر سکی تو اس کا ایکٹ ٹینس کے عظیم کھلاڑیوں کے ریکارڈ میں محفوظ کر دیا جائے گا

لیکن اس سے کہیں زیادہ اسکا بمعنی ریکارڈ کیلئے کہ ہلیم کی رہنے والی ایک اظہار کی نے
قدرومنزلت کا تہہ حاصل کر لیا۔

(۴)

ونڈ الینڈ و سکا

ہارسی کورڈ کی پجارن

پچپن میں ایک ہارمڈنڈ الینڈ و سکا نے ایک کاغذ پر یہ عبارت تحریر کی
”میرے خوابوں میں صرف ایک ہی چیز بسا ہوئی ہے کہ میں باغ، ہیڈن مار
موزار کے راگ بجا سکوں۔“ اس تحریر کو اس نے ایک لفافے میں بند کیا۔ جس
پر درج تھا ”جب میں بڑی ہو جاؤں، تب یہ نفاذ کھولا جائے۔“ لیکن وہ اپنے
بڑے ہونے کا انتظار نہ کر سکی اور اگلے ہی دن اس نے نفاذ کسول ڈالا۔

دنڈا ۱۵ جولائی ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئی تھی۔ اس کا ماحول موسیقی کا ماحول
تھا۔ دنڈا کا باپ دارسل (پولینڈ) میں وکالت کرتا تھا۔ اسے موسیقی کا بے حد
شوق تھا۔ اس کے یہاں موسیقی کا غیر رسمی تقریبات میں بیتیا بیتستی جیسے عظیم
موسیقار اپنے فن کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ تین برس کی عمر میں ہی دنڈا نے پیانو کی
مشق شروع کر دی تھی۔ جب دنڈا اسکول جانے کے قابل ہو گئی تو اس کی ماں نے
اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ دنڈا کی ماں فرانسیسی، جرمن، انگریزی اور سلاوی زبانیں
جانتی تھی۔

لیکن دندا کو صرف پڑھائی سے دلچسپی نہیں تھی، وہ دارو سا شہر کے باہر ایک پھیل میں، جس کے پانی کی سطح دھوپ سے لگیں ہو جاتی تھی، تیرتے ہوئے ہنسوں کو دیکھنے جاتی اور اس تقریب سے بھرپور غلط ہوتی تھی۔ سڑکوں کے موسم میں وہ سڑک کے کپڑوں میں لپٹی ہوئی۔ ایک برف کاڑی پر سوار ہو جاتی جسے ایک گھوڑا کھینچا کرتا تھا۔ گھوڑے کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹی ٹن ٹن بجتی رہتی تھی۔

اکثر و بیشتر دندا پانی ایک چھوٹی سی کھیاں میں جاتی تھی جس کی دیہات میں کافی جانداد تھی۔ راستے میں اسے چھپرے کے جھونپڑوں میں سے گھلتے ہوئے، بے ہنگم بیل گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے اندھوں کے کنارے سے گزرتے ہوئے، مقبروں کے آگے جھک کر عبادت کرتے کسان غمراہ کرتے تھے۔ اس راستے میں کبھی کبھی جنگی دلدل کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے مینوں کے بولنے کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔

چھوٹی کے پہلے شام کے وقت عورتیں کٹائی میں مصروف ہو جاتی تھیں اندر مرد اپنے چہرے پر ادا کا نامہ صفات پیدا کر کے کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ تر پڑھائی و خط پرستوں کے حلیم کار نامے شامل ہوتے تھے۔ دندا کو چھوٹی کے پہلوں کی اس طرح کی شایں بے حد پسند تھیں بعض راقوں کو اپنے بستر میں گھس جانے کے بعد دندا بیٹیوں کی آوازوں یا جواؤں کا اٹناک شدید سرگڑ کے مارے کلپنے لگتی ادنیٰ پیکلیا ہٹ دھم کرنے اور خطرات سے محفوظ ہونے کے لئے کھاف اچھی طرح اندھ لپٹی تھی۔

میلہ کے دن میں دندا کی چھوٹی اسے میلہ دکھانے کے لئے جاکر قی تھی۔ میدان میں دیہاتی رنگ رنگے کپڑے پہن کر آیا کرتے تھے۔ ان کے اس لباس میں جاگیر داری کے زمانے سے آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ یہ لوگ میلہ میں اپنے قدیم سازوں کے ساتھ رقص کیا کرتے تھے۔ جب رقص کرنے والے کسان بڑے بڑے رقص کرتے ہوئے گول دائرہ بنالیتے تو دندا اپنے پھول دارا مسکرت کو بھلا کر اس سے آواز دیا کرتے ہوئے اندھوں کو زمین پر بچا کر خوب مزے کرتی تھی۔ پوچھنا نہ رقص کہنے والے جوڑے ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے، ہل کھا کر سانپ کی کٹلی کی سی شکل بنالیتے تھے۔ دندا، ہاتھوں کے ان حصوں کی مدد سے اندھوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتی تھی، تاکہ وہ گھر پہنچ کر اپنے پیا تو پر اس دانی اندھ آج، ایک ہشت کر سکے۔

دندا کے والدین پر جلد ہی یہ بات واضح ہو گئی کہ اس میں موسیقی کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔

۵۔ ایک پوتنی رقص۔ سنہ ایک پوتنی رقص جو عہدِ عم و قحار سے کیا جاتا ہے۔

لیکن اس کے والدین نے ان کی لائٹ کو بھی کچھ عام تقرب میں پیش نہیں کیا تھا۔ وڈا کے بہت سے اساتذہ اس کے لئے "ایڈووڈ" کی سخت ترین مشق کی تجویز کی۔ اس کی انجلیوں اور راگوں کی تربیت کے لئے وڈا کے ہم وطن موسیقار شوپن کے راگ تجویز کئے۔ شوپن ۱۸۴۵ء میں وفات پا چکا تھا۔ وڈا کو اس کے راگ پسند تو تھے، لیکن اسے باغ سے زیادہ دلچسپی تھی، حالانکہ اس وقت باغ کا رواج نہیں تھا۔ وڈا کے والدین نے اسے خلا سا کنزرویری آف میوزک میں، شوپن کے ایک مشہور شارح انگلینڈ میں لائو سکی سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل کرادیا۔ وڈا کو پیانو بجانے کی طرح گانے کا بھی بے حد شوق تھا۔ چنانچہ وہ ادیسر ایس بھی باقاعدہ حصہ لینے لگی۔ ایک بار اس نے ایک کھل گانا یا ڈیکھا اور پھر اسے اس طرح گایا جیسے اس کے سامنے تماشاخی بیٹھے ہوئے ہوں۔

چودہ برس کی عمر میں وڈا نے کنزرویری سے سند حاصل کر لی۔ اسے رخصت کرتے ہوئے کنزرویری کے اساتذہ نے وڈا کے والدین سے کہا: "اب کوئی ایسا سبق باقی نہیں جو ہمیں وڈا کو سکھانا ہو۔"

کچھ ہی عرصہ بعد وڈا نے پہلی بار وڈا سا کے ایک کنسرٹ میں شرکت کی اور باغ کا انتہائی ادا راگ "انگلش سوٹ ان ای مائنر" بجایا۔ بڑی بڑی جمہوری آنکھوں اور معنی خیز مسکراہٹ والا اس بڑی کے مستحکم اسلوب اور سرتال کے توازن کو پوری طرح برقرار رکھنے کی صلاحیت سے سادہ حیرت زدہ رہ گئے۔

وڈا کو ابھی کی بورڈ (ساز کے پردوں کا تختہ) پر پھولی سی تربیت درکار تھی۔ اس استادوں اور والدین نے اسے سمجھایا کہ پیانو نواز کو کس قدم پر رات میسر آتے ہیں اور اس فن اس کی آمدنی کس قدر فی رتبی بخش چھگی لیکن وڈا کسی دوسری جگہ جا کر اپنی موسیقی اور پیانو کی تعلیم برقرار رکھنے پر رضامند تھی۔

وڈا کی تمام زندگی موسیقی کے گرد گھومتی رہی۔ سترہ برس کی عمر میں اس کے والدین نے برلین جانے کی اجازت دے دیا اس زمانے میں برلین تہذیبی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ برلین میں موسیقی کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اسے پولستانی شس کے ایک متمول شخص مورٹز مورٹز کی قربت حاصل ہوئی۔ یہ موسیقی کا ایک مختصر آئینہ۔

نے راگول کی تربیت کے سین اس عظیم پانڈت نے پیدہ دسکی کے استاد ہیزن اربن سے لئے۔
 اربن نے دٹاکو بتایا، "اگر تم باکھدہ پانڈت بننے کی خواہش مند ہو تو جب تمہیں موقع ملے
 اچھی موسیقی ضرور سنا کر دو۔" دٹاکو نے تجویز پسند آئی اور وہ تقریباً ہر طاقت مند و سرور کی کسی محفل (کنسرت)
 میں یا اوپیرا کے کسی مظاہرے میں شرکت کرنے لگی۔ دٹاکو یقین تھا کہ وہ عیب کے مطالعے سے اس میں
 موسیقی کی سوچ بوجھ اور موسیقی کے مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔ اس لئے اس نے
 وہ سب کچھ بھرپور مطالعہ کیا۔

پھر بھی دٹاکو محض ایک بعد درجہ ۲ بجے ہی نہیں تھی، بلکہ انتہائی خوش خلق اور محبت کرنے والے
 کی کامد تھی۔ برلین میں اس نے بہت سے دوست بنائے تھے۔ ان میں انتہائی پر جوش موسیقار اور
 مدنیوں کی عام رعایات و عقائد کا طالب علم ہنری لمی بھی شامل تھا۔ ایک بار ہنری نے دٹاکو سے محبت
 تے ہوئے کہا کہ برلین کی زندگی بے روح ہے، اس لئے تعلیم حاصل کرنے کے لئے کیوں نہ وہ پیرس
 جائیں؟

ہنری کو یہودی رسم و رواج کا تقابلی تحقیق کے لئے پیرس میں ایک وظیفہ مل رہا تھا۔ وظیفہ
 اور کم بیت تھیں تھیں لیکن دٹاکو اور ہنری ایک دوسرے سے بے انتہا پیار کرتے تھے۔ انھوں نے
 بلکہ وہ اسی معمولی سی رقم میں گزارہ کر لیں گے۔ ان دونوں نے شاید کئی اور شادی کے بعد اپنی
 کسی آمدنی میں گھر کے اخراجات کفایت شعاری سے پورے کرتے رہے۔

ایک دن ہنری صدمہ ہوا گھر میں داخل ہوا اور ایک ہی سانس میں دٹاکو سے کہا: "وگنٹس
 اپنے ہونٹ کی ہر چیز فروخت کر دی ہے جو اس نے آرائش کے لئے رکھ چھوڑی تھی۔
 دٹاکو اپنا کام چھوڑ کر فوراً ہنری کے ساتھ ہونٹ کی جانب چل دی۔ نیلائی کے سامان
 سے انھوں نے ایک عمدہ جینی سیٹ پسند کیا۔ جب وہ اس سیٹ کو گھر لے آئے تو دٹاکو خوشی
 لاکر کہا "دیکھو، دیکھو اس کے ہر حصے پر میرا نام 'ڈیوڈ، ایل' لکھا ہوا ہے۔"

پیرس کے موسیقاروں نے اپنے حلقے میں دٹاکو کا خیر مقدم کیا۔ اس کے بہترین دوستوں
 کو کلائنڈم کا سرپرست و فنٹ دانہ سے بھی شامل تھا۔ یہ اداکار انیسویں صدی سے
 موسیقی کو دفاع دینے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ دٹاکو اس اسکول میں اندر پیرس کے دوسرے

مقام پر کنسرٹ میں حصہ لیتی رہی، پیرس میں ہی باغ کے لیکن اسکالرائڈ سے بیرونے دینا کو ان
راگوں کی صحیح اڑائی کا سن سکھایا جو اسے بہت کم آتے تھے۔

باغ کے اصل ناگ ایک ایسے سائپر بجائے جاتے تھے جو اپنی ساخت کے اعتبار سے نصف بربر
اور نصف پیانو ہوتا تھا۔ اس ساز کا نام ہارپسی کورڈ تھا، نہ اس میں سازوں کے دو تختے ہوتے
تھے۔ دیکھیں یہ احساس پمپدش پاچکا تھا کہ پیانو بجاتے ہوئے اس کے ناگوں کی ترتیب صحیح انداز
کی حامل نہیں ہوتی ہے۔

پیانو کے ناگ اس کے ۳۲ اداں پر ضرب لگا کر پیرائے جاتے ہیں۔ ہارپسی کورڈ کے تار
کو جب جنبش دی جاتی ہے تو اس کے پچھلے حصہ میں ایسا دھڑکا اٹھتا ہوتا ہے ہارپسی کورڈ کے برعکس
حصہ سے مضارب کی ٹوک چک جاتی ہے، اس طرح ہارپسی کورڈ سے ناگ پیدا ہوتا ہے۔ ہارپسی
کا استعمال اب بھی ہوتا ہے۔ لیکن بیشتر موسیقار اسے فیرانوس قرار دیتے ہیں۔ ان کی رائے یہ
ہارپسی کورڈ مھن دولت مند شایقیں کے لئے ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس وقتاؤسی ساز کی
کیونکر ناگ ہر سکتا ہے ؟

نشانے پہلے اینڈ سائی کمپنی کے چکر لگائے اور کمپنی والوں کو ایک ہارپسی کورڈ لگائے
کے لئے آمادہ کر دیا۔ اس کمپنی نے شوپن کے ساز تیار کر رکھے تھے۔ جب اسے ہارپسی کورڈ
کو اسے پتہ چلا کہ اس کی جہارت پیانو سے کہیں زیادہ دشوار ہے۔ اس کی لئے زیادہ لمبی تھیں
اندھڑا کو اپنے فیر میں بے حد غامی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن وہ اپنی مشق کے نتائج سے بالکل متنبہ
۱۹۰۳ء میں پیرس میں منعقد ہونے والی پیانو فواری کی ایک تقریب میں دیکھنے
قطع میں ہارپسی کورڈ بھی بجایا۔ سننے والوں نے ابھی بری دونوں طرح کی رائے ظاہر کی۔ مگر
ایک نقاد نے اس کے اس مظاہرے پر رائے دیتے ہوئے اسے "شرمیلہ ادب سے سرا ناگ"
دیا۔ ایک دوسرے ممبر نے کہا "ہارپسی کورڈ کے استعمال سے باغ کے غنوں کو فروغ دینا اور
بے جیسے "نڈن کا یونانی" میں لوگوں کی دلچسپی بڑھانے کے لئے ایک نئے گھر پر ہالوں کی
بنادی جائے۔"

لیکن دیکھو کچھ کر رہی تھی، اسے اس کی کامیابی پر یقین تھا۔ اس معاملے میں ہنری

کام خیال تھا۔ اس نوجوان جوڑے کے پاس بعض ادقات کھانے تک کچھ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ دونوں خود ادا ان کے خراب، ایک دوسرے کے لئے وقف تھے۔ زمین اور زخمہ دل ہنری عام مقامات پر بھی اپنی مصروفیات اور تقریبات جاری رکھتا تھا۔ جب ہنری کے پاس تحقیق کا کام ہوتا تو اکثر دنڈا بھی اس کے ہمراہ لائبریریوں اور عجائب گھروں میں جایا کرتی تھی، جہاں وہ موسیقی کی تاریخ اور فنکارانہ اسٹائل کی زندگی ادا ان کے کاموں کا مطالعہ کرتی تھی۔ اس مطالعے کے بعد اسے اپنے فنکارانہ عقیدوں پر غور کرنے پڑے۔

پھر جب دنڈا کا اسلوب کچھ بگڑ گیا تو اس نے کنسرٹس میں ہارپسی کوڈ کے مظاہرین کی تعداد بڑھا دی، گو دنڈا کا قد چھٹا تھا، لیکن اس کے حوصلے بلند تھے۔ چنانچہ اپنی اس قوت کے مجروح سے چھ اسٹونے فرانس، بلجیم سوئٹزرلینڈ اور اسپین کے دو ہاؤس میں سامعین کے دلوں میں دھماکے بھادی۔ اسٹیج پر پہنچ کر دنڈا خود کو موسیقار نہیں، بلکہ موسیقی سے مخلوط ہونے والی ایک سانس سمجھتی تھی۔ اس لئے اسٹیج پر دھڑکیاں بکھلائی تھیں۔ دنڈا اکثر کہتا کرتی تھی کہ ”مجھے ساز بجانے سے عشق ہے، اور موسیقی میری عظیم ترین مسرت ہے۔“

۱۹۰۵ء میں موسیقار اور انسانیت کے عظیم محسن ڈاکٹر البرٹ شٹرنز نے دنڈا کے متعلق لکھا تھا کہ، ”جس کسی نے دنڈا لکھنا سیکھا ہے ہارپسی کوڈ پر اس کا فن ۱۰ ملین کنسرٹس سنا ہے، وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس فنکار کو جہاں یہ پایا تو کس طرح گایا جاسکتا ہے۔“

۱۹۰۷ء میں دنڈا نے روس کے ایک کنسرٹ میں شرکت کی۔ اس کنسرٹ کے بعد لیوناسٹائی کی بیوی کاؤٹیس ٹالسٹائی نے دنڈا کا سراغ لگا کر اس سے ملاقات کی اور اس کے فن سے اپنی بے انتہا دلچسپی کا اظہار کر کے اس کی بے حد تعریف کی۔ انھوں نے کہا ”میرے سمیر شوہر کو بھی اس فن سے شغف ہے۔ لیکن وہ یہاں سے کئی میل دھراپنے گھر میں صاحب فرائض ہیں۔“

دنڈا نے کہا، ”اگر وہ ماسکو نہیں آسکتے، تو میں ان سے ملنے وہیں چلی جاؤں گی۔“

مقررہ دن پکاؤٹ ٹالسٹائی نے گھوڑوں سے چلنے والی دو برف گاڑیاں بھیج دیں، جن میں سے ایک دنڈا اور ہنری کے لئے تھی، اور دوسری ہارپسی کوڈ کے لئے۔ دنڈا کی روانگی سے قبل ہی جین ہارلے ہوئی تھی۔ اس تمام منظر نے ٹالسٹائی سے جھگڑا ہوا تھا۔ ابھی دنڈا اور ہنری، ٹالسٹائی کی

کے راستے ہی میں تھے کہ برف باری نے شدید طوفان کی صورت اختیار کر لی اور فدا یوہ کو کاٹری روک دیتی پڑی۔ اس نے کہا "اب ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔"

"نہیں، ہم ضرور آگے بڑھیں گے۔" فڈلنے احتجاج کرتے ہوئے فدا یوہ سے کہا "دیکھو، برف بہت زیادہ گہری نہیں ہے۔" پھر وہ تیزی کے ساتھ کاٹری میں سے برف پریشی کرکے پھر کاٹری اور دہشتناک گہرائی میں دھنس گئی۔ اسے فدا یوہ کا ہم خیال ہوتا پڑا۔ ہنری نے مشورہ دیا کہ انھیں کسی قریبی کھیت کے مکان میں پناہ لینی چاہئے۔

طوفان کم ہونے پر انھوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ انسانی کا خاندان ان کے لئے فکر مند تھا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو انھوں نے پرتپاک غیر مقدم کیا۔ فڈلنے سرخوشی کے عالم میں کاٹری سے برف میں کودنے کا حاقہ تھاتے ہوئے کہا "میری اس اونچی ناک نے مجھے برف میں دھنسنے سے بچا لیا۔"

برف نگھٹلتی ہی فڈلے فرانسسکو، کوپیرس اور بارنا کے اگ چھڑ دیئے۔ جب اس نے فرانسسکو کا فڈلے، ایڈیم لوگن کا رقص ختم کیا، ماسٹی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "واہ" کیا فڈلے حسن ہے، تمھارے ننھے میں!"

لیٹو سکھانے اس راگ پر متوجہ کرتے ہوئے کہا "پیرانے لوگ رقص دوسروں میں لگے رہتے تھے کہئے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

فڈلے کو محسوس ہوا کہ انسانی کو موسیقی کا اس قدر ذوق ہے کہ کبھی سیری نہیں ہوتی۔ وہ فڈلے سے بار بار کہتے رہے، "ایک دن اور رک جاؤ، تمھارے فن کا ایک مظاہرہ اور ہو جائے" ماسٹی کے اصرار پر فڈلے کو وہاں کئی روز تک مقیم رہنا پڑا۔

میرس داپس آنے کے بعد فڈلے اور ہنری نے مل کر ایک کتاب لکھی، جس کا نام "قدیم موسیقی" رکھا۔ اس کتاب میں قدیم موسیقی کو اس نے ادیت کا درجہ نہیں دیا گیا تھا کہ اس کی حیثیت کھاسیوں سمجھی جاتی ہے، بلکہ اس لئے کہ قدیم موسیقی واقعی بے حد حسن کی حامل تھی کتاب اگرچہ تمام تر عالمانہ سنجیدگی سے لکھی گئی تھی، لیکن اس میں طرافت کا پہلو بھی برقرار رکھا گیا تھا۔

جون جلی فڈلے بارلے کو روڈ میں جہاز حاصل کرتی تھی، اسے ان بارلے کو روڈ سے بے اعلین

موسس جوئے لگی جو اس کے پاس موجود تھے۔ کچھ ہارپی کوڈ تیرہ پچھٹے والے اور کچھ مختلف لمبائی اور اونچائی کے ہوتے ہیں۔ ان کے ٹائپوں میں اس طرح کا مواد ہوتا ہے جس سے مختلف طرح کے ناگ نکلتے ہیں۔ لیکن وینڈل کے پاس صرف وہ پٹوں والے ہارپی کوڈ تھے، جن کی آواز زیادہ نہیں کھینچی سکتی۔ ہنری نے وینڈل کو مشورہ دیا: ”کیوں نہ ہم خود ایک ہارپی کوڈ بنالیں؟“

ہارپی کوڈ کی بناؤٹ کے متعلق جو آج میں لیتھوسکا کوئل سیکس وہ سب کی سب اس نے پڑھ ڈالیں۔ اور عجیب خائفوں میں جا کر قدم ساندوں کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد اس نے تین پٹوں، سات پٹوں اور دو کی بورڈ والے ہارپی کوڈ کا خاکہ تیار کیا اور پچیسل کینی پیسج لکھی۔ اس نے کینی والوں کو اپنے ہارپی کوڈ کے خاکے کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا: ”اس کی تفصیلات باغ کی موسیقی اور میرے راگوں کے لئے بالکل ٹھیک لگتی ہیں۔“

اپنے تصورات کے مطابق ساز حاصل کرنے کے بعد لیتھوسکا باغ کے امیدواروں کے مطابق باغ کی مشق میں مصروف ہو گئی۔ وینڈل اسوچی تھی کہ موسیقی کے بانیلوں نے اپنے اصل مردوں کو ساند کے کتے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ان مردوں کو تمام تر حسن کے ساتھ حاصل کرنے کے لئے جدوجہد میں مصروف تھی۔

۱۹۶۳ میں برلن ہوشیولی فرمیورک، کے ڈائریکٹر ہرمن کرٹز شتر نے لیتھوسکا کوڈ کی کوڈ کی ایک کلاس بڑھانے کے لئے مدعو کیا۔ ہنری نے بھی وینڈل کو ہمراہ پھر اسی شہر میں جانا منظور کر لیا، جیسے ایک بار وہ بے روح سمجھ کر چھوڑ چکا تھا۔

برلن میں قیام کے ایک برس بعد جنگ کے خطرات سامنے آنے لگے لیکن وینڈل اور ہنری نے برلن ہی میں قیام پذیر رہنے کا فیصلہ کیا۔ پھر پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ برلن کے سرکاری افسران نے وینڈل اور ہنری کو مطلع کیا کہ غیر ملکی ہونے کی حیثیت سے انھیں پیروں پر چھوڑا جائیگا۔ یار بیلے کا۔ حکام نے کو لینڈوسکا کو حقیقی طور پر خلوت نشین کر دیا تھا۔ لیکن اس نے ہنری کی رفاقت اور اپنی موسیقی سے اپنی تنہائی کو خوش گوار بنالیا۔ ہنری نے بھی وینڈل کے مضمونوں میں بے کلامی اس کا ساتھ دیا۔ اور اس کا دل بھلا کر اس کا رنج و غم مشاوارہ۔

۱۹۶۹ میں پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر ہنری اور وینڈل نے خوشی خوشی پیرس واپس ہونے

کی کتابیاں شروع کر دیں۔ لیکن میں اس وقت جب وہ روانہ ہونے لے سکتے تھے ہنری موٹر کے ایک فوٹ میں ہلاک ہو گیا۔ رنج و غم سے بدحواس لینڈ دسکا کو یوں محسوس ہوا جیسے اب پیرس جانے کا مقصد فوت ہو چکا ہے۔ ہنری نہ صرف اس کا محبوب شوہر تھا، بلکہ اس کے تمام سفروں اور مستقبل کے پروگراموں کی ترتیب و تنظیم کا نگران بھی تھا۔

باسل (سوشلینڈ) میں چونکہ سینٹ مینو پیش کا پروگرام اس کی حاضری پر منحصر تھا، اس لئے اس نے اس دور کا مکمل طوائف کے صرف دو، بلکہ بعد اس پروگرام میں شامل ہونے کے لئے خود کو جرأت نہ کیا۔ تید کیا باسل میں ایم اے کی کلاسیں لینے اور سلسلہ دانشگری کرنے کے لئے اس نے بہت عرصہ تک قیام کیا، اس کے بعد وہیں کھانا ہو گئی۔ پیرس کے دوستوں نے انتہائی جوش و خروش سے اس کی واپسی کا جشن منایا۔ کئی برس بعد واپس آنے والا کلاسیک ہوم، لندن، قاہرہ، بوئنس ایرس جیسے مختلف ملکوں کا دورہ کیا۔ اس وقت میں اس کا ہارلے کورڈ اور اس کی بہترین سہیل ایسا شوک اس کے ساتھ رہی۔ اس سفر کے دوران میں کس کس اسے ہجرتی باڈیوں پر بھی سوار ہونا پڑا۔ ۱۹۲۵ء میں اس نے کچھ عرصہ تک غلاڈیٹھیا کے کونسل انٹرنیٹ میں موسیقی کی تعلیم دی۔ غلاڈیٹھیا کے طالب علم اس کی فرانسیسی لہجے کی انگریزی اور اس کی خوش مذاقی سے بے حد متاثر ہوئے۔ اس زمانے میں اس کی کتاب "دیم موسیقی، انگریزی میں بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو گئی۔"

لینڈ دسکا خواہ یورپ میں رہی یا امریکہ میں، لیکن اس نے موسیقی کی مشق متواتر جاری رکھی وہ اپنے رفیقوں سے کبھی پیچھا کرتی تھی کہ کامیاب موسیقار اسی طرح بنا جاتا ہے، اس کے لئے لمحاتی تحریک کی نہیں، بلکہ مسلسل مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی زندگی ہو گئی کے کورس، ٹائم ٹیبل اور موسیقی کے جلسوں کی پابند ہو کر رہ گئی تھی۔ اب وہ اس زندگی سے الٹا گئی تھی، چنانچہ وہ پیرس سے دس میل شمال میں ایک چھوٹے سے قصبے "سینٹ لولا فورے" میں سکونت پذیر ہو گئی۔

لولا فورے میں دسکا کے مکان کے گرد اینٹوں کی اونچی دیوار تھی، اس مکان میں اس کے ہمراہ ایک دلایز فرانسیسی خاتون نے ڈیٹس، ریٹائرڈ بھی رہتی تھی۔ لینڈ دسکا نے ایک ساتھ نو کتے پال رکھے تھے اور اس نے ان کے نام موسیقی کے ارکان پر، "ڈس" سے دیکھ رکھے تھے۔ کچھ کے نام موسیقی کی اصطلاحوں پر مشبہ اور میوزیٹ وغیرہ بھی تھے۔

جو موسیقار اس سے موسیقی سیکھنے کی درخواست کرتے، ان میں سے وہ چند باصلاحیت طالب علم منتخب کر لیتی تھی۔ ان طالب علموں سے انٹر ویو لے کر وہ ان کے ذوق اور جذبے کی گہرائی کا اندازہ لگا لیتی تھی۔ وہ جو امیدوار منتخب کرتی تھی ان سے کہا کرتی تھی "آپ لوگ مسلسل مشق کی خواہش رکھئے، لیکن یاد رکھئے کہ مسلسل مشق کے باوجود کسی کسی خوش نصیب کو ہی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔"

طالب علموں کے تعلق میں بھی دنڈا نے اسی دیانت، دل جمعی اور اعتماد کا مظاہرہ کیا، جو اس نے خود اپنی فنی صلاحیتوں میں کیا تھا۔ وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتی تھی "میرا اعتقاد ہے کہ ہر چیز کی نیکی اس کے کبھی ختم نہ ہونے والے حسی میں ہوتی ہے۔" اس کے شاگردوں میں فرانسیس پومیس نامی ایک فرانسیسی نغمہ نگار بھی تھا۔ جس نے بعد میں دنڈا کے لئے ہارپسی کونڈ پر بجانے کے لئے نغمہ نگاری کی تھی۔

ماہمئی سے جولائی تک ہر اقدار کے دن لینڈوسکا موسیقی کے اپنے ذاتی ہال میں ایک پروگرام پیش کیا کرتی تھی۔ یہ ہال انگور کی بیجوں کے بھرٹ میں نٹ پاتھ تک پھیلا ہوا تھا۔ اقدار کے دن پیرس سے سینٹ لیو کے لئے روانہ ہونے والی دو بجے کی ٹرین پر اہم ترین موسیقاروں اور موسیقی کے شائقین کا بے انتہا ہش ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے پیرس کے اسٹیشن کے سکارڈ اس ٹرین کو ادا م لینڈوسکا کی ٹرین کہا کرتے تھے۔

دنڈا پورے اندھ سے اپنے راگ کی ابتدا کرتی تھی۔ لیکن کبھی بے سری نہیں ہوتی تھی۔ وہ خود کھانا پینا وغیرہ اور خوش مزاج تھی۔ علاوہ ان میں پروگرام کو الہ بھی دلچسپ بنانے کے لئے مختلف کتابیں، پروگرام کی تفصیلات اور اپنے باپا ادا سکارٹی کے مظاہرین کے مطابق اور اپنی دھنوں پر دلچسپ تبصرے بھی سناتی جاتی تھی۔ موسیقی کی محفل کے بعد بشر کلاس کی لائبریری میں چلا جاتا ہے۔ جہاں سینکڑوں کتابیں اور ساز موجود ہوتے تھے۔ تمنا شانی دنڈا کے جمع کئے ہوئے چلنے والوں کا، ابن میں بہت سے ہارپسی کونڈ بھی شان تھے۔ دلچسپی کے ساتھ جائزہ دیا کرتے تھے۔

اس پروگرام کے وقفوں میں دنڈا آکسیرج، ٹیکرول اور ریگنڈنگ میں مصروف ہوتی تھی۔ استادن کے بارے میں ششم کی رسم تعلق پوشی کے لئے بھی اس نے موزار کے رسم سانچ پوشی کے

ناگ کی ریکارڈنگ کمائی تھی۔ ۱۹۳۷ء میں زندگی بھر کے کنسرٹ میں گراؤنڈ بکس کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

دو برس بعد جرمنی کے ایڈولف ہٹلر نے یورپ کو دوسری جنگ عظیم کے شعلوں میں جھکیل دیا۔ جرمنی کے آسمانوں پر بمبار کر کے جلے۔ مئی ۱۹۴۵ء میں ہٹلر نے اپنی توپوں کی گرجاؤں سے خود اپنے کانوں سے گولی خود اپنے سینے میں شعلوں کے شمال میں دای جا رہی تھیں۔ نازیوں نے جرمنی اور پولینڈ میں ہولناکیوں کو جہاد میں دی تھیں۔ ان کا دہشت گردی علم تھا۔ فرانس میں بھی اسی طرح کی تہذیبوں کا بردے کار لایا جانا یقینی تھا۔ ان حالات میں اس نے دہش سے کہا: ”ہمیں یہاں سے چلا جانا چاہیے۔“

”دہش نے دریافت کیا، ”مگر ہم کہاں جا سکتے ہیں؟“
 ”ہم بولائیں جا سکتے ہیں۔ میرے ایک شاگرد نے پیش کش کی تھی کہ جب ضرورت ہو: ہم وہاں پناہ لے سکتے ہیں۔“

لینڈ ورسکا کے بیکریٹری نے کار کا انتظام کر دیا۔ اس نے جلدی جلدی کچھ کپڑے منگوائے، کچھ نایاب کتابیں، نذر نما اور وہ اس کیج جو اسے مصورا دستگراش رگسٹ روڈی نے پیش کئے تھے اپنے ساتھ رکھ لیے۔ کار روانہ ہوئی تو لائنیں لینڈ ورسکا کو گھر پر چھوٹے ہوئے اپنے محبوب مار پیس کر دیا کتابیں اور خطوط کے ذخیرے کا خیال آگیا، اور اس کا دل بھر آیا۔
 جرمنی فوجوں سے بچنے کے لیے اپنے گھر دے سے نکلے سوئے ہزاروں پناہ گیروں سے سرسری کچھ بھری ہوئی تھیں۔

بالآخر ہٹلر اور ڈیٹس بولائیں پہنچ گئے، لیکن اسی رات ریڈیو نے پینغوس خبر نشر کی، فرانسی فوجیں شکست کھ رہی ہیں۔... نازی سینٹ میو کی جانب بڑھ رہے ہیں۔... بولائیں پر عمل کا اندیشہ ہے۔“

ڈیٹلر اور ڈیٹس نے خوف زدہ چہرہ دیکھا۔ ایک دوسرے کو دیکھا اور سوچنے لگے کہ اب وہ بولائیں سے کیسے بھاگ سکیں گے؟ کیوں کہ ہیکل ٹرانسپورٹ کو حکومت نے فوجی کاموں کے لئے رکھا تھا۔ دوسرے دن انہوں نے شمار کیا۔ جوں کے چکر لگے، لیکن ہر جگہ انہیں یہی جواب ملا کہ ہماری تمام گاڑیاں فوجی کاموں میں لگی ہوئی ہیں۔“

آخر میں ڈینس کا ایک ڈانس شروع کیا، جو ایک پارٹی کو سپر سیمپلر بنا تھا۔ اس نے ڈانسور سے کہا: "دشمن شہر کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اسی صورت میں کچھ دوسری سمت میں سفر کرنا بہتر نہ ہوگا؟" کچھ دیر بعد ڈانسور نے خوف سے اپنی تھوڑی بہولتے ہوئے کہا، "ہاں، ہاں" صبح کے چار بجے یہ فائدہ بولائیں سے بچا نہ ہو گیا۔

کچھ ہفتے بعد ڈینس اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن بلز سرمر نامی ایک گاؤں کی قیام پزیر ہو گئے، جو اسپین کی سرحد کے قریب شمال میں ملے تھے یہاں ڈانکا کے ایک سنگتراش دوست، اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا مکانی تھا، یہاں قیام پزیر ہوجانے کے کچھ عرصہ بعد ایک دن پیرلدا کی اور جودیلری رہا اس نے اپنی زندگی کو مئی کے بعد وقف کر رکھی تھی، لیکن اب نہ اس کے پاس پیانو تھا اور نہ ہارڈ پیانو کوڑا، نہ ٹیبلت تھی اور نہ کتابیں۔ زندگی میں اب کیا باقی رہ گیا تھا؟

لیکن اس موجودہ عالم میں بھی زندگی بے انتہا تخلیقی تحریک موجود تھی ایک دن اسے پتہ چلا کہ اس کے مکان کی مالک کے پاس ایک ٹوٹا پھوٹا قدیم عرصہ طرز کا پیانو موجود ہے، جسے وہ استعمال کر سکتی ہے۔ اس نے خوش ہو کر کہا، "میں دوبارہ اپنی زندگی بنائوں گی" اور اس رات کے بیشتر حصہ میں وہ اس پیانو کو بجاتی رہی۔ یہ پیانو اگرچہ پرچین کن حد تک ناقابل عمل تھا، لیکن اس نے کئی ہفتوں تک پورے انشاک سے اسی پر اپنی مشق جاری رکھی۔

۱۹۷۰ء کے اکتوبر میں اسے ایک پوسٹ کارڈ موصول ہوا، جس میں ایسے اشارے موجود تھے، جو اسے اندازہ ہوتا تھا کہ سینٹ بیو میں بھیجا تک واقعات ہوئے ہیں۔ اس وقت تک اس کا قیام صلے نامے پر دستخط ہو چکے تھے، جس کے مطابق فرانس کا نصف شمالی حصہ جرمن نازیوں کے والے کر دیا گیا تھا۔ ڈینس نے فیصلہ کیا کہ سینٹ بیو کے متعلق موصولہ اطلاع کی تصدیق کے لیے خود ہال جائے یہی میئر واپس بھیجے کے لئے ڈینس کو مقبوضہ اور آزاد فرانس کی سرحد پر غلط فہمی طور پر پارک کر دی تھی، واپس پہنچ کر اس نے بتایا، "سینٹ بیو کو جرمن نازیوں نے بالکل تاراج کر دیا ہے۔"

دنہ نے مٹی ہو کر پوچھا، "میرا ہار پیانو کوڑا... میرے غم نہ مٹا؟" "بحری جہازوں میں لاد کر جرمنی بھیج دیئے گئے" ڈینس نے انتہائی رنج و غم کے ساتھ کہا۔ "اور تمہاری کتابیں بھی۔ مکان پر بھی نو جیوں کا قبضہ ہے۔"

”کیا کنسرٹ ہال بھی ان کے قبضہ میں ہے؟“ لینڈ دسکا نے پوچھا۔

”اسے سپاتی ڈیو کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔“

ڈیو کے ہارپی کورڈوں کی بربادی کا حال سن کر اس کے ایک شاگرد نے اسے کچھ رقم خر فوئی تاکہ وہ پینیل کمپنی کے اسٹاک میں بچا ہو آخری ہارپی کوڈ خرید سکے۔ یہ نو فریڈ ہارپی کوڈ اس کے اپنے ہارپی کوڈ کے مقابلے میں بہت معمولی تھا، لیکن ڈیو شاگرد کی بھی کہہ کر حال کسی قسم کا سارا سے مل تو گیا۔ ایک دن ہنری بالوں والی ایک حسین عورت لینڈ دسکا سے ملنے آکا اور اس سے کہا، ”آپ نے میری جان بچائی ہے، میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔“

”میں نے۔۔۔ میں نے آپ کی جان بچائی؟“ لینڈ دسکا نے حیرت زدہ اور بدحواس ہو کر ہنسی محسوس کی۔

کے الفاظ دہرا دیئے۔

”میں نے خود کشی کا منصوبہ بنایا تھا۔“ اس عورت نے وضاحت کی۔

”بڑے افسوس کی بات ہے۔“ لینڈ دسکا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”میں نے اپنے ہاتھوں میں پیرولین جینٹل لیا تھا۔“ اس عورت نے آپ کے ساتھ اپنے الفاظ پر

زور دیتے ہوئے کہا، ”لیکن اسی لمحے آپ کے پانچ کے ریکارڈنگ گولڈ برگ دیبریں اینٹرنز کی صدکائوں

میں آگئی۔ اس کی موسیقی مستقل طور پر میں نے اپنا ریولر کھینک دیا۔“

لینڈ دسکا بے حد خوش ہوئی کہ اس کی موسیقی اس خودکش کر سکتی ہے۔ اس نے مسکرا کر کہنا

انکسار کے ساتھ اس عورت سے کہا، ”آپ نے جو کچھ بتایا، اس سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔“

اس عورت نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”جنگ کے باوجود میرے حالات بہت

اچھے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو امریکہ کے سفر کے لئے کچھ رقم پیش کر سکوں۔“

یہ بات سن کر لینڈ دسکا کے تصورات میں ایک ایسا ٹکڑا بھرا آیا، جہاں جا کر اسے کنسرٹ منعقد

کرنے اور موسیقی سننے سنانے کی آزادی مل سکتی تھی۔ وہ اس ملک کے خواہوں میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے

اس نیا خیال پیش کش سے منسوب ہو کر کہا، ”اب میری باری ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کر دوں۔“

دشوار دسکس کی ٹرانسمیسیں بڑے رگاہ سے جہاں نہر سوار بھی ہو سکتی تھیں اس نے وہ دونوں ہارپی

کوڈ سمیت ٹرانسمیسیں روانہ ہو گئے۔ جب ٹرانسمیسیں سے اسی کا جہاز روانہ ہوا، اس وقت تک امریکہ ایک

لیکن جب ان کا جہاز نیویارک کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا، اس وقت تک نازیوں نے پرل ہاربر پر حملہ کر کے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو جبراً جنگِ عظیم میں دھکیل دیا تھا۔ جنگ دھڑک کر امریکہ نے دالے لوگوں کی نگہبانی کرنے والے افسر بریسیوں کا سختی سے جائزہ لے رہی تھی، چنانچہ دنڈا اور ڈینس کو بھی ایسے آئی لینڈ میں نظر بند کر دیا گیا۔

ان دونوں کی حالت زار سنکر پرستانی لوگوں نے کونسل کے اعوز نواز ڈوڈا کو ریڈیو شہر کی بلاشر ہسٹوں سے ان کے لئے سفارشی خطوط حاصل کئے۔ ان لوگوں نے لینڈ سسکا کی اہمیت اور ریاستداری کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد لینڈ سسکا اید ڈینس کو رہا کر دیا گیا۔ دنڈا کو تین سو ڈالر سے کچھ کم کی نقد ادائیگی مل گئی۔ ان دونوں نے ٹائمر اسکوائر کے ایک معمولی سے ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ دنڈا کے دوستوں نے ۲۱ فروری ۱۹۴۲ء کو ٹائیڈ ہال میں اس کے ایک کنسرٹ کا اہتمام کیا۔ اس کنسرٹ کے خاتمے پر دنڈا کو محسوس ہوا کہ وہ سب کچھ جس کی وجہ سے سینٹ پیو سے اسے عشقِ فضا، دوبارہ امریکہ میں میسر آ سکتا ہے۔

اس کنسرٹ کی آمدنی سے دنڈا نے سینٹرل پارک دیسٹ پر ایک بلڈنگ میں پرانے نواز کا ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اور اسی سکونتی کمرے میں موسیقی کی کلا میں شروع کر دیں۔

”اب ہر چیز ارتقا پذیر ہے۔“ دنڈا نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ ”مٹا کر ڈنسرٹ“ دوست، سب کچھ مل گیا ہے۔ میری زندگی امریکہ میں دوبارہ شروع ہو رہی ہے۔“

ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا کے مختلف شہروں میں دنڈا نے پیانو اور ہارسی کو روڈ کے بہترین مظاہرے کئے۔ اپنی شخصیت کو اور زیادہ پرتاثر بنانے کے لیے وہ سرخِ محفل کے ہارنے والے گلوں اور اسی رنگ کے پیلے سیلر پہنے ہوئے، ہاراتی ہونی ایسٹ پر راقی اندازِ بیشت والی انوکھے طرز کی ایک کرسی پر بیٹھ جاتی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ اپنے ہارسی کو روڈ کے قریب کے کمپ کی روشنی کم کرتی تھی تو سامعین کو پول محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ازمنہ موسیقی کے ماحول میں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن اپنے فن کے خطاہرروں کے درمیان لینڈ سسکا اپنے سامعین سے جو گفتگو کرتی تھی، اس میں کسی قسم کی تداوت مترشح نہیں ہوتی تھی۔ وہ سامعین سے کہا کرتی تھی ”میں نے اپنے فن کو آپ کی سرت اور آپ کے ذوق کے مطابق بنانے کے لیے شدید محنت کی ہے۔“

جب تک بہت زیادہ مہج نہ ہو جاتا، وہ اپنا سانس شروع نہیں کرتی تھی۔ موسیقی کے ناقد
 درجل تھا، پیسے نے اس کے متعلق رائے دیتے ہوئے کہا تھا، ”دندا خواہ کوئی بھی سدا بجائے“
 صوتیاتی فن کے شائقین کے لئے وہ عظیم ترین اور اعلیٰ ترین تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے۔“
 لیڈز سکا کو اب بھی فرانس سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ اس نے برلن میں اپنی طالب علمی کے
 زمانے کے ایک گانے پر آزادانہ کا بلکل کے نام سے ایک جو شیلہ راگ تیار کیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا
 کہ فرانس کی فوجیں پیش قدمی کے ذقت اس کے اسی راگ کو بلند تر آہنگ کے ساتھ بجاتی ہیں تو اس
 کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

جرمنی کی شکست کے فوراً بعد، بوہریا میں امریکی فوج کے ساتھ قیام پذیر لیفٹنٹ ڈیوڈ
 کو زبرد کو لیڈز سکا کا محبوب ہارپی کوڈز دستیاب ہو گیا۔ اس نے بحری جہاز کے ذریعہ اسے دندا کے
 پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد فوجی سپاہیوں کو اسٹریٹس ٹیک کی ایک کانٹے سے دندا کے بہت سے دوسرے
 ساز بھی دستیاب ہو گئے۔ لیکن یہ سب کے سب ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔

جب فرانس کے حالات سدھرنے لگے تو دندا کے دوستوں نے اسے کم از کم ایک بار فرانس واپس
 آنے کے لئے اکسایا۔ دندا نے جوش میں آ کر یورپ کے تین ماہ کے دورے کا ایک پروگرام بنایا، والا
 لیکن بعد میں اسے احساس ہوا کہ اس کا منصوبہ کچھ زیادہ بڑا ہے۔ چنانچہ پرلے مناظر اور پرلے دوستوں سے
 لطف اندوز ہونے کی شدید خواہش کے باوجود اس نے اپنا مادہ ترک کر دیا۔ اس کی ایک محبوبہ تریسی ہسلی
 ایلسا شو مک تو اس کے اوڈیو کے ساتھ رہنے کے لیے لھر لکیر ہی پہنچ گئی تھی۔ دندا ان دونوں سہیلیوں
 کو بے حد چاہتا تھی۔ وہ کبھی دندا سے بے حد محبت کرتی تھیں، اور انتہائی سوجھ بوجھ کی حامل تھیں۔ دندا
 نے بھی کبھی بے رخی یا خود غرضی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

جب آرکی۔ اے وکٹر نے ستر سال لیڈز سکا سے افتتاحی لغات اور کیٹر آلاہنگ موسیقی کی
 ریکارڈنگ کے لئے درخواست کی، تو دندا کو محسوس ہوا کہ اب وہ اپنے مستقبل کی ایک فیصلہ کن
 منزل تک پہنچ گئی ہے۔ ان کیٹر آلاہنگ والے لغات سے باغ کے نمونوں کی تشکیل ہوتی تھی۔ اب
 وہ ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی کہ سرٹ جاری رکھ کر مقام کے مطالبات کی تعمیل بھی کر سکتی تھی۔
 اور چاہتی تو یکسوئی سے ساتھ ریکارڈنگ میں مصروف ہو کر کم و بیش خلوت نشین بھی ہو سکتی تھی۔

اس نے اپنے ایجنٹ کو بتایا تھا، "جی نے اپنی زندگی میں بے انتہا سفر کئے ہیں۔" وہ کسی بھی دیویلڈ ٹیمپرڈ کیوسٹر، کی ریکارڈنگ سے قبل انتہائی غور و فکر کے ساتھ ایک ایک سٹر کی مشق کرتی تھی۔ خواہ اسے ایک سو کو ہزاروں بار دہرا لیا کرتا، لیکن وہ ہر آہنگ کو پورے اٹھاک اور غور و فکر سے تیار کرتی تھی۔

۱۹۴۹ء کی ابتدائی گرمیوں میں۔ ہر شنبہ کو وہ ریکارڈنگ کے لئے آریکا، اے ڈکٹر کے بین ہٹن اسٹوڈیو میں پہنچ جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ڈینس ہارپسی کوڈ کی جانچ پڑتال کرتا اور ایسا دیگر عملی انتظامات میں مصروف رہتی تھی ہارپسی کوڈ کے سلسلے میں کچھ کرنا اپنا افتتاحی نغمہ شروع کرتے ہوئے مذاہمہ انداز میں کہتی، "مادرِ باخ کی کٹھور شکل و شبہات اور بھاری بھر کم ٹوپی سے رعب میں مت آنا۔"

ریکارڈنگ کے درمیان میں لینڈو سکا سینڈوچز اور کلائی یا سو رہاؤڈنگ کے کچھ قطرے پینے کے لئے رک جاتی تھی۔ ہر وہاؤڈنگ کا پٹا وہ ایلیا اپنے پاس رکھا کرتی تھی اس عام ریکارڈنگ میں لینڈو سکا نے اپنی خواہش کے مطابق انتہائی متوازن اور معیاری نئی بصیرت کا اظہار کیا۔ پتیلیس سڑک کی موسیقی کی ریکارڈنگ میں اس نے ہم ایس رکھنے صرف کئے، کیوں کہ ناپسندیدہ مولخ پردہ ریکارڈ شدہ حصوں کو رد کر کے دوبارہ ریکارڈ کرایا کرتی تھی اس وجہ سے اس ریکارڈنگ میں اختلاف صرف ہوا کہ۔ ایک بار لینڈو سکا نے اپنا ایک پہلے بیک سن کر اسٹوڈیو کے ایک ایجنٹر سے طنز بہ طور پر کہا تھا میری آواز میں اب بھی وہ عجیبی موزیک کی کتاب اور خوش موجود ہے۔ سخت جانفشانی کے ساتھ ریکارڈنگ کرانے یا مشق کرنے کے بعد، لینڈو سکا تفریح کے لئے رات کو دیر تک ٹھنڈا پسند کرتی تھی، لیکن اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رات کی چیل ڈنسی کے دوران میں سینٹرل پارک میں اسے پولیس کالے رک لیتے اور تندرہجی میں سولالت کرنے لگتے تھے۔ ایک بار تو اسے ڈراڈھما کو روچھ کچھ کے لئے پولیس اسٹیشن بھی لے جایا گیا تھا۔ دنڈا لاہر دکرے میں سانس لینے کی خواہش منٹھی، چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے نیو یارک چھوڑ دینا چاہیے۔

لے۔ ایک بوٹی جس کا عرق تلخ اور خوشبودار ہوتا ہے، اور کھانسی کے لئے مفید ہوتی ہے۔

پھر وہ دس اور ایک کو لے کر میکبول (کیک ٹیکٹ) میں پہاڑ کی چوٹی پر واقع ایک سادہ
لیکن کشادہ مکان میں منتقل ہو گئی۔ یہاں آکر ٹیبلڈ سکلے موسیقی کا لٹریچر نکالیں، چند صلاحیت مند
شاگردوں کو تعلیم دی اور کبھی کبھی کسٹمرز سے متفقہ کر کے اپنے فن کے مظاہرے کئے۔ ڈنڈا کے مکان پر
ایک ریکارڈنگ کے انتظامات کے لئے ماہرین نے اس کی لکڑی کی دیواروں والی ایک چھت کی
ٹائبریری کو ساؤنڈ پروف بنادیا اور اس میں تین تین میسینیں نصب کر دیں۔ مفتون رنگ چلنے
والی ریکارڈنگ کے لئے آری اے والے، ایک انجینئر کے ہمراہ پورٹبل مشین ٹرک پر لا کر اس کے
مکان پر پہنچا دیئے تھے۔

مسردیوں کے موسم میں لائبریری کا کمرہ سرد رہتا تھا، کیوں کہ ریکارڈنگ سے قبل آئندہ ان
کو مسجد کے پناہ گاہ بنانا تھا، کیوں کہ اس کا شور ریکارڈنگ پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ اس سرد
ماحول میں خود کو سنبھالے رکھنے کے لئے ڈنڈا اپنی موزے اور سرخ رنگ کا گرم لباس پہنتی تھی
دی۔ ٹیبلڈ سکلے پورٹبل کی ریکارڈنگ میں ڈنڈا کے چار برس صرف ہو گئے۔ لیکن اس
کی کوششوں سے دیہاتے موسیقی کو ایک بے مثال ورثہ میراث کیلئے اس سے قبل دہانت،
تفصیل، شوکت، الفاظ اور نواز کا ایسا تعلیم نشان مجھ کو کبھی محفوظ نہیں ہو سکا تھا اور ریکارڈنگ
کو سن کر ایک سال سے ڈنڈا کے ساحرا نے انمولیت اور اس کے فن کی دستوں کے متعلق جب ڈنڈا
سے گفتگو کی تو اس نے کہا، "میں جس قدر سبقتیں حاصل کرتی ہوں، ان کے مطابق اپنے
آپ پرتلاش بھی رکھتی ہوں۔" اس کی یہ نئی خود مختار نصف صدی کے غور و فکر، تحقیق اور طبع
و دانت کی سخت ضابطہ برتنی کا نتیجہ تھی۔

ایک بار ریکارڈنگ کے دوران میں ایک انجینئر نے ٹیبلڈ سکلے کے طرہ پر جوہر سے متاثر
ہو کر اس سے دریافت کیا، "آپ ٹیلی ویژن میں شمولیت کیوں نہیں کرتیں؟"

ڈنڈا نے طنز پر انداز میں کہا، "ٹیلی ویژن؟" مجھے ٹیلی ویژن کہاں میسر ہو سکتا ہے
لیکن ۱۹۵۳ء میں ٹیلی ویژن والے خود اس کے میک وڈ کے گھر پر حاضر ہوئے
ڈنڈا بڑی نزاکت سے، کسی حکمتی طرح ہال ہی کی کورڈ کے سامنے بیٹھ گئی۔ ملاطفت سے
ساز چھوڑا جیسے دیکھنے کے خیال میں ڈوئی ہوئی ہو۔ اس کے چہرے کے تاثرات نے

نیلی ویشن دیکھنے والوں کو اس کے شکم سے جیسے پیچھے چہرے کی طرف توجہ ہونے سے باز رکھا۔ اس کی توضیحات بھی اس کے سادہ جملے کی طرح سادہ و چمکار تھیں۔ اس کے جملے میں سیاہ چمک دار بال انتہائی سادگی و پیکار سے گنبد سے ہوئے تھے۔ اصرار میں کہیں کہیں سفید دھاریاں بھی نظر آرہی تھیں۔ وینڈل نے نیلی ویشن پر موسیقی کے متعلق اپنے بارہوی کو روکا اور خود اپنے متعلق ایسے غیر رسمی بے لاگ انداز سے گفتگو کی جیسے وہ اپنے دوستوں کے درمیان خوش گلی میں مشغول ہو۔

ظاہر ہے کہ لینڈوسکا کو فی ہرپ بھرنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ اپنے سامع کو اپنی خبر میں سے ہی متاثر کر سکتی تھی۔ نیلی ویشن پر اپنی اسی گفتگو میں اس نے کہا تھا، "لوگ مجھے جمال پرست قرار دیتے ہیں، لیکن میں تو محض ایک سادہ سی عورت ہوں، ناپی عورت جسے موسیقی سے محبت ہے۔" اس کے بعد بھی لینڈوسکا کئی بار نیلی ویشن پر پیش ہوئی، اللہ کو ایسا ریڈیو نے موسیقی کی کھوج، کے عنوان سے اس پر ایک سلسلہ وار فحش بھی نشر کیا۔ اس کے بعد لینڈوسکا نے تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدیس کا کام جاری رکھا۔ دشا اپنے شاگردوں کو کیا کرتی تھی کہ انھیں ساز کے پمپوں پر ٹیکہ لیں کی روانی، نقطہ عروج کے لمحوں کا تعین اللہ آہنگ پر ہی طرح زد و دینا چاہئے۔ وہ انھیں ہدایت کرتے ہوئے کہتی، "اپنے ذہن اور احساس کی تمام تر گہرائی اللہ رانی سے اس طرح ساز بجاؤ کہ ساز کے تحتہ کو نغمہ کا لطف میسر آجائے۔" تدریس کے دوران میں کبھی کبھی وہ موسیقی کے فلسفہ پر بھی تھوڑی بہت بحث کرتی تھی۔

ایک بار اپنے ایک شاگرد کو پرانے واقعات سناتے ہوئے اس نے وہ واقعہ سنایا جب وہ ہنری کی ہجری لٹالسٹائی سے ملاقات کے لئے جا رہی تھی، اللہ بیوقوفی سے برف کے طوفان میں گھر گئی تھی۔ "زندگی میں میں اتنا افسوس سا بھر رہا ہے" اس نے اپنے شاگرد کو سمجھایا، "میں دروازوں سے دست و گریباں نہیں ہونا چاہئے۔" خود بخود کھل جاتے ہیں۔

لینڈوسکا کو خود بخود کھل جانے والے بہت سے دروازے ملے تھے۔ اس کی قابلیت کو مزاج معیت کرنے کے لئے موسیقار اللہ رانی نے دامن اللہ بارہوی کو کونہ کے لئے ایک سوناتا مرتب دیا۔ مینول ڈی خال نے بھی خیال سے ایک نغمہ بارہوی کو ڈکسٹر ٹو مکے نام سے تیار کیا۔ نیلی ویشن پر اس کی آواز اس کے کنسرٹ اور ریکارڈنگ کے شاگردوں کی فنی عینیں سے بہت کم اس کا کارائی کے وہ دروازے تھے جو خود بخود ہوتے تھے۔ اس کے شاگردوں سے ایس اہرس اور سولیا لہ نے بارہوی کو روکے لہجہ کو عام کرنے اور اسے مقبول مستزبان بنانے کیلئے کافی کام کیا۔

لہذا ایک راگ جس میں کئی آہنگ ہوتے ہیں لیکن سب کا سر ایک جیسا ہوتا ہے۔

لینڈوسکا کے شاگرد دل میں آئی شاہد روز میری کوئی نے ہار پی کھوڑے مشترک آہنگ کے بہت سے رنگ گائے۔ کاجوں نے موسیقی کے شعبوں میں ہار پی کھوڑے جہالت کے کورس شروع کر دیے۔ ہار پی کو روڈ نوادوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے لینڈوسکا کو بے حد خوشی ہوتی تھی۔ لیکن اس بڑھتی ہوئی مقبولیت سے اس کے دل میں کچھ اندیشے بھی پیدا ہو گئے تھے۔ ان اندیشوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اس نے یہ بار کہا تھا: ”کچھ لوگ اس سارے حقیقی کردار اور اس کے جوہروں کو غلط طریقے پر پیش کرتے ہیں۔“

۱۹۵۶ء میں لینڈوسکا نے اپنی مدافنہ کی مشقوں میں پیانو کو بھی شامل کر لیا تھا۔ سب سے پہلے اس کا تعلق پیانو ہی سے ہوا تھا۔ وہ مدت تک اس کی مشق کرتی رہی، تاکہ موزا کے کچھ بہترین نغمات ریکارڈ کرا سکے۔ اس وقت تک لینڈوسکا کی انجلیوں میں رخصت نمایاں ہونے لگا تھا لیکن اس کے باوجود اس کے سروں کی پاکیزگی سننے والوں کے دل جیت لیتی تھی۔ ایک بار کسی شخص نے لینڈوسکا سے کہا: ”اب تو واقعی آپ کو روزمرہ شق کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تو آپ اپنے فن کے کمال کو پہنچ چکی ہیں۔“

لیکن لینڈوسکا ایک بالکمال فنکار کی حیثیت سے اپنا ذکر سننا کبھی پسند نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ انتہائے کمال کو وہ فن کی سرزد منزل سمجھتی تھی۔ چنانچہ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: ”میں اس وقت تک مشق جاری رکھوں گی۔ جب تک کہ میرا تعلق اس فن سے باقی رہے گا۔“

اب لینڈوسکا پر رفتہ رفتہ ضعیف العمری اثر انداز ہوتی جا رہی تھی، لیکن وہ پوری مسرت کے ساتھ اپنے مضابطے پر قائم تھی۔ وہ صبح آٹھ بجے بستر سے اٹھ کھڑی ہوتی۔ ڈینس ایسا اس کے لئے کافی بنا کر لاتے۔ اندر وہ کافی پی کر خطوط لکھنے بیٹھ جاتی تھی۔ پھر انجیر، کھجور اور سلاڈ کے ٹمٹے سے ذرا رخ ہو کر ہار پی کو روڈ یا پیانو پر بیٹھ جاتی اور گھنٹوں مشق کرتی رہتی تھی۔ کام کے طویل عرصے کے بعد وہ چل قدمی کے لئے نکل جاتی تھی۔ اس کے اس دستور پر نہ بااثر اثر انداز ہوتی اندر سردی۔ سردیوں کے موسم میں وہ کئی چادریں اوڑھ کر اور اوڑھ کر ٹاپیں اٹھاتے بااثر کرتی تھی۔ ٹھٹھٹے ہوئے وہ اپنے کوٹ کی آستینوں میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح چھپا کر جیسے مبینی حال اپنے چوغے میں ہاتھ چھپائے رہتے ہیں۔

پہل قدمی کرتے ہوئے وہ کبھی کبھی دوستوں سے بات چیت کرنے کے لئے راہ میں رک جا کر قتی تھی۔ اس کے دوستوں میں ایک سرسری بھی تھا۔ یہ بڑھی چونکہ ایک مصنف کار تھا اس لئے اپنے پیشے سے ایسا ہی عشق رکھتا تھا۔ جیسے لینڈ دسکا موسیقی سے۔ اپنے اپنے فن کے یہ دونوں ماہرین ایک دوسرے کو خوب جانتے تھے۔ اس بڑھی یا کسی اور دوست سے کب شپ کر کے لینڈ دسکا عام طور پر ترائی کی جانب نکل جاتی تھی۔ جسمانی اعتبار سے اگرچہ وہ کمزور تھی، لیکن اس میں اب بھی چمک موجود تھی۔ اور خود اپنے سے تہائی عمر کے لوگوں سے زیادہ پھرتی کے ساتھ چڑھائی پر چڑھ جاتی تھی۔ اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ اس دقت گھروں کرتی تھی، جب اسے جھپٹے ہوئے گوشت، پھل اور سبزیوں کی شدت سے جو کہ عیسوی ہونے لگتی تھی۔

شام کے اوقات میں وہ موسیقی کی شست، راگوں کی ترتیب و تخلیق اور مطالعے میں مصروف رہتی یا پھر دوستوں سے ایسی انگریزی میں بات چیت کرتی تھی، جس میں کہیں کہیں فرانسیسی جملے بھی شامل ہوتے تھے۔ ہمیشہ خوش مزاج رہنے والی لینڈ دسکا نے ایک بار انسانی زندگی کی نوعیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا تھا، "اگر ہمارے پاس موسیقی موجود ہے تو یہ دنیا ایویسوں کی جگہ کیوں کر ہو سکتی ہے؟" بیشتر راقوں میں جب پورا رائج بین کے آغوش میں گم ہو جاتا تھا، لینڈ دسکا کی کھڑکی میں سے ایک روشنی چمکتی ہوئی نظر آتی تھی۔

سٹورے سٹورے غرض بعد اخباری نمائندے اور انٹرویو لینڈ دسکا کے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے۔ وہ سے لینڈ دسکا نہایت خلوص دیانت داری اور دیانت کے ساتھ پیش آتی تھی۔ ایک موقع پر اس نے اپنی کامرانی تسلیم کرتے ہوئے گندے اچکا کر کہا تھا، "لیکن اس کا مطلب نہیں ہے کہ میں اپنے آپ سے مطمئن ہو چکی ہوں۔ ابھی تو مجھے بہت کچھ سیکھنا ہے۔"

ایک بار ایک اخبار نویس نے اس سے سوال کیا، "کیا آپ کو یہ ملک پسند ہے؟" اس نے یہ سوچتے ہوئے کہ یہاں وہ اپنی موسیقی، اپنے گھر، اپنے مستقبل کے ساتھ قادرِ مسرتوں سے ہم کنار رہی ہے، اس نے پرجوش لہجے میں اخبار نویس کو جواب دیا، "مجھے ان کے عشق ہے۔"

اسی برس کی عمر میں ہی لینڈ دسکا واضح، خوش مزاج اور چاق و چوبند تھی اور شادانہ

ہی اپنی مصروفیات ترک کرنا کرتی تھی۔ لیکن اگست ۱۹۵۹ء میں اس پیمانے کا حملہ ہوا، اند کچھ
مہینہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

لینڈسکا جس طرح اپنے اصولوں پر کاربند ہی، دنیائے موسیقی میں اس کی مثال شکل
سے ہی ملے گی۔ اپنے اس انتخاب کے سبب اس نے ہارلپی کو رڈ اور ماضی کی موسیقی پر بے مثال فتح
حاصل کی۔ اس نے تمام زندگی اس معصوم لڑکی کے اعتماد کو پیش نظر رکھا جس نے ایک بار چھپن
میں ایک کانڈ پر لکھا تھا، ”میرے خوابوں میں صرف یہی ایک چیز یہی ہوتی ہے کہ میں باغ کے راگ
بجاسکوں۔“

وڈا لینڈسکا نے نہ صرف دیگر ہارلپی کو رڈ نوازوں کی نسبت امتیاز و برتری حاصل کی،
بلکہ وہ شرافت نفس، سادگی اور ابتاد میں بھی بہت سی شخصیتوں سے آگے تھی۔ اس نے زندگی
اور موسیقی کے حسن سے یکساں طوط پر عشق کیا، اس کی خصوصیت ”اس کا یہ اعتماد تھا کہ وہ کسی شے
کی پرستش کرتی ہے۔ ایک بار اس نے کہا تھا، ”وہ لوگ جن کی روح میں کوئی احساس جاگزیں نہیں
ہو سکتا، وہ مفلس ہوتے ہیں۔ لیکن وہ مرد یا عورتیں جن میں کسی چیز کے حسن کا کامل یقین ہو، صاحب
ثروت ہوتے ہیں اور وہی ہماری زندگی کی ایویسیوں کو درکار کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔“



(۵۱)

آئی وی بیکر پریسٹ

دنیا کے عظیم ترین بنک کی خزانچی

ریاست ہائے متحدہ کے خزانچی کا جدید سنبھالنے کے برعکس بعد جب آئی وی بیکر پریسٹ اپنے پرانے قصبے جنگم کینٹ (آٹا) واپس آئی تو اس نے اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے وہ استقبالیہ بند ڈیکھے، جن پر تحریر تھی "آئی وی بیکر پریسٹ کو اپنے وطن آنا مبارک ہو" قصبہ والوں نے کھلی جگہیں اس کے لئے ایک استقبالیہ سیلے کا اہتمام کیا تھا۔ اس جلسہ میں میراڈ جاسن نے اسے ایک اسکرافن پیش کیا جو مقامی کان کنوں کے ڈول کے طور پر استعمال میں آنے والے صنعتی پتھر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا۔ جلسے کے اختتام پر اس کے سابق ہم سبق دوست اخبار نویس اور آؤگراف لینے والوں کا مجمع اس کے گرد جمع ہو گیا۔

اس کے بعد مسز پریسٹ کینے کوٹ کی تانہ کی کان میں کمپنی کے کارکنوں کو سیونگ بانڈ انعامات پیش کرنے کے لئے مدعانہ ہو گئی۔ تقریر کے دوران میں اس نے دیکھا کہ سامعین کے چہرے غمزہ و مسرت اور تعظیم کے احساس سے دھک رہے تھے۔ ان لوگوں میں اس کے کان کن باپ کے بہت سے دوست بھی شامل تھے۔

تقریر کے بعد اپنی کاروباری بیوہ کو واپس آتے ہوئے مسز پریسٹ نے محسوس کیا کہ وطن میں واپس آکر اس کی جو پذیرائی ہوئی ہے، وہ اس کے بچپن کے خوابوں پر سب سے بے وقعت لگتی۔ پریسٹ کے ذہن میں، ماضی کے وہ تمام واقعات گھونٹنے لگے، جب اسے ضروریات زندگی بھی میسر نہیں آتی تھیں اور اپنے بوسیدہ کپڑوں کے باعث اسے سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی۔ پھر اس کے ذہن میں تصورات

کی وہ تمام پر چھائیاں ابھریں کہ کس طرح اس نے عدالت و شہرت حاصل کی اور کس طرح باوقار شخصیت بن کر وہ نفع بلکہ واپس آئی تھی۔ لیکن ابتدائی عمر میں اسے کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ ایک دن وہ دنیا کے عظیم ترین بند کے خزانچی کا عہدہ حاصل کرے گی۔

مسٹر پرسد، کی یہ عہدیت اس وقت ختم ہوئی جب اس نے خود کو ان بچوں کے مجمع میں گھرا ہوا پایا جو دارالعلوم پر اس سے آٹو گران لین چاہتے تھے۔

اس مجمع میں سے ایک اطلاع دی لڑکی نے سرائے ہوئے پوچھا: ”آپ کے خیال میں کیا میں بھی رہا سہنا سہتا ہوں؟“

”یقیناً“ مسٹر پرسد نے کہا ”تم بھی میری طرح خزانچی بن سکتی ہو“

آئی دی بیکر نے ۶ ستمبر ۱۹۰۵ء کو کیرے (امامہ) میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کی پیدائش کے وقت آئی دی کے والدین سخت مشکلات میں مبتلا تھے۔ اس کا باپ اور نیچ ڈیکنیر بیکر سولہ افراد کے ایک ماہر قبیضے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی تعلیم تو صرف پنجویں جماعت تک تھی۔ لیکن ڈیکنیر بیکر نے اپنے طور پر مطالعہ کر کے اپنی استعداد اور بحالی تھی۔ اس چڑے چکلے کن عدول والے کان کو کہیں برس کی عمر میں، ماہرین فرقہ کے رواج کے مطابق دو برس کے لئے رضا کارانہ طور پر مذہبی تعلیم کے لئے برٹش آئیلز جانا پڑا تھا اس سفر کے دوران میں وہ بارک شام میں گیارہ دنے والی کی دفتر کھلا فرقے کے مشق میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بیکر اچھری سے بدن کی ایک: ”ذکر انعام لڑکی تھی۔ ماں کا سنایہ بچپن میں ہی اس کے سر سے اٹھ گیا تھا۔ بیکر انوکھو طور پر مذہم کے طور پر کام کرتی تھی، لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسکاٹ لینڈ کے شاہی اسٹوڈنٹ خانہ ماہ سے تعلق رکھتی ہے۔ بیکر زندگی کی نزاکتوں کے معاملہ میں انتہائی حساس تھی۔ شادی کے بعد بیکر اور کیرانے ۱۸ ماہ میں سکونت اختیار کر لی۔ بیکر اگرچہ انجمن کی کلیسا کی رکن تھی، لیکن اس نے خوش دلی کے ساتھ اپنے چوں کو مذہم فرقہ کے عقائد کے مطابق پرورش کرنا منظور کر لیا تھا۔

آئی دی کے بچپن میں یہ خاندان کئی بار امامہ کے کان کنوں کے چھوٹے چھوٹے فرقوں میں چکر لگاتا رہا۔ ۱۹۱۲ء میں یہ خاندان گلاسگو کی یہیں مقیم تھا۔ ایک اقدار کو سہ پہر کے وقت آئی دی اپنے گھر کے باہر میزبان میں کا فنڈنگ گروپوں سے کھل رہی تھی اچانک ایک دھماکا ہوا اور آئی دی کی کاغذی ٹوٹیاں چاروں طرف بکھر گئیں، پھر جیسے ہی وہ انہیں اٹھانے کے لئے جھکی، دھماکا کا ایک ٹکڑا اس کے سر پر آکر لگا

اور وہ زخمی ہو گئی۔

آئی دی کی ماں دوڑی دوڑی آئی اور اسے دھکیل کر گھر میں لے گئی اور اندھے جاکر اسے اس کے چھوٹے بھائی فرنی اور میکس کے برابر بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد آئی دی نے دہلیز میں جوتوں کی آواز سنی اس نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ ایک اسٹریچر اٹھائے دروازے میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، ”ہمارے بچہ گیا ہے۔“

”ڈیڈی“ آئی دی اپنے باپ کے زخمی چہرے پر سفید پٹیاں بندھے ہوئے دیکھ کر ہانپنے لگی۔ مسٹر بیکر کی کوٹی ہوئی پسلیاں تو جلد ہی خشک ہو گئیں، لیکن بوائے کے ساتھ ساتھ وہیں کھینچ ختم ہوجانے کے سبب اس کا روزگار بھی جاتا رہا تھا۔ چنانچہ میکا اپنے خاندان کو لے کر کوئل (رائہ) چلا گیا۔ اس کے بعد بیکر کو جنگم کینین میں اپنے لئے زیادہ بہتر مواقع نظر آئے، کیونکہ جنگم میں کینین کٹ کپنی کام کر رہی تھی۔ جس کے پاس دنیا کی دسین ترین تانے کی کالوں کا ٹھیکہ تھا۔ چنانچہ یہ خاندان وہیں قائم پذیر ہو گیا۔ کینین کی فصیلیں اس قدر بند تھیں کہ صبح کے وقت دس بجے سے پہلے سورج شکل سے ہی نظر آتا تھا۔ اور اس سببی کا منظر ٹرے جلال کا حامل محسوس ہوتا تھا۔

ان لوگوں نے جنگم کینین میں ایک بڑی چار دیواری والا مکان کرائے پر لے لیا۔ اس مکان میں ایک دسین دھات بھی تھا، لیکن آئی دی اکثر گھر سے باہر نکل جاتی اور ایک پرانے مل میں پڑی ہوئی مشینوں اور شہتیروں کے درمیان آٹھ محولی کھیل کرتی تھی۔ جب کوئی نگرانی کرنے والا نہ ہوتا تو آئی دی اور دوسرے بچے ریل کے پینے والے پر چڑھ جاتے اور کچے لوہے کی بالٹیوں کے ساتھ ٹک ٹک کر انتہائی خطرناک بندیدوں تک پہنچ جاتے تھے۔

سات برس کی عمر میں ہی آئی دی کو گھر کی صفائی، کپڑوں کی دھلائی، استری اور چھوٹے پھل کی دیکھ بھال کے گھریلو کاموں میں حصہ لینا پڑا۔ اب اسے کھیلنے کے لئے بہت کم وقت میسر آتا تھا۔ بچپن کے اچھے دنوں میں ایک بار وہ میکس اور فرنی کے ساتھ بیٹھی تھی کہ اس کا ایک ہم چلی آیا اور اسے باپ اسکا پچ کھیلنے کے لئے باہر چلنے پر اکسایا۔ آئی دی صرف پانچ منٹ تک کھیلنے کا تہیہ کر کے گھر سے نکل آئی۔

کھیلنے کھیلنے جب اس نے میکس کے دہانے کی آواز سنی تو گھر لوٹ آئی۔ میکس کے ہاتھ میں کئی

طرح تیار پانی کا دھند بھگا کر تھا جس سے مندر بیکر گھر کی منجھائی کرتی تھی۔ انداس نے اس پانی میں
 دھنچا اٹھایاں ڈبو کر چاٹ لی تھیں۔ آئی دی نے اپنے ریشمی بالوں اور نیلی آنکھوں والے بھائی کو گود میں اٹھا
 لیا۔ اسے کھیلنے کے لئے اپنے باہر چلے جانے پر دعائت محسوس ہونے لگی، کیونکہ ماں نے میکس کو کسی کے
 سبزو سے پر چھوڑا تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی تھی۔

میکس کا ترخہ چونکہ تیز پانی سے مل گیا تھا اس لئے کئی دفعہ تک اسے ایک نالی کے ذریعہ
 دودھ پلانا پڑا تھا۔ اس دوماں میں جب آئی دی نے دیکھا کہ اس کا معصوم بھائی پوری طرح دودھ
 نہیں پی سکتا اور کمزور رہتا جا رہا ہے تو اس نے مایوسی کے عالم میں خدا سے دعائیں مانگیں کہ میکس
 جلد تندرست ہو جائے۔ اس نے یہ قسم بھی کھائی کہ وہ کسی کی اعتماد شکنی نہیں کرے گی۔

آئی دی کے والدین میکس کو لئے لئے ڈاکٹروں کے پاس جاتے رہے۔ تب کہیں جا کر میکس
 ایک ایسا معالج میسر کیا جس کی دوا سے میکس کو شفائی۔ اس کے بعد آئی دی نے میکس کی متواتر دیکھ
 بھال کی۔ آئی دی کے والدین نے جو کچھ بچا یا تھا وہ بچے کی بیماری کی نند ہو گیا۔ اس کے بعد جب مشر
 بیکر کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو ان کی آمدنی بالکل ہی ختم ہو گئی۔ ان کا کوئی ایسا بھیمہ بھی نہیں تھا جس کے تحت
 مشر بیکر کو بیماریا بے کاری کا کوئی سوا ضلع مل جاتا۔

”ہم ان حالات میں بھی اچھی طرح بسر کر لیں گے۔“ مندر بیکر کی نیلی آنکھوں سے اعتماد اور
 ثابت قدمی جھلک رہی تھی۔

آئی دی اس وقت آٹھ برس کی تھی۔ لیکن وہ بھی بچوں کو کھلانے اور پیٹنام رسانی کی عادت
 کر کے پیسے کمانے کی سعی کرنے لگی۔ جب وہ گھر پہنچتی تو سب بچے آپس میں ہنستے بولتے تھے اور بیکر بھی ان
 کے ساتھ ہنسی مذاق میں شریک رہتا تھا۔ لیکن جب بچوں کے درمیان اچانک کسی بات پر لڑائی ہونے لگتی
 تو بیکر انھیں گھڑکی کر یا غضبناک نظروں سے دیکھ کر چپ کر دیتا تھا۔

آئی دی کا پنے ایک معلم مارن، رسم و رواج والے خاندان میں گھرا رہے ہوئے لمحات اطمینان
 روشنی کے حامل محسوس ہوتے تھے۔ اس طمانیت بخش عرصے کے دومان میں اس خاندان کے تمام افراد
 اپنے پر شکوہ اندر گھیر نظر آنے والے باپ کے ساتھ باہل و مارنی کلیسا کے صحیفوں کی تلاوت کیا کرتے تھے
 تلاوت کے بعد سیکرا اپنے بھرات پر مبنی معلومات سے اپنے بچوں کو آگاہ کیا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر اس کی

بھی جانچ پڑتال کی جاتی کہ خاندان کا ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ بیکر کا عقیدہ تھا کہ صلاحیت خدا کا ہوتی ہے۔ لیکھ اس میں خود بھی اعتقاد کرنا چاہئے۔ اس خاندان کی ایسی نشستیں عام طور پر بیگنوں پر ختم ہوتی تھیں۔

ایک سہ ہر کو بیکر کے درست شطرنج کھیلنے کے لئے کچھ دیر اس کے بیان ٹھہر گئے۔ آئی دی کی ہمتا خاندان نے ان سے درخواست کی کہ وہ شام کا کھانا کھا کر واپس ہوں۔ بیکر کہ یہ دونوں درست ابھی کڑا ہے، چنانچہ ان میں سے ایک نے ستر بیکر سے دریافت کیا کہ وہ قیماً اہ کے کھانے کا انتظام اپنے بیان کر سکتی ہیں؟ ستر بیکر نے اپنے بھروسے بالوں کی چوٹی کو پیچھے کی جانب جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔ اس سے تو ہمیں اپنی ترقی میں معاونت ملے گی؟

اس کے بعد بیکر کے گھر پر قیماً اہ کا کھانے والے کچھ اہ اہ اہ اہ بھی آ گئے۔ اہ آئی دی ہرتوں کی سمجھائی کھانے کی میزوں کی ترتیب و تزئین اہ چھوٹے بھائی بہنوں کی نگہداشت میں پہلے سے بھی زیادہ دقت صرف کرنے لگی۔ جب بیکر دوبارہ کام کرنے کے قابل ہو گیا۔ اقدام قرعے ادا ہو گئے تو ستر بیکر نے اہ اہ اہ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد اس خاندان میں لین اور گرٹ روڈ نامی دو بہنوں اہ ایک بھائی کی تعداد کا اضافہ ہو گیا۔

اس اثنا میں ستر بیکر نے کانوں کے پلے کا ریڑے ہوئے حصوں کو لے کر مردوروں کے درمیان کاہ آمدن خانے کے ایک مضروبے پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ اب اس خاندان کے افراد کو شام کھانے میں بھنا ہوا براؤن گوشت میسر آنے لگا۔ گھر میں کچھ نئی کتابیں بھی آ گئیں، اہ آئی دی نے یہ نیا نو اہ فرنیچر نے فائین سیکھنا شروع کر دیا۔ پھر جب اس خاندان کی آمدنی میں اور اضافہ ہوا تو بجے ہوئے ٹسٹ گوشت کی جگہ سودا کا گوشت اور سیم کی چھیل کی جگہ بھنا ہوا براؤن گوشت استعمال میں آنے لگا۔

بیکر کی زندگی انتہائی نعمانی تھی۔ کئی باریاں اس قدر برف باری ہوئی تھیں کہ مکانات ہر ذیہ دہ نے تھے دو دو بانگ لگ جانے سے نصف قہر تباہ ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی کانوں کے پھٹنے کے فطرت کا یہ ایک بھینچونک اہ اہ آئی دی اس وقت تک خوف نہ رہتی جب تک وہ اپنے باپ کو زندہ سلامت نہ دیکھ لیتی۔ ایک بار بیکر کو کان میں دبے ہوئے چار آدمیوں کو بچانے والی ایک جماعت کے ساتھ جانا پڑا۔ اس صفحہ پر آئی دی کو چھینٹے کھٹے ٹیکہ پیٹنے کے ساتھ باپ کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ وہ دبے ہوئے

چار آدمیوں میں سے یہ لوگ صرف ایک ہی کو باہر نکالنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ مایہ دہناک حادثوں کے وقت آنی دی کو محسوس ہوتا تھا کہ جیسے بیگم کے لوگ مختلف قبیلوں اور فرقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود ایک بڑے خاندان کے رشتے میں منسلک ہو گئے ہوں۔ ایسے موقعوں پر آنی دی کی ماں ہمیشہ ضرورت مندوں کو خوراک اور کپڑے وغیرہ دیا کرتی تھی۔

کان کنی کے باعث، قصبے کے نادوں کا تمام باقی خاندان میں بھرتا تھا۔ پھر جب بارش یا برباری کے سبب ان میں سیلاب آتا تو کچھ لوگ کچھ دوسرے سے مل کر رہ جاتے۔ بیگم کی سرکاری پریشانی بھی نہیں تھیں، اسی لئے، سرکاری ساری گئی گھر دل میں رہا کرتی تھی۔ جس سے خواتین ہمیشہ پریشان رہتی تھیں۔

”کڑی کی پریشان گھرانے کا وعدہ کیجئے“ مسٹر بیکر نے اپنے اس غمیلی ڈاکٹر سے کہا۔ بوری پکلیں پاؤں کے ٹھنڈے پر پیر کے ہونے کا انکیش کر رہا تھا۔ ”وہہ“ کہنے، ”جی آپ کو قصبے کی تمام خواتین کے دوست ہیں۔ اس تحریک کو مسٹر بیکر نے پوری سوچ بوجھ کے ساتھ جدید آنی دی اس وقت دماغ میں کی تھی۔ اس ایکشن میں اس نے بیٹا میر کے فرائض ادا کئے اور زندگی میں پہلی بار کسی ایسے وارڈ کی انتظامیہ مہم کا تجربہ حاصل کیا۔

اس خاندان کو دو برس بعد پھر اخطا کا سامنا کرنا پڑا۔ اور مسٹر بیکر نے ایک باوجود بعد نڈوں، سلسلہ شروع کر دیا، اب اگرچہ کوئے کا اسٹود ہر وقت باورچی خانے میں جلتا رہتا تھا۔ لیکن آنی دی کا کمرہ اب مستقل سرور رہنے لگا تھا۔ کڑی کو رات کی سرور میں وہ صبح پانچ بجے اٹھ جاتی اور جلدی جلدی زیر جامہ، سیاہ رنگ کی لمبی برائیں اور سوتی کپڑے پہن کر بیگم کی ہوائی باندھی خانے میں پہنچ جاتی تھی۔ اسے کاکھانوں کے ہاشتبہ بنانا ہوتا تھا اور دوسرے کھانے کے لئے سینڈ وچز تیار کر کے ان کے مشتے دانوں میں رکھنے ہوتے تھے جیسے ہی کاکھانوں کا ایک گروہ بخت ہوتا، آنی دی کے کام کی دوسری شفٹ شروع ہو جاتی وہ دیئے کے بجائے، سود کی مائیں اور انڈے، گرم لیگ یا گھریلو ڈبل روٹیاں بنا کر شروع کر دیتی تھی۔ اس کے لئے ناپس منے کے بعد صحت کے کھانے کی تیاریاں کرنی پڑتی تھیں۔ پھر بستر پر دماز ہونے سے قبل وہ اپنی ماں کے ساتھ مل کر صحت کی ڈیوٹی پر جانے والوں کے لئے ناشتے دان تیار کرتی تھی۔

لیکن بعد میں اس خاندان کی سرور میں حامل نہیں ہوتے تھے۔ بیکریٹ اچھا داستان گو تھا۔ بھول کھام کر کے قیام باشندوں اور بہانوں کی کہانیاں نیر اپنے تبلیغی سفر کے دوران میں واقع ہونے والے حادثات کی تعداد شمار کرنا نہیں حیرت زدہ یا سرور میں ہم کنار کر دیتا تھا۔ آنی دی کو جب کبھی خوش

وہ تاریخ، سوانح، نادولوں اور مغرب کے باشندوں سے متعلق کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتی تھی۔ ایک بار جب چھپک پھیل جانے کی وجہ سے آئی وی کو بہت دیر تک حفظ و ابقا کے لئے خلوت بخشیں رہیں پھر اس نے اس عرصہ میں ایک آف ٹائی (کتاب معلومات) کی بیس کی بیس جلدیں پڑھ لی۔

آئی وی قومی یوہاندن کلبستانی کے ساتھ اشتہار کیا کرتی تھی۔ ہر جولائی کے روزہ وہ علی الصبح اٹھ جاتی، تاکہ کوئی پروگرام اس سے چھوٹ نہ جائے۔ اس کے پیچھے جنگ کی ذور کی طرح اس کے چھوٹے سبائی بہنوں کی لائٹ تھی۔ وہ وہ جھنڈیوں سے آراستہ شاہراہ سے ہوتی ہوئی جنرل اسٹور کے سامنے ایک پلیٹ فٹ پر پہنچ جاتی تھی۔ منظر سیکر چونکہ مقامی سیاست میں حصہ لیتی تھی۔ اس نے وہ میز اور اس روز کے میز کے ہمراہ آج بچھا کر رکھی تھی۔ اپنی ان کھاٹیج پر بیٹھا ہوا دیکھ کر آئی وی کو انتہائی مسرت ہوا کرتی تھی۔ اس موقع پر مختصر روزہ سے لے کر پانی کھانے تک جس قدر بھی مقابلے ہوتے ان میں بیکر کا خاندان متواتر انعام حاصل کرتا رہا تھا۔

آئی وی نے اپنے دمازدہ، الطریقہ اور معمولی وضع قطع کے ساتھ عنفوان شباب میں قدم رکھا۔ تاہم وہ باطنی طور سے ایکسٹریس بننے کی خواہش مند تھی اور اوجیز ٹرک فیم اشار پرل و ہاٹ کی ہمسری کرتی رہا کرتی تھی۔ انھیں دونوں سالٹ لیک ٹیل گرام منہ اپنی ایک اشاعتوں سے اعلان شائع کیا کہ سالٹ لیک ٹیل میں فٹائے جانے والے ایک فلم میں ان لوگوں کو بدل دینے جائیں گے جو اس اخبار کے سب سے زیادہ غلام فزائم کریں گے۔ اس اعلان کو پڑھ کر آئی وی نے جگم میں گھر گھر جا کر اخبار کے خریدار بنانے شروع کر دیے۔ چنانچہ اس نے دوسرے درجے کا ایک انعام حاصل کر لیا اور اس فلم کے ایک مختصر سے نظر میں اسے خوبصورت کپڑے پہن کر رقص کرنے کا موقع مل گیا۔

جس رات یہ فلم جگم میں دکھائی جانے والی تھی۔ آئی وی رات کا کھانا پیسے ہی کھایا اور فلم دیکھنے میں پڑی۔ لیکن جب اس نے فلم میں خود کو بہت سے لوگوں کی لڑائی میں دیکھا اور بد صورت پالما تو وہ چپکے سے تھیرے باز کر آئی اور خود کو بوند کے آغوش میں چھپا دینے کے لئے گھر چلی گئی۔

اب تقریبات اس کے لئے تیار نہیں تھیں اور وہ ان لوگوں سے بھی الگ رہنے لگی جو اسے رقص

منہ ایک قسم کا کھانا۔ جس میں اچھانے کی پیریزی بھی ہوتی ہے اور اندر گھومتا، ترکاریاں اور پھل وغیرہ بھرے ہوتے ہیں۔

کے لئے مدد کر رہے تھے۔ آئی وی اسکول کے دوسرے سال میں تعلیم پا رہی تھی۔ مسز پیکر نے اسے اسکول کے ایک رقص کے لئے نزد سائن کا عجائب گھر سوٹ خرید دیا تھا تاکہ وہ خوش و خرم نظر آ سکے لیکن جب یہ رقص شروع ہوا تو صرف ایک لڑکھنہ اسے اپنے ساتھ رقص کرنے کے لئے کہا۔ دوسری صبح اس نے اسکول کے اماہریوں کے لئے کمرے میں لڑکی لڑکی کو کہتے ہوئے سنا، "جیم نے کسی کے ہلکا مارنے پر آئی وی کے ساتھ رقص کیا۔"

یہ جان کر کہ جیم نے اس کے ساتھ کیسے رقص کیا، آئی وی پروردہ ہو گئی۔ لیکن اسی لمحے اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ آئندہ کسی ایسے عمل یا بات میں شامل نہیں ہوگی جس سے دوسرے کے جذبات مجروح ہو سکتے ہوں۔

پھر اپنے اسکول اور تقریبات کے لئے بہتر کپڑے بنانے کے خیال سے اس نے سلائی سیکھنا شروع کر دی۔ لیکن دوسرے موضوعات میں اچھا معیار قائم کرنے کے باوجود وہ دستکاری کے لئے نااہل ہی نظر آتی تھی۔

بونیڈر تھا کہ ابتدائی سال کے دنوں میں آئی وی لیٹرڈے سینڈس ہائی اسکول میں داخل ہونے کے لئے ساٹھ ایک شپ چلی گئی۔ وہاں اس نے اپنی ماں کی چھوٹی بہن گرٹ لڈو اور اپنے تدریس مزاج وادادہ خالو جی کے یہاں قیام کیا۔ آئی وی کی خالہ اس کی ماں کی طرح سے اسے ہلاتی تھی۔ ساٹھ ایک کے ہائی اسکول کے بار کون اور اونچی اونچی عمارتوں اور سینما گھروں نے آئی وی کو مسحور کر دیا۔

پھر وہ تعلیم واپس آگئی۔ لیکن اسے شہر کی تیز رفتار زندگی یاد آئے گی اور اس کے دل میں تجربات کرنے کی انگلیں بیدار ہونے لگیں۔ آئی وی کی ایک سہیلی مریم ایکلیسن تھی۔ جس کا خاندان سان فرانسسکو میں منتقل ہو گیا تھا۔ ایک بار جب مریم نے آئی وی کو گرمیوں کو لالہ نے کے لئے سان فرانسسکو میں مدد کیا تو وہ اس موقع کو قیمت جان کر لہذا روانہ ہو گئی لیکن اس کا بہتر یہی واس استعمال کرنے میں ایکلیسن کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ ایکلیسن کے مقابلے میں وہ ایسی نظر آتی، جیسے اس کی کوئی دیہاتی رشتہ دار ہو۔

پھر جب مریم نے اسے آمادہ کر کے اس کے محبوب لڑکے بال کٹھا دیئے اور مریم کی ماں اس کے لئے کچھ بہت کپڑے سلوا دیئے تو آئی وی کا حوصلہ کچھ بلند ہو گیا۔ اس کے بعد آئی وی

میرم کا سہیلیوں کے ہمراہ کھٹ ہاؤس میں کھانا کھایا۔ چائے ڈاؤن اور شہر میں تڑپاؤن کی سیر کی
 قرب ہی ایک تاروں کی گاڑی میں سفر کیا۔ اب اسے فلیس دیکھنے، تقریبات میں شرکت کرنے اور
 رقص کے لئے دعوت نامے بھی موصول ہوتے ہر روز ہوتے گئے۔

ایک دن ایک سیاہ غم طار بالوں والے لڑکے شائستہ نوجوان میری ہچکچاہٹ دیکھ کر اس سے
 ملاقات کا وعدہ کیا۔ میری سے ملاقات کے بعد ان دونوں کی دوستی اتنی بڑھی کہ آئی وی نے
 باقی ماندہ گرمیاں میری کے ساتھ ہی گزاریں۔ سرحدوں میں آئی وی جگمگ چاہیں آئی اور اس نے
 اسٹوڈنٹ کونسل کے ایک ممبر کی حیثیت سے کام کیا۔ اسے اسکول کے رسالہ کا نائب مدیر اور ڈیپٹی
 ایم کا کپتان بنا دیا گیا۔ اپنی کلاس کے کیلوں میں بھی اس نے نمایاں حصہ لیا اور اپنی خواہش کے
 مطابق دوستوں کے ساتھ بھی وقت گزارا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میری سے بھی باقاعدہ خط و
 کتابت کرتی رہی۔ میری کی خواہش تھی کہ اسکول کی چھٹیاں ہوتے ہی انہیں شادی کر لینی چاہئے۔
 آئی وی نے میری کو کھاکہ: "میں اتنی کم عمری میں شادی کرنے کی بجائے قانون کی تسلیم
 حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

آئی وی کے استحقاق پس کرنے کے بعد میری اس سے ملاقات کے لئے جگمگ گیا۔ پھر
 سے سالٹ ایک سٹی میں ہی ملازمت مل گئی۔ اب وہ ہر طرف آئی وی سے ملاقات کر سکتا تھا۔ اسی
 شائستہ آئی وی نے اپنے باپ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ وکالت پڑھنا چاہتی ہے۔
 مشربیکر نے اس سے کہا: "جہاں تک میرے امکان میں ہوگا، میں تمہیں داخل تو کرادوں گا
 لیکن میں بڑے ہمسے اخراجات کا قہقہہ نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ آئی وی نے اپنی کچھ آمدنی کے لئے پرنسپل سے تھیں میں کٹ فروخت کرنے کا کام لے لیا۔
 لٹ گھر بند ہونے کے بعد وہ کھیں بھی دیکھ سکتی تھیں چنانچہ جب اس نے اس تھیں میں فلیس دیکھیں تو اسکیں پر
 کھائی جانے والی زندگی اور اپنی زندگی کا تقاضا محسوس کرنے لگی اور وہ اپنی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کرنے
 خواہش مت ہو گئی۔ میری اس کی اس خواہش کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس نے اسے کئی دلی کو سبوتاغ
 کھانے شروع کر دیئے اور اس سے ان روحانی حوال کا ذکر کیا جو انہیں شادی کر کے حاصل ہو سکتے
 تھے۔ اور آخر ایک چاندنی رات میں اس پر میری کی قہقہہ کا انہوں نے چل گیا۔

۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء کو ان دونوں نے معمولی طریقے سے شادی کی رسوم ادا کیں اور پھر فریڈ نے مرنے کے لئے یڈ اسٹون چلے گئے۔ جنہوں نے ختم ہونے کے بعد میری نے آئی وی کو بتایا کہ اس نے ٹکڑی چھوڑ دی ہے اور بائیکل فرنیچر یا اپنے آبائی وطن، شمالی کیرولینا میں ملازمہ بن کر جانا چاہتا ہے۔ کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے اس نے ایک سکھ اپنی اگلی ہل پر رکھا اور اسے اچھل کر چھٹ دیکھنے لگا۔

آئی وی کو معلوم ہوا کہ میری اپنے بیشتر فیصلے اسی طرح توگی انما سے کر رہے اور مضطرب رہتا ہے اور بہت عرصہ تک ایک ملازمت پر قائم نہیں رہتا شادی سے قبل میری خوش مزاج تھا، اور اس کے حوصلے بلند تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس میں ٹیکہ پڑا، غصہ اور بے وفائی کا جذبہ پڑھنا جاتا تھا۔ فرض خواہوں نے اب انھیں پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آئی وی نے ایک ڈیپارٹمنٹ اسٹور میں سیلر کلرک کے طور پر ملازمت کرنی۔ لیکن میری نے اس کی اس خود کفالت کا بھی برا مانا۔

آخر اس پریشانی، ادا سی اور ناخوش گواری میں ہمارے برس گزارنے کے بعد آئی وی کچھ ایلینا حاصل کرنے اور اپنے گھر والوں سے مشورہ کرنے کی غرض سے اپنے گھر چلی آئی۔

حکایت نے اپنا فرض نبھایا ہے ۹۔ "آئی وی کی ماں نے اس سے دریافت کیا کہ آئی وی نے محسوس کیا کہ اس نے اپنا فرض نبھانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہونے لگے۔ اس نے سوچا کہ کیا اس نے بہت زیادہ بے مبری کا مظاہرہ کیا ہے ۹ اس نے جن کش کش سے اس نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ اس نے شادی بے سوچے سمجھے اور جلدی میں کی تھی۔ پھر وہ اس تمام حالات پر پوری طرح غور کرنے کا موقع حاصل کرنے کے خیال سے، تیز پانے شکست خوردہ اعتماد کو بحال کرنے کے لئے کچھ عرصہ تک اپنے گھر ہی مقیم رہی۔

لیکن ایک روز آئی وی کو خبر ملی کہ میری ہوائی جہاز کے حادثے میں ہلاک ہو گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اس میں خود اعتمادی دوبارہ خود کو برآئی۔ لیکن باپ کے گھر میں مرنے کی زندگی کی شگفتگی نے اسے اپنے آپ پر افسوس کرنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر وہیں ہوا کہ ایک گیر لیمیا نے بد واقع ہونے والے بحران کا اثر مسٹر جیک پر بھی پڑا انسان کی آمدنی کم ہو گئی۔ بیکار می اور برٹھی تو فرنیچر اور ٹیکس کی ملازمتیں بھی ختم ہو گئیں۔

ایسے حالات میں آئی وی کا باپ ساٹھ سال کی عمر میں ایک حکایت کا کہنا ادا کرنا ہر ایک کا

اور وہ تھا کہ وہ دن کے کچھ حصہ میں بنگلہ میں بھی کام کرتا رہے گا لیکن اسے سالٹ لیکٹری کے اس مکان میں منتقل ہونے میں بہتری نظر آئی۔ چنانچہ یہ لوگ وہاں چلے گئے۔

آئی وی کو طویل فاصلے کی ٹیلی فون آپریٹر کے طور پر ملازمت مل گئی۔ اس ملازمت میں اس نے رات بھر ٹریفک دی اور اضافی آمدنی کے لئے اور درآمد بھی کام کرتی رہی۔ میکس ادا شدہ نے انجمنیات کی تقسیم کا کام شروع کر دیا اور مسٹر بیکر نے زرنگ کا پیشہ اختیار کر لیا۔ فردی کے بھینے میں آئی وی کا باپ شدید برف باری کے دوران میں ایک موٹر سے زخمی ہو گیا اور تقریباً ایک ماہ تک بے ہوش پڑا۔ پھر وہ صحت یاب تو ہو گیا لیکن اس کے معالجون کو پتہ چلا کہ وہ سلی کو سس میں مبتلا ہے۔ یہ بھی پیٹرنوں کی ایک جھلک عیاں کی تھی جو فہار میں شامل شدہ دھات اور پتھروں کے انتہائی خفیف ذرات کی گردش سے ہو جاتی ہے۔

اس کلب کے ماحول دو بیکر کی حیران اور شفیق آنکھوں سے مشرع تھا اس نے جابائیت آئینہ دیدی قرار دیا تھا۔ مسٹر بیکر جواب بھی جو صلہ مند اور خوبصورت تھی۔ بیکر کی تیراوندی اور گھرلو کام کاج کے علاوہ سیاسی سرگرمیاں بھی جاری رکھے ہوئے تھی اور اپنے گھر میں بنائی ہوئی پایاں تقسیم کرنے کام بھی جاری رکھتی تھی۔ اس کے پاس سیاسی تنظیموں کے خواہش مند لوگ مشورہ دل کے لئے متاثر تے جاتے رہتے تھے۔

آئی وی اور اس کی ان انتہائی جبر کے کسی ایک چیز کی خریداری کو کسی دوسری چیز کے قریب ضرورت کا بیان کر کے مال دیتی تھیں۔ خاندان کے سب لوگ سرحد کو سمیٹ جاتے اور سوچنے لگتے۔ بانگ میں کوئی چیز گم نہ رہے رکھ کر انھیں قرض سے بھٹکا مارا مل سکتا ہے۔ اس موقع پر گھر کا ہر فرد دوسرے کو دلاسا دینے کی کوشش کرتا تھا۔

جب حالات بہت زیادہ غماب ہو گئے تو بیکر کے خاندان نے ماری کلبا سے مدد لینا شروع کیا۔ مسٹر بیکر نے اپنے چھل کو سمجھاتے ہوئے کہا، ”یہ خیرات قطعاً نہیں ہے۔ اچھے حالات میں ہم کلیسا کی مدد لے اپنی آمدنی کا دسواں حصہ دیتے رہے ہیں۔“ انہوں نے بھی اس مدد کے عوض ہم اچھے کام کر رہے تھے۔ اسی درمیان آئی وی کو ’رینڈرچ‘ کے ریڈیو میڈ کپڑوں کی دکان میں سیلز لیڈی کے طور پر ملازمت مل گئی۔ ملازمت کے پہلے ہی دن دکان میں بیٹھے پہلے کپڑوں میں بیسوں ایک عمر خدمت

داخل ہوئی۔ اس کی حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے غریب لڑکی کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اس لئے دکان کے کھرکوں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی لیکن آئی وی جیسے ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑ چکا تھا، اس سرحدت کی جانب پوری طرح متوجہ ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حدوت حدیثیات کی بے تاج ملک ہے، دوکان میں کھڑے کھڑے اس نے پانچ سو ڈالر کی طرح لڑکی کی۔

پھر ایڈیٹنگ والی نے آئی وی سے آرٹ اور کشیدہ کاری کے شعبہ کی فوہ ولدی سنبھالنے کی درخواست کی۔ آئی وی نے اس شعبہ کی فروخت کو دو دن کرنے کے لئے پوری جانفشانی کے ساتھ افسانہ فروخت کی تحریکیں چلائیں، لیکن اسے اپنی کوششوں میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ اس وزمت کے دوران میں وہ اس نرم کے ریڈیو پود گراموں میں بھی پیش ہوئی اور فینش شو کے موقع پر ہوڈل کرمل سہام بھی کیا۔ شام کے وقت شینہ بلیک اسکول میں تالیف و تکریم اور امریکی شہریت کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ آئی وی کو اس کے ایک دوست ایڈل ہوڈل نے شہرہ دیا کہ دفنہ انداز سے سنگھار کی چیزوں چیزوں کا کام لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ کام دوبار شروع کرنے کے لئے دیکھ لی فورینا چلی گئی لیکن اس کی تجارت کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر اس نے یہ کام دوبار ترک کر دیا۔ اور بلوکس و لٹائر اسٹورس میں ہوڈل کرمل کے طور پر کام شروع کر دیا۔ یہ کام آئی وی کو پسند نہیں تھا۔ لیکن تعلیم کی کمی نے اس کو اس کے بنیادی فنکارانہ سے قطعاً بے تعلق کر دیا تھا۔ پھر جب اسے باپ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی تو وہ بہت جلد اپنے گھر پہنچ گئی۔

جب میٹر بیکر کی طبیعت سنبھل گئی تو آئی وی نے ان سرگرمیوں کا جائزہ لینا شروع کیا، جو اس کے لئے ایک پیچیدگی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ دراصل ۱۹۳۶ء میں آئی وی کی ماں نے ری پبلکن پارٹی کی جانب سے گورنری کی امید دلائی کا منصوبہ بنایا تھا۔ ایک کامیابی حاصل کرنے کے لئے سیاسی حکومت عملی کا ایک پیچیدہ گرام بھی مرتب کر لیا تھا۔ چنانچہ آئی وی نے بھی اسادہ کیا کہ اگر وہ ری پبلکن سینیٹ کو فینش میں ایک نمائندہ کے طور پر شریک ہوسکے تو مزہ آجائے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے علاقائی اعتبار سے اپنی جد چھب کی ابتدا کرنی چاہئے لیکن کسی طرح اسے پتہ چلا کہ ایک مختصر سی ٹولی اس کی ماہ میں حاصل ہے۔ اس لئے وہ مایوس ہو گئی۔

آئی وی اپنی تدبیروں سے پرانے تجربہ کار لوگوں کو حیران کر کے مواقع تلاش کرتی رہی

ہی نے اپنے بعض دوستوں کو بھی اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ پھر جس رات ایک نجی مکان میں اس سلسلے کی ایک علاقائی میٹنگ منعقد ہونے والی تھی۔ آئی وی اپنے تیس سازشی ساتھیوں کے ہمراہ میٹنگ کی کارروائی ختم ہونے سے چند منٹ پہلے لوگوں کی صفوں میں شامل ہو گئی۔ میٹنگ میں شامل ہونے کے بعد آئی وی کے ایک ساتھی نے اس کا نام تجویز کیا۔ جلسے کے اصابہ شرکاء پہلے ہی ایک امیدوار کا انتخاب کر چکے تھے۔ لیکن آئی وی کا نام پیش ہو جانے سے بڑا دھڑکنگ کرنا پڑا۔ جس میں آئی وی جیت گئی۔

اسٹیٹ کنونشن کے موقع پر پرانے سیاسی گھاگ آئی وی کا جوش و خروش اور سیاست کے معاملے میں اس کی بے قسطن سوچ و وجود دیکھ کر دھڑکنگ رہ گئے۔ آئی وی نے خود کپڑائی کئے انتہائی سہولت شایع کرنے کے لئے سمجھوتہ سے سمجھوتہ کی کام سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس نے لفظ بھرنے و دروازوں پر گھنٹیاں بجانے اور رائے و ہنگام کی ٹکرائی کے کاموں میں بھی ہندی خوش دلی اور حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

سیاست میں شامل ہونے کے بعد آئی وی کو معلوم ہوا کہ ایسی مصروفیات اس کے قصود کے مطابق دلچسپ اور متحرک نہیں ہیں، بلکہ انتہائی وقت طلب ہیں۔ تاہم اسے امید مندوں سے تعارف کرنے، اپنے اعتقاد کے مطابق موضوعات کی حمایت کرنے اور لوگوں کو بلند مقاصد کی تحریک دینے پر خاصا مزا آتا تھا۔ اپنے صنم کی رسی پلکیں دانس پیر میں منجھ ہو جانے کے بعد اس نے جلسے منعقد کئے۔ غیر درج شدہ دوسروں کی چھان بین کی اور اپیلوں کے منصوبے بنائے۔

جن دنوں آئی وی مقامی سیاست میں حصہ لے رہی تھی، اس کی تعلقات رلے پریسٹ نالی فریجر کے ایک سٹوڈنٹ میجر پارٹی سے ہوئی۔ رلے پریسٹ کا کاروباری مرکز تو اوہا با تھا۔ لیکن کچھ وقت کے واسطے ایک سٹی میں بھی گزارا کرتا تھا۔ جہاں وہ آئی وی سے بڑا تھا۔ لیکن اس نے آئی وی کو تیراکی اور دعوت اور رقص کئے اپنا شریک بنایا تھا۔ رائے انتہائی مضحکہ خیز انداز سے ہنسا کرتا تھا۔ لیکن اپنی اچھالے ڈھب روش سے اس نے خود کو خوش مذاق ثابت کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔

۱۹۶۳ء میں آئی وی کو ریاستی مجلس قانون ساز کی ایک امیدوار کی حیثیت سے درجہ عطا ملا۔ قوں تک تقریریں کرنے کے لئے جانا پڑا۔ اس سفر میں رلے بھی اکثر اس کے ساتھ رہا اور بعض

ایک ہی شام میں تیس تیس مقامات پر ہونے والی ایک عیسوی تقریبوں میں ملنے شروع سے آخر تک جم کر بیٹھا رہا۔ سامنے میں اس کا بھرت بھر اپروہ دیکھ کر کھینچ سے دہشت کھانے والی آئی دی کی ڈھارس بندھ جاتی تھی۔

جب آئی دی اپنی تقریر ختم کر کے ابٹھی سے اترتی تو رائے اس سے کہتا: تم عظیم خدمات انجام دے رہی ہو۔

آئی دی سمجھتی تھی کہ رائے اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے اور وہ محسوس کرتی تھی کہ ملنے کی سیرت میں ایسی امتیازی خصوصیات موجود ہیں جن کے سبب وہ برہنہ، بامروتی اند فخر غرضی سے خالی ایک اچھا شوہر ثابت ہوگا۔ لیکن اس وقت تک انتہائی خیف ہو چکا تھا۔ ایک ذہنی اعتبار سے چاقو چرند تھا۔ آئی دی نے جب بیکر سے رائے کے متعلق گفتگو کی تو اس نے یہی آئی دی سے اتنا سن لیا۔

کچھ عرصہ بعد بیکر کا انتقال ہو گیا۔ اور آئی دی کو رائے کی ہمدردی اور اس کی قوت کا سہارا لینا پڑا۔ باب کی موت کے بعد سے دو چار ہونے کے باوجود اس نے مجلس قانون ساز کے لئے اپنے منصوبہ کے مکمل تو کی، لیکن بے دلی کے ساتھ۔ چنانچہ وہ شکست کھا گئی، لیکن ایک چہرہ ریاست میں اس طرح کی شکست کوئی حیرتناک بات نہیں تھی، اس شکست کے کچھ عرصہ بعد وہ گیارہ ممبری اصناف کی نیگاری ہیلیکنز آگٹا نیشن کی چیرمین منتخب ہو گئی۔

۱۹۳۳ء دسمبر ۱۵ء کو آئی دی اور رائے نے شادی رچائی آئی دی کی خالہ گڑ گڑڈ نے بڑی محنت سے شادی کا ایک تیار کیا تھا۔ آئی دی کی ماں نے اس جڑے کے لئے شادی کا ناشہ تیار کیا تھا جسے کھانے کے بعد دونوں بہنیں سون کے لئے روانہ ہو گئے اور سفر میں کئی جگہ قیام کرتے ہوئے ادراپہنچ گئے جہاں رائے کو ایک بیماری ہلسم میں شرکت کرنی تھی۔

سال ایک سو پانچس نے کے بعد ان دونوں نے ایک چار کروڑ ڈالار مکان کرانے پر ملے با رائے اگر گھر پر نہ ہوتا تب بھی آئی دی اس سے بے حد وابستگی محسوس کرتی تھی۔ رائے جس طرح ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے اس سے اپنا تعلق قائم رکھتا تھا اس سے وہ بے حد متاثر ہوتی تھی پھر جب پشور میں این پیا ہوئی تو آئی دی اور رائے دونوں کو بے انتہا خوشی ہوئی، اس

بچی کی سیدائش کے بعد انھیں ادنیٰ یادہ بڑے گھر کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ انھوں نے سالٹ لیک سٹی سے آٹھ میل کے فاصلے پر خوبصورت باغوں والے ایک پہاڑی علاقے باؤنٹی فلز میں سفید دھواں والا ایک کھلا ہوا مکان خرید لیا۔

باؤنٹی فلز میں آنی دی کو نئے دوست اور نئی طمانیتیں میسر آئیں، وہ گھر کے اطراف میں یا باغ میں گولف کھیلتی رہی اور بچی اس کے قریب پڑی ہوئی حوں حوں کرتی رہتی تھی۔ بچی کی زندگی کو ہر اعتبار سے مکمل بنانے کے لئے آنی دی نے سیاست کو بھی غنمی حیثیت دی شروعات کر دی۔ آہم وہ مجلس قانون ساز کی نمبر پانچویں قائم تھی۔ یہ نمبر ہی اسے مجلس قانون ساز کے سالٹ لیک میں منتقل ہونے والے اجلاسوں کے دوران میں زیر غور ہوں کی تائید یا مخالفت کرنے کے باعث بنی تھی۔

آنی دی کے اعجاب نے اسے مجلس کے صدر کا عہدہ قبول کرنے کے لئے اکسایا، پہلے پہل تو اس نے بچی کی وجہ سے کچھ پس منہش کیا، لیکن اس کی ماں اور رائے نے اسے یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ جب اذان دوپہر تک اس عہدے پر مامور رہنے کے بعد اس نے اسے ترک کر دیا۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر ایک خانہ دار میو می اور پیٹی نیر نو مولو پیٹی ٹوئس کی ماں کے طور پر حقیقت گزارنا چاہتی تھی۔

آنی دی کو بچوں کے ایک مطالعے نے بتایا کہ اس کی بڑی بڑی آنکھوں والا بچی دل کی ایک نظر ناک بیماری میں مبتلا ہے۔ یہ سن کر آنی دی کے جوش اڑ گئے۔ چنانچہ وہ اس توقع پر کہ شاید کم بندی والے مقام پر پہنچنے سے پہلے کہ کچھ افات نہ ہو، بچوں کو لے کر کئی ماہ تک کیلی فورنیا میں مقیم رہی کیلی فورنیا میں رہتے ہوئے موسم بہار میں پیٹی ٹوئس کی حالت کچھ بہتر ہو گئی۔ اس نے وہ باؤنٹی فلز واپس آ گئی۔ لیکن جولائی میں بچے کا انتقال ہو گیا۔ اس حادثے کے بعد آنی دی نے سیاست اور دیگر تمام معمولات سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ہفتوں تک سخت تریہ رنج و غم میں مبتلا رہی۔

ماں نے آنی دی کو سمجھایا، ”تمہیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے“ لیکن آنی دی سیاست میں جس ہمت سے احساس فرض شناسی کے ساتھ حصہ لیتی تھی، وہ اب لوٹ چکی تھی۔ ایک دن اس نے باغیچے میں پیٹی کے قبضوں کی آواز سنی لہذا اس کے دل میں یہ خیال

پیدا ہوا کہ اسے مٹی کی خاطر اہل ان دوسرے افراد کی خاطر جو اس سے متعلق ہیں اپنی زندگی کے معمولات کو دوبارہ بحال کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینا شروع کر دیا اور دوسری خواتین کو بھی ایسا ہی حوصلہ دیا کہ انہیں کی ترغیب ملانی۔

خواتین سے وہ کہا کرتی تھی: آپ حکومتی نظم و نسق کے لئے انسانیت پرستی، رباہیت، اور بصیرت کا قابل قدر سرمایہ رکھتی ہیں۔ اپنی پارٹی میں شامل ہو جائیے اور اس کے لئے کام کیجئے۔ سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ آئی وی خواتین کے کلبوں کی جنرل منیجرش کی بھی ممبر منتخب کیجئے مٹی ساس نے ڈیوس کاؤنٹی کے جوئینر ریڈ کر اس کے پیروں کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ سالہ ایک سٹی میں جو جو افراد کی ایک تنظیم کے لئے بھی کام کیا اور ان کا رکن خواتین کے لئے معاونہ کی کم از کم شرح کے قانون کے لئے ایک تحریک کی رہنمائی کی۔

جون ۱۹۴۱ء میں اس کے یہاں ایک اور لڑکی نینسی ایلن پیدا ہوئی۔ اسی سال ۱۹۴۱ء دسمبر میں جاپانیوں نے پریل ہاربر پر بمباری کر دی۔ آئی وی نے اپنے بھائی کیتھ کو ریڈ کر اس میں کام کرنے اور وکٹری گارڈز میں مجروحین کی تیمارداری کے لئے میٹروپولیٹن میں بھیج دیا۔ ان دنوں آئی وی کے بلیچے پر مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے کیرڈز نے لیٹا کر دی تھی۔ چنانچہ اس نے گھر سے باہر تک ایک ڈیزر کپڑا لٹکا دیا۔ ہر صبح وہ ان کیرڈز کو جھاڑ سے جمع کر کے جلا دیا کرتی تھی۔

جنگ کے زمانے میں انھوں نے کاشتکاری اور جانی نقصانات کی فزوں سے اکثر و بیشتر آئی وی انتہائی پریشان تھی۔ چھپ رن اقتصاد دی وکٹری کاشتکار ہوا تو آئی وی کے بڑے دونوں کے تجربات اس کے کام آئے۔ جنگ کے باعث فرنیچر کی تیاری تقریباً بند ہو گئی تھی۔ نینسٹرول پیماسٹن ہو جانے کے سبب اس نے اپنے تجارتی علاقے کا موٹر کے ذریعہ دودھ نہیں کر سکتا تھا۔ آئی وی اپنے تین بچوں میں بھی طرح گھری ہوئی تھی۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ایک لڑکے کا اور اسناد ہو چکا تھا۔ جس کا نام باپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ بچوں کے متعلق اپنی بے انتہا مصروفیت کے باوجود آئی وی سیاسی کاموں کی تکمیل کے لئے بھی حوصلہ اور قوت باقی رکھتی تھی۔ اب وہ ریڈ کر کیمپ کی ممبری سے متعلق کیمپ کے خیال کیمپ کی ممبری تک پہنچ چکی تھی اور وہ اس کو سخن میں لے کر جھگڑے میں لے کر تھی جس میں تھامس ڈیوی صدارت کے لئے منتخب کیے گئے تھے۔ آئی وی اب انٹیلیجنس میں

کی ہو چکی تھی، لیکن نشین کمیٹی میں سب سے کم عمر طاقتور نمبر تھی۔

۱۹۶۱ء کے صدارتی انتخاب میں ریاست اٹلاہ اور ملک میں ری پبلکن پارٹی کی سرگرمیاں کمزور رہیں۔ چنانچہ آئی وی نے دوسری انتخابی جہم کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے علاقائی سطح پر مشغولیت کی تنظیم قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس بار انتخابی تحریک کو پوری قوت سے چلانے کے لئے اس نے مطالعاتی کلب اور انتخابی جہم کے طور طریقے سکھانے کے لئے "کلب قائم کئے" بشیلیوں گوانے، لٹرچر کی تقسیم کا اہتمام کیا اور چندہ فراہم کرنے والی کمیٹیوں قائم کیں۔ جب آئی وی کی گھریلو مصروفیات زیادہ ہو گئیں تو غارنخی طور پر مسز بیکر نے گھریلو محاذ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

۱۹۶۴ء میں مسز بیکر پر نالج کا حملہ ہوا۔ آئی وی نے تمام سیاسی مصروفیات ترک کر دیں اور صرف دیہی کام جاری رکھے۔ محض مذہبی فن کے قریبے انجام دے سکتی تھیں۔ اس نے اپنا تمام وقت ہاں کی تیار داری اور اپنے تین مصوم بچوں کے لئے وقف کر دیا۔ پھر جیسے ہی مسز بیکر صحت یاب ہوئی اس نے آئی وی سے اسرار کیا کہ وہ اپنی سیاسی سرگرمیاں دوبارہ جاری کر دے، چنانچہ آئی وی نے اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دیں۔

جب شہین چشم پیٹی کو معلوم ہوا کہ اس کی ماں کا نام ۱۹۶۸ء کے فلاڈلفیا میں منعقد ہونے والے انتخابی کنونشن کے لئے تجویز دیا ہے تو اس نے کہا، "میں فکر مند ہوں۔"

"فکر کیوں؟" آئی وی نے پیٹی سے دریافت کیا۔

"ممکن ہے آپ ہار جائیں۔"

اس کنونشن میں پیٹی بھی آئی وی کے ہمراہ گئی۔ اس کی عمر تو صرف گیارہ برس کی تھی، لیکن اس نے ایک کم عمر صفت کار کے طور پر کام کیا۔ کنونشن ہال میں لوگوں کا ہاتھ اجتماع تھا کہ کئی دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ مندرجہ ذیل اپنے پسندیدہ نمائندوں کے لئے منظر ہرے کہ بے تھے اور ان کا جوش و خروش بوجھان انگیزہ تک بڑھ گیا تھا۔ آئی وی بھی اس جم فیئر کا ایک تنگبلی جز تھی۔ لیکن اس کی اہم ترین ذمہ داریاں ہی پیٹی کے صدر ذاتہ سے وابستہ تھیں، جہاں مندرجہ ذیل کے تصدیقی ٹکٹوں کا کام، بچے، سواروں کے انتظامات اور اطلاعاتی کاموں کی ذمہ داریاں اس کے سپرد تھیں۔ آئی وی نے ریڈولیشن کمیٹی کے چیرمین کے طور پر بھی کام کیا۔ اس کمیٹی میں تجویزیں مرتب

کہنے والی یہ پہلی خاتون تھی۔ اس کو خوش میں ڈوبی تو شخب ہو گئے۔ لیکن آئی دی اپنی یقینی کامیابی کے باوجود شکست کھا گئی۔

دو برس بعد ری پبلک پارٹی ایک ایسے امیدوار پر غور کر رہی تھی جو دیو بوسون کے مقابلے میں ری پبلک کی کانگریس کے امیدوار کے طور پر انتخاب لڑ سکے۔ دیو بوسون ایک باصلاحیت اور خوبصورت خاتون تھی۔ اور طویل عرصے سے ملکی مسائل میں حصہ لے رہی تھی۔ ایک دن ری پبلک کی کانگریس کے مندوب اور سالٹ ریک سٹی میں کانگریس کے اثری فرینڈ ریٹرنے آئی دی سے ملاقات کی اور اس سے کہا، ”ہم نے ایک ایسے امیدوار کا انتخاب کر لیا ہے جو منتر بوسون کو شکست دے سکتا ہے۔“

”کون ہے وہ؟“ آئی دی نے پوچھا۔
”آپ۔!“

آئی دی نے سوچا کہ اس مقابلے کے لئے نہ اس کے پاس وقت ہے اور نہ سرمایہ اس نے اس نے نکال کر دیا۔ لیکن آئی دی کی ماں اور رائے کی خوش قسمتی کہ وہ اس مقابلے میں صرف شریک ہو کر چنانچہ افضل نے آئی دی کو تیار کر لیا۔ منتر بوسون انتہائی ہوشیار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین مقرر تھے اور ایک ناقابل شکست مخالف کی حیثیت رکھتی تھی۔ انتخاب میں ان دونوں دوروں نے ایک دوسرے کے خلاف بھرپور زہر آڑائی کی، لیکن دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات بحال رہے۔ منتر بوسون نے آئی دی کے سخت رائے دیتے ہوئے کہا تھا ”ایک انتہائی وقار و زہد اور خوش خلق خاتون جسے تقریباً کلی طور پر پتہ کیا جاتا ہے۔“

اس انتخابی مہم میں چھوٹے بھائی دل سپہ لی۔ نو عمر رائے کے سانپ اور کچھوے اس قدر پیسے تھے کہ وہ کسی دن نیپسی کی گاڑیوں کو بھی شکست دے سکتے تھے۔ لیکن ختمے ختمے رائے نے اپنے ان سانپ کچھوؤں سے کیلنا ترک کر دیا اپنی ماں سے کہا، ”آپ بھی اس طرح بچوں کو بہلا سکتی ہیں۔“ نیپسی نے اس پیرس میں پوشر لگانے کا کام کیا اور مٹی نے ایک سائیکل سوار فوج کی تنظیم کی۔ جب کبھی گھر پر معاملات میں کوئی الجھن پیدا ہوتی تو ڈالہ گرٹ یا منتر بوسون معاملات کی دیکھ بھال کرتیں۔ آئی دی دیہات کے میسوں میں۔ دیہات کے کھانے کی بھی دعوتوں، مصروفی اور ڈنک کی تقریبات نیز غیر رسمی بحث و مباحثے میں مصروف رہتی تھی۔ پھر اس کا محوش مہم کی سرگرمیاں اتنی بڑھیں کہ

آئی وی کا پنے بچوں کا بھی ہوش نہیں رہا۔ آئی وی کی پیلوٹ کے منتظم ٹوی دیس مائسنے اس موقع پر آئی وی کے بچوں کی تصویریں اس عنوان کے ساتھ شائع کیں۔ کانگریس کے لئے میری اس انتخابی جم کی تین وجوہات۔ اس تصویر کے ساتھ ہی ایک مضمون بھی شائع کیا گیا جس میں یہ وضاحت کی گئی تھی کہ مسز پیلوٹ کے خیال میں ہمارے بچے ایک ممبر ملک کے مستحق ہیں ان کے لئے ہمیں ملک کو بترکنا ہے۔

انتخابی جم ختم ہو گئی اور مسز پیلوٹ اس انتخاب میں شکست کھا گئی۔ لیکن آئی وی نے اپنی شکست کو بھی انتہائی فراخ دلی کے ساتھ قبول کیا۔ اس ہم سے بالائے فل کی ایک تحریر و خاتون کی حیثیت دباہ اختیار کرنے میں اسے قطعاً کوئی عار محسوس نہیں ہوئی۔ ستمبر ۱۹۵۲ء میں وہ دوبارہ نیشنل کمیٹی کی خاتون ممبر منتخب ہو گئیں اور خدمات انجام دیں۔ جب وہ نیشنل کنونشن میں شرکت کے لئے روانہ ہو رہی تھی اس کی ہرجوش اور سیخیں ان نے پکار کر کہا تھا۔ "یاد رکھنا، ملک کو ان نوجوانوں کی ضرورت ہے۔" اس کنونشن کے دوران میں آئی وی کو اس کے بھائی نے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ آئی وی کی ان پر ناکی کا دوسرا حملہ ہوا ہے۔ چنانچہ وہ سخت ادویت ملک اضطرار کے عالم میں واپس آئے۔ ایک جہاز پر سوار ہو گئی۔ مسز پیلوٹ سے تین بیٹے ایک بے ہوش ہی ادا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ سینکڑوں اشخاص نے "مسز وی پیلوٹ" کو خراج عقیدت پیش کیا۔ مسز پیلوٹ کی وفات پیمانے کو بھی اتنا ہی صدمہ ہوا، جتنا آئی وی کو ہوا تھا۔

ایک بیٹے بعد ان دنوں ہارڈ کی انتخابی جم کے ڈرامٹکٹر آرتھر مر فیڈ نے آئی وی سے ملاقات کی اور خواتین کے شعبے میں اسٹینڈنٹ پیرین کے طور پر کام کرنے کی درخواست کی۔ "مجھے افسوس ہے میں یہ خدمت انجام دینے سے بالکل معذور ہوں۔ آئی وی نے اپنی لائی و فائنل سے پیدا ہو جانے والے ظلم کو محسوس کرتے ہوئے سٹرا آرتھر کو جواب دیا۔ "تمہاری ماں کی بھی یہی خواہش تھی۔" آرتھر نے سیکس پیسے میں کہا۔ ملنے اور آئی وی کے بچے بھی اس پر متفق تھے۔ خالد گرت نے بھی اپنی جانب سے پیش کش کی کہ "مگر کوئی بھائی کوئی" انتخابی جم کے سلسلے میں ٹرین پر سفر کرتے ہوئے آئی وی ایک کی انتخابی پر غلوں اور سرگرم شخصیت سے، نیز مسز نرنی ہارڈ کے دائمی غلوں اور ان کی بے حد محبت سے بیت تاثیر ہوئی۔ کمیٹی کے تمام ممبر

نشر داشت کے مضموں، تقریریں اور ٹیلی ویژن پر پیش ہونے میں پوری تندی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آئی وی کی بنی سنوڈی شکل و صورت احمدیہ تکلف و دستا نہ پیش تھی یعنی طور سے مفید ثابت ہو رہی تھی۔

پھر آئی وی کی راہ میں کچھ مشکلات پیدا ہوئیں۔ کیونکہ سرمایہ کی شدید ضرورت کے وقت غالباً خد میں سرمایہ بالکل نہیں تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی مقرر جیسے میں نہ پہنچ پاتا۔ اسی آئی وی کی جگہ خود تقریر کرنی پڑتی تھی۔ ان تقریریں میں اسے گڑبڑ کرنے والے گمراہوں کو خاموش کرانا پڑتا تھا۔ ذمہ داری کے احساس کے نیچے دیں ہوئی آئی وی کے سامنے کچھ نہ کچھ مشکلات موجود رہتی تھیں۔ لیکن وہ ان سے بزدل نہ رہتی تھی۔ جب وہ سنٹر چرچر ٹکس کو اپنے ہمراہ سالٹ لیک ٹا لائی تو اس نے ان کے خلاف کے خالق پر کہا: ”میں ریاست ہائے متحدہ کے نائب صدر کی دوسری بیوی کو آپ سے بدشاس کر رہی ہوں۔“

اس بات آئی وی نے باخوشی میں اپنے گھر تمام کیا۔ دوسری صبح جب ٹکس کا کارڈ ان آئی وی کو ساتھ لینے کے لئے اس کے گھر آیا تو آئی وی کے بچوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ سنٹر ٹکس نے خود انھیں اپنی گاڑی میں اسکو لے کر پہنچایا۔

ایکشن کے دن کیٹی کے کارکنان امید و بیم کی کیفیت میں ڈوبے ہوئے تھے اور سب کے سب نیویارک کے ہوٹل کو موڈ میں بیٹھے تھے۔ ان لوگوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ گورنر اینڈریو سیٹو نے شکست تسلیم کرنی ہے تو ہوٹل کو موڈر شور اور دھمکیوں کا مرکز بن گیا۔ کیٹی کے ارکان خوشی خوشی ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر، اندر بھر کر اپنی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ آئی وی نے جب صدر کا جہاز حاصل کرنے والے آئرن ہارڈ کو اپنی کامرانی کا ایک کاشتے ہوئے دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اسے اس کی محنتوں کا ثمر مل گیا ہے۔

اب وہ مسلسل سفر کر رہی، ہوٹل کے کورل اندر لٹنے کے وقت جلدی جلدی اٹھ بیٹنے والے حشر و بات سے عاجز نہ ہو کر اپنی اپنے فائدہ کے ساتھ وقت گزارتا جا رہی تھی۔ لیکن نقدی نہ ہونے اور شکریے کے خطوط کھینے اور معاہدات پر غور کرنے کی وجہ سے رکنا پڑا۔ سب سے زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی کہ جب وہ ان کا تجربہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ خاتون کے ہاں فیصدی صدیوں

کی وجہ سے آئرن ہاؤس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ آئی وی کو اب صرف ہم کے سربراہ کے لئے ایک مکمل رپورٹ کی تیاری کا کام باقی رہ گیا تھا۔

آئرن ہاؤس نے آئی وی سے ملاقات کے وقت اس کی پر خلوص مبارکباد کے جواب میں حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا: "مسنجر پست، میں چاہتا ہوں کہ آپ بڑا سہمائے متحدہ کے خزانچی کا جدید سنبھال لیں۔"

آئی وی کو مسٹر آئرن ہاؤس کی اس بات کا یقین نہ آیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے ایک لمبی سانس لے کر کہا: "بلاشبہ یہ میرے لئے عظیم ترین اعزاز ہو گا۔" جب وہ آئرن ہاؤس کے پاس واپس ہوئی تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے ابھی ابھی کوئی خواب دیکھا تھا۔ اس جہدے کو وہ محض اپنا بچی اعزاز نہیں سمجھ رہی تھی۔ بلکہ اس کے نزدیک یہ جہدہ حکومتی نظم و نسق میں فوجیت کے بدل کی قہر دان کی اعتراف تھا۔ وہ لپک کر ایک ٹیبل فون پر پہنچی اور رائے کو ٹریک کال کی۔ لیکن رائے گھر ورجو نہیں تھا اور اس کا کوئی بھائی یا بہن بھی اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ اسے انیسویں جہدہ تھا کہ زندگی کے عظیم ترین اعزاز کے موقع پر اس کے خاندان کا کوئی فرد اس کے قریب نہیں جو اس وقت اس کی مسرتوں میں شریک ہو سکے۔

جب وہ باؤنٹی فل پہنچی تو ہر مسرت خاندان نے اسے اپنی باتوں کی گرفت میں لے لیا۔ متحدہ دہ بعد آئی وی اور رائے واشنگٹن کے لئے پرواز کر گئے تاکہ وہاں سکونت کا انتظام کر سکیں۔ انہیں ہر گھنٹہ میں سرخ آئینوں کا ایک نو تعمیر مکان، دلچسپا، پسند آیا یہ ان کی ضروریات کے مطابق تھا۔ باؤنٹی فل واپس آکر وہ کرسمس کی ابتدائی تقریبات اور واشنگٹن منتقل ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ آئی وی کے نقطہ نظر کے مطابق اس تبدیلی مکانی کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ تھا کہ رائے صرف کاروبار کی سربراہانہ کی خدمتوں میں ہی واشنگٹن میں رہ سکتا تھا۔

منتقلی کے سامان کی تیاری ادا لودائی دھوٹوں کے بکھر ٹرل کے بعد ان میں جی آئی وی کو یہود و اہل ایک بڑی بڑی پریشانی کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں مسنجر پست سے اس کے منتظروں کا وہ نمونہ طلب کیا گیا تھا جو اس کے جہدہ سنبھالنے کے بعد کرنسی فونڈ پر چھپنے والے تھے۔ آئی وی کے منتظروں پر غور کرنے کے لئے خاندان کے تمام افراد جمع ہو گئے۔ لیکن تقریباً ایک سو

آؤ ہائی دستخطوں میں سے کسی ایک پر بھی دو افراد متعلق نہ ہوں گے۔ ہر دستخط پسٹ نے وہ تمام کے تمام دستخط بھیج دیئے۔

دوسرے کے انہیں دعاؤں کے وقت جب اس نے فالٹ لٹ اور علامتی کو خدا کا حکم پتا چا تو شد جذبات سے اس کا دم گھٹنے لگا اور وہ اپنی زبان سے ایک حرف بھی ادا نہ کر سکا۔

”مقالے میں باپ کا تم پر غور کر رہے ہوں گے، میری بیٹی۔“ اللہ مجھے بھی تم پر نہایت عاقل کر دے گا۔

سٹر پیسٹ کو باپ دفتر سنبھالنے سے پہلے سینٹ فائینس کمیٹی کے روبرو پیش ہونا تھا۔ یہ فکر لاحق تھی کہ نہ جانے کمیٹی میں اس سے کیا کچھ پوچھا جائے۔ لیکن یہی سینٹ کے ممبر اس سے بہت مشکل سوال پوچھیں۔ لیکن ضابطے کے مطابق شائع کی گئی کے ساتھ چند سوالات کے بعد سفید بالوں والا سینٹر ہوئے گئے۔ ”مجھے انتہائی مسرت ہے کہ یہ کمیٹی آپ جیسی وافر اور شاندار خاتون کی تقریر کی تصدیق کر رہی ہے۔“

خزانے کا نیا سکریٹری جارج ہفری۔ چارے پچھلے سینے والا شخص تھا۔ اس سے اور جارج جیڈے داران سے ملاقات کے بعد ان میں خرچہ کے سرانے کی تفصیلات، قرض کے استخلاات اور صحتہ مال سے متعلق پالیسیوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آئی وی کا سر جکڑا لیا۔ لیکن اس نے مستعد ہوشیار نظر آنے کی پوری پوری کوشش کی اور بعد میں خود کو کرنے کے لئے جلدی جلدی کچھ مختصر سوالات نہت کیا دیئے۔ اس میٹنگ کے خاتمہ پر اس نے خود اپنے آپ سے سوال کیا کہ کیا واقعی وہ میٹنگ میں اپنے فرائض ادا کر سکی ہے ؟

جس دن آئی وی نے خزانہ کی خدمت کا حلف لیا، اس کے بچے بھی اس تقریب میں شریک تھے اور پھر اس کے ہمراہ اس کے دفتر بھی گئے۔ نئے منے رائے نے آئی وی کے دفتر میں نصب شدہ شاقول طے گھٹنے کو جس کے اچھی سرب پر ٹرینڈ آف وی یوٹائیٹڈ سٹینس کا ہرگی ہوئی تھی بڑے غم سے دیکھا۔ اس گھٹنے اللہ عظیم الشان فریج کو دیکھ کر اس نے کہا: ”ہیہا آئی وی راست ہائے متحدہ کا خزانہ بنی بن کہا آپ کو کیا محسوس ہو رہا ہے ؟“

”مجھے نہیں معلوم، میرے بیٹے“ آئی وی نے جواب دیا۔

بچوں کے چلنے کے بعد سنرپسٹ کو گزرت ہونے والوں کا خیال آیا کہ کس طرح اس کی ماں اسے سیاست میں لائی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں اپنا مروجہ ماں کا منحصر شکوہ بھی ادا کیا۔ پھر اپنا کچھ ہنسٹوٹا ادا کر کے گزرنے والی ایک کار کی آواز نے اسے ماضی سے حال کے آغوش میں جا پس پہنچا دیا۔

اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد آنے والے عرصے میں سنرپسٹ سول سروس کے ایک مسکین اور مقتدر ملازم فریڈرچ پر انتہائی بھروسہ کرتی تھی۔ فریڈرچوں سے سول سروس میں خدات انجام دے رہا تھا۔ سنرپسٹ کا کام ایک طرح کا پوریشن کے خزانچی کے کام کے مطابق ہی تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس پر زیادہ بڑی رقموں کی ذمہ داری تھی اور طرز کار کو دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر ان تمام باتوں کا حساب دیکھتا ہوتا تھا جو باسٹھائے حقہ کیا خود سے یا ریاستوں اور بیرونی ممالک سے موصول ہوتی تھیں اور تمام ادا کی ہوتی رقم کا بھی حساب رکھنا پڑتا تھا۔ حکومت کی تحویل میں سونے اور چاندی کی جو سلاخیں تھیں ان کی فہرستوں کی نگرانی بھی آئی دی کے دے تھی۔ اور وہ جلی سکے بنانے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی نگرانی بھی کرتی تھی۔ ان تمام کاموں کے لئے اس کے پاس باس سو اسٹینٹ موجود تھے لیکن تین سو کرب ڈالر کی ذمہ داری تھی اس کے سر تھی۔

ایک دن ایک اسٹینٹ نے سنرپسٹ کو اعداد و شمار کی ایک پیچیدہ فہرست پیش کی۔ چونکہ اس فہرست کو اہرین نے تیار کیا تھا اس لئے اسے صرف دستخط کرنے کی ضرورت تھی لیکن کسی چیز نے اسے اعداد و شمار چیک کرنے پر اکسایا۔ چنانچہ اس نے فہرست چیک کی اور اس میں ایک غلطی بھی تلاش کر لی۔ اس سے نہ صرف اس کی خود اعتمادی کو اور زیادہ تقویت ملی بلکہ دوسروں کا بھی اس پر اعتماد بڑھ گیا۔

سنرپسٹ کو دفتر سے باہر کی زندگی بڑی پریشان کن معلوم ہوتی تھی۔ اس کی منیر بھی اللہ سرکاری تقریبات کے دعوت ناموں کا اچھا لگا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے گھر کو باقاعدہ لکھنے کے لئے گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتی تھی۔ کپڑوں کی خرید و بیانی خود کرتی تھی۔ خیریت کمپنی کے کاموں کی تکمیل میں بھی مصروف رہتا اور اپنے بچوں کے ساتھ مصروفیات کے منصوبے بھی بناتی

رہتی تھی۔ اس کا صبح کا ناشتہ ہی ایسا کھانا تھا جس میں وہ اپنے گھر والے اپنے بچوں کے ساتھ شریک ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ صبح چھ بجے ناشتہ تیار کرنے کے لئے اٹھ جاتی تھی۔ باؤٹی فلی سے جو گھر ملی ملازم وہ اپنے ہمراہ لاتی تھی۔ وہ اپنے گھر کی یاد میں طول ہو کر واپس اپنے وطن چلا گیا تھا۔ اس ملازم کے چلے جانے کے بعد گھر میں کام کا ج بچوں میں تقسیم ہو گئے تھے کہ کوئی آئی وی نے اپنے بچوں کو شرفاء ہی سے ذمہ داریوں سے عہدہ برتا ہوتا سکا دیا تھا۔ بچوں میں کبھی آپس میں جھڑپ بھی ہو جاتی تھی لیکن اپنے فرائض سے پہلو ہٹا کر لے کر خیال کبھی ادب میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔

آئی وی کی خواہش بارہ ہزار ڈالر تھی۔ لیکن دانشمندی میں اسے جو میعاد زندگی پر قرار رکھتا پڑتا تھا اس کے لحاظ سے یہ تخفہ کم تھی، چنانچہ وہ کچھ گفتار بہتہ ستارے سے بھی کام لیتی تھی۔ مثلاً خدا کو صند بنانے سے پہلے جانے کے لئے اسے شہر کر لیا کرتی تھی۔ ریاضت چھیننے کا کام وہ اپنے دانشور نگار سے کیا کرتی تھی۔ ہر شے کے دن یہ خاندان بانار سے اشیاء کی خریداری کرتا تھا اور ہر چھ بانار کے کسی مخصوص شہرے کی خریداری کا کام انجام دیتا تھا۔ مسٹر پریٹ کی خواہش تھی کہ اس کے بچے سادہ زندگی گزارنے کے عادی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان میں بہاؤ ساس بھی پیدا کرتا تھا۔ آئی وی نے اپنے گھر میں وی جیٹر سے کہتے ہیں جو کہ ان کے زول کی ہوئی ہے۔ وہ ان کا دن وہ آواز سے بھر کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ ہر شے سے ان کے بعد خاندان کے سب کو لکچر کام کرتے تھے۔ اپنی اپنی پسند کے مطابق اپنے ذوق کی موافقت میں لگ جاتے تھے۔ بچی کو مصروفی اور لکچر کا شوق تھا۔ نینسی بی کے علاوہ آئی وی کے ایک لکچر سٹیشن

ذہن کا حال تھا اور اپنے کیمسٹری کے سینٹ پر تجربات کر کے سارے گھر کو کیمیاوی بجائے راستے پر بردا کرتا تھا۔ مسٹر پریٹ جینے میں کم انکم ایک بار سینچر اور انوار منانے کے لئے کہیں نہ کہیں چلی جایا کرتی تھی۔ ماہ اپریل میں مسٹر پریٹ نے اپنی زندگی میں پہلی بار دہائٹ ہاؤس کے ڈنر میں شرکت کی۔ سفید شجر کپڑے سے ڈھکی ہوئی ایک ٹیبل پر سبزے ظروف سجے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی نشست سنبھالی۔ اس کی ٹیبل سے تیسرے نمبر پر خوش بیٹھ صدمہ آئرن اور کی ٹیبل تھی۔ آئی وی کے خیالات گزرتے ہوئے ان دنوں کی جانب پرکھنے لگے۔ جب وہ واقعہ وقت کانوں کے درمیان قصبوں میں موٹے اور عہدے پر پاؤں میں پتلا دھووی سا سوپ پہا کرتی تھی۔ یہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ کبھی دہائٹ ہاؤس کے قریب بھی چھٹک سکے گی۔

دفتر کے مناظر سے دشوار تر ہوتے گئے۔ اسے کسی دن اپنے مقبرہ پر نہ گم نام ہی کسی ڈپلومیٹ کے استقبال کو شامل کرنا پڑتا، یا کسی کلب میں خطبہ صمدیت پڑھنے کی مصروفیت نکل آتی۔ یا کسی دن اپنے کاموں میں جیٹ کانفرنس یا سٹی ویٹن پر ہمیشہ ہونے کا اضافہ کرنا پڑتا تھا یا ایسی اگرچہ وہ خود طے نہیں کرتی تھی لیکن اسے اکثر و بیشتر مختلف جماعتوں میں یا ایسی کی دھڑا کھٹے بھی مدعو کیا جاتا تھا۔

منسٹر پریسٹ کے پاس بے شمار خطوط آتے تھے، ان میں کچھ حماقت آمیز خطوط کی شان مینتے تھے مثلاً ایک خط میں اسے مشورہ دیا گیا تھا کہ امریکہ کو ڈالر نوٹوں کی پشت پر مصداقے کے عوض اشتہاروں کی اشاعت کرنی چاہئے۔

پھر فلما کے ایک محلے کے باعث رائے کے لئے زندگی کی مصروفیات سے کنارہ کشی کرنا ضروری ہو گیا۔ آئی وی کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ ایسی حالت میں رائے کیسے گزارا کرے گا، چنانچہ وہ رائے کو ٹھیک لے آئی۔ تب کہیں اسے سکون حاصل ہوا۔ رائے کو مکمل آرام پہنچانے کے خیال سے دو روزوں کی چوں چوں اور چوں کا شدید دماغی ختم کر دیا گیا۔ اگر میوں کے موسم میں آئی وی کا خاندان یا تو باؤنٹی ض میں خالد گرٹ کے یہاں چلا جاتا، یا پھر جیکسن ہولی (دایونگ) جہاں دو دن رائے بھی کاشا کر کے کرتے تھے۔

پھر بیٹھنے نے دہانت آؤس کے ایڈی کاگ اور نیوی کے ہوا بانہ پر سی میس سے شادی کی تو پریسٹ اور اس کے خاندان نے پوری دھوم دھام سے شادی کی تقریب منعقد کی۔ اگلے سال موسم بہار میں آئی وی اور رائے یونان کے لئے روانہ ہو گئے، جہاں آئی وی کو خواتین کی جماعتوں سے خطاب کرنا تھا۔ آئی وی، نیپسی اور رائے یونیورسٹی دیکھ بھال کا کام بیٹی اور بیٹی کے سپرد کر گئی۔ اس سمندی سفر کے دوران میں آئی وی کو پتہ چلا کہ اس کا سوٹ کیس جس میں تقریباً سب اسی کے کپڑے تھے لٹاؤ کے وقت کہیں رہ گیا ہے۔ اس اطلاع سے آئی وی بے حد پریشان ہوئی۔ جہاز کے عریضے پر آئی وی کی ایک خاتون سے دوستی ہو گئی تھی، اس خاتون نے اسے ایک مفید چاند مستعد وی جس سے وقت کے وقت اس سے پہنچنے کے لئے بس بنایا۔

جواٹر کے باہر ایک بھڑکاتا دھندلے آئی وی کو خالد گرٹ کے استقبال کی افسوس تک اطلاع ملی اس بات آئی وی جہاز کے حشرے پر بیٹھی ہوئی اس قدر غمگین تھی کہ جہاز نے اپنی کمرلوں سے

سیاہ پانی کی سطح پر بنا دیا تھا۔ اس کے رخساروں پہا نسیم ہنس رہے تھے۔ لیکن خالد اب ملک عدم سے ملا نہیں سکتا تھی۔

پریسٹ احمد رائے نے ورنیک نیلسن میں قیام کیا، یہاں وہ اپنے کپڑے خریدے، آچا ہتی تھی۔ احمد دھوپ میں نہاتے ہوئے، سمندر کے نظارے کے ساتھ اطالوی کھانے اور ٹیلی ویژن سے بھی لطف اٹھاتا ہوا چاہتی تھی۔ جہاز کے عرشے پر واپس آنے کے بعد پریسٹ نے لوگوں کی ملکہ فریڈیکا سے ملاقات کی۔ ملکہ ایک سمندر کے خالق تھیں، ملکہ نے اولاد شفقت کے ساتھ آئی دی کو سمندر کا وہ کڑھ دکھایا جو احمد نے شہزادی صوفیہ کے لئے خریدا تھا۔ انھوں نے پریسٹ احمد رائے کو اپنے ساتھ کھانے پر بھی مدعو کیا۔

پریسٹ احمد رائے کو آٹھ روزہ ملک لٹائن کا دورہ کرنا تھا۔ موٹر کار کے ذریعے انھوں نے انجیر زیرقون احمد پست کے درختوں سے ڈھکی ہوئی تاجمہار شہزادوں کا سفر کر کے اپنا دورہ مکمل کر لیا اور کچھ میں انھوں نے کھدائی کے ذریعے برآمد شدہ آثار قدیمہ دیکھے۔ پولیس میں قدیم گلی نما شاہراہ کے کھنڈرات کی سیاحت کی۔ احمد اتھینس میں ہالاسار دیکھا جو قدیم یونانی شہر کی خصوصیت ہو سکتا تھا۔ فاسٹنگ واپس آکر آئی دی کو اپنے دادا پرسی کا ٹیلی فون موصول ہوا۔ اس نے بتایا کہ پرسی اینڈریو جینس سوئم کی پیدائش ہوئی ہے۔ یہ قبرس کو آئی دی کا دل بار بار مانگا ہو گیا۔

۱۹۵۴ء میں مسٹر پریسٹ نے ساحل فرانسسکو میں منعقدہ روسی پبلک کنونشن میں شرکت کی پھر کار کے ذریعہ کنیڈا جاتے ہوئے روسی پولیس میں اپنے خاندان کے افراد سے ملاقات کی۔ اگلے سال ستمبر میں آئی دی نے آئزن ہاؤس کے دوبارہ انتخاب کے لئے انتہائی شدید اور تیز رفتاری سے انتخابی مہم میں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ اس نے پولیس میں اس کی آواز بیچ دی۔ ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد وہ الامیڈا روانہ ہو گئی جہاں بیٹی اداس کا خاندان بیٹی کے صحت یاب ہونے تک کے لئے منتقل ہو گیا تھا۔

اس کے بعد ایک بار پھر وہ اپنے کام پر واپس آگئی۔ اس نے اپنے گھر کے بیٹ کی طرح بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ کھروں خال کی بیٹ کر دکھائی اور اپنے بچنے کے چال اور خیالات میں بس لاکھ ڈالر سالہ کی کمی کر دی۔

آئی وی کھانا، پھل پھل کے لئے چند بیج کرنے سے بھی حل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں میٹر کے ٹکڑوں کی فروخت کے لئے اس نے اپنی خدمات دینا کا ارادہ طے کر پیش کر دیں۔ لیکن شام لاس ٹیبل میں ایسی جی سی کے شیشے میں وہ ایشر کے ٹکڑوں کی فروخت سے متعلق اپنی تقریر شروع کرنے ہی والی تھی کہ وائٹ اینڈروڈ اسٹوڈیو میں آیا اور اس سے ہال میں چلنے کی درخواست کی۔

”یہ آپ کی زندگی ہے“ کی ایسیج پر آئی وی کو بیکر کا جگمگاتے مکان کا نقشہ نظر آیا۔ اس کا بھائی فرنی ایسیج کی جانب ہلکا، آئی وی کے دوسرے بھائی کیجھتے اور لائیڈ اور اس کی بیوی گرت روٹنے بھی فرنی کی تقلید کی۔ جب یہ منظر تبدیل ہوا تو آئی وی کے چلنے سے دست دھکائے گئے۔ اور پھر اپنے تین بچوں کے ساتھ اس کا دانا وپرسی اور کچی پرسی ایسیج پر نظر آئے۔ یہ مناظر دیکھ کر آئی وی کا اس قدر متاثر ہوئی کہ اس میں باقی مناظر دیکھنے کی سکت باقی نہیں رہی۔

دوسری صبح وہ پھر اپنی انتہائی مہم میں مصروف ہو گئی۔ لیکن مسلسل کئی دنوں کے سفر اور تقریروں کے باعث وہ بے حد تھک گئی تھی۔ انٹرا ۱۲ پولیس میں اس کی آواز پھر میٹھی گئی اور اسے مجسٹراٹ اپنا دوبارہ سنوٹ کو تپا ہوا۔ فائنکٹن میں بیماری کے بعد کی نقابت کے دوران میں اس کے خاندان کے اتر وارے چینی کے عالم میں اس کے گرد پھمکاتے رہے۔ آئی وی انتہائی کرب کے ساتھ سوچتی تھی کہ اس نے گھریلو زندگی اور عوامی زندگی دونوں میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش میں دونوں طرح کی زندگی تباہ کر ڈالی ہے۔ لیکن صحت یاب ہو جانے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ ایک عرصت تا گریبان دونوں چیزوں میں توازن قائم رکھے تو وہ اپنے گھر کی معمولات بھی بن سکتی ہے اور ایک ترقی یافتہ خاتون بھی۔ چنانچہ آئی وی نے اپنی زندگی کے عوامی پہلو کو اس کے مطالبات کے مطابق محسوس کر لیا۔ اپنے بڑے گراں حال کو دوبارہ ترمیم دے کر وہ سیاست اور سوسائٹی کے لئے اپنی خدمات جاری رکھ سکتی تھی۔ لیکن اس نے بہت سے سماجی کام اور تقریری مصروفیات ترک کر دیں۔

صحت یاب بعد کے بعد مسٹر پریش نے دوبارہ دفتر چارٹرڈ کمانڈر شریا شروع شروع میں اس نے اپنے معمولات کو محسوس کر رکھا۔ لیکن بعد میں دفتر میں پورا وقت دینے لگی۔ ۱۹۵۸ء میں آئی وی نے اپنی ایک کتاب ”گریٹ گروڈ آئی وی“ شائع کرائی۔ اس کتاب کو اپنے شہر، اپنے بچوں اور اپنے خاندان کے نام منسوب کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ ”جنھوں نے آئی وی (عشق پیہ) اس طرح

گھایا کہ وہ بڑھتا ہی رہے : انتہائی پُر تاثر اسلوبِ ادب نے لاگ طریقے سے لکھی ہوئی اس کتاب
 میں ایک الحرف و غرکان کن کے محکومت کے اعلیٰ عہدے تک پہنچنے کی ارتقائی داستان بہت سے
 ڈرامائی انداز پر مزین واقعات کے ذریعہ بیان کی گئی ہے ۔
 تنگ و تنگ آتی ذی بیکر پرست کی ماہ میں رکاوٹ ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے خواب اس کا
 ماضی عقیدہ اندیشہ خیال کو ریاضت کو دوسروں کے فائدے کے لئے استعمال کرتا پہلے اس کو
 ایک معیم خانوں کے مرتبے تک پہنچا دینے کا باعث ہوئے ۔

فلورنس سسین

معلم، سائنس دان اور انسان دوست

یہ سائنس کا عہد ہے۔ اس عہد میں سائنسی تحقیقات سے دلچسپی رکھنے والی لڑکیوں کو وہ مواقع اور امکانات میسر آئیں گے، جن سے خاتون کو اپنے ترقی یافتہ ہونے کی مثالیں پیش کرنے کا موقع ملے گا۔ ابھی کچھ برس پہلے تک سائنسی لیبارٹریوں میں عورتوں کو شامل نہیں کیا جاتا تھا لیکن ڈاکٹر فلورنس ریٹا سیسی میٹی پیشواؤں کے کارناموں نے سائنس کے دروازے خواتین کے لئے داکر دیئے ہیں۔

سسین کے خاندان میں دو طبیعتی علوم قدیم طرز پر موجود تھے۔ سسین کے دادا اور مونت میں طبیب تھے۔ اس کے والد جارج کبیل سسین نے اپنی گھوڑا کادری میں گھوم پھر کر چلتا پھرتا ڈاکٹر کے طور پر اپنا مستقبل بنانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جارج کبیل نے اپنے بچپن میں کہانیوں میں سنا تھا کہ سینٹرل سٹی ڈکولریڈیو کے اطراف کی پہاڑیوں میں سونے کی کانیں ہیں۔ ان کہانیوں نے ان کے خیالات میں گہری پیدا کر دی تھی۔

۱۸۹۰ء میں اس مشہور شہر میں آجملنے کے بعد مسٹر سسین کو جلد ہی کان کنی کے گمراہ کے طور پر ملازمت مل گئی۔ لیکن کبیل سسین سینٹرل سٹی میں آنے کے بعد اس حسین حدیث زور کی زلف گیر کا اسیر ہو گیا جو ایک گاڑی پر سوار شہر میں چکر لگاتی رہتی تھی۔ سسین کو پتہ چلا کہ اس لڑکی کا نام سیرینا اسٹریٹ اور وہ اسکول میں پڑھاتی ہے۔ ان دونوں میں موسیقی وغیرہ کا ذوق مشترک تھا۔ چنانچہ جلد ہی یہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

شادی رچنے کے بعد انھوں نے ایک ڈیپلوان پہاڑی کے داموں میں بنے ہوئے ایک کمرے میں

مذہب کے مکان میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی پہلی بچی قیری کے بعد فروری ۱۸۸۱ء کو ایک لڑکی فلوئس پیدا
 پیدا ہوئی۔ جب یہ لڑکی چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو پہاڑی کے ماس میں اور غوانی کو لیامن اللہ انیس
 پینٹ برش کے پھول تڑونے کے لئے ادھر ادھر پھرنے لگی۔ یہ پھول تو تندرہ انتہائی محبت سے اپنی ماں
 کو پیش کیا کرتی تھی۔

فلورینس جب چار برس کی تھی، اس وقت کانوں سے سونے کی بنا دھندلے ہوئے کم ہو رہی تھی۔
 چنانچہ کانیں علیٰ طور پر اس وقت بند کر دی گئیں اور سین کو ایک معمولی سے قبضے میں منتقل ہو جاتا تھا۔ یہ
 قبضہ آج کل ڈیوئڈ کے نام سے مشہور ہے۔ بعض اوقات فلورینس اور میری صحت کے ٹیڈ کے
 سکسٹھوا سٹریٹ میں جکر لگا آتی تھیں۔ اس سٹریٹ پر اکثر انیس روتی اور ایسا ہو قبائل نظر آ جاتے تھے
 جو شہر کے فوارے میں ٹپلے ڈالے پڑے رہتے تھے۔

ایک سیلون کے موقع پر سٹریٹ میں نے اپنے میٹروں کو بتایا کہ ان کے یہاں ایک مٹا سا بھائی
 کرانے جس کا نام البرٹ رکھا گیا ہے۔ فلورینس نے بچے کو بیا کر لیا۔ لیکن ان کی دھندلائی ہوئی اشک
 آمودا نکلیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ ان کی علامات کے باعث گھر کا کام کاج لڑکیوں نے سنبھال لیا تھا
 اور سٹریٹ میں انھیں کھانا پکانا بھی سکھا رہے تھے۔ لیکن سنہ ۱۸۸۶ء میں جب وہ اپنی طویل نقابت پر تھیں
 موجود رہی پھر جب فلورینس سات برس کی تھی اس وقت ماں کا انتقال ہو گیا۔

ماں کی جیسرہ کیفین کے لئے سینٹرل سٹی سے خالہ صہ اور شکاگو سے خالو البرٹ سین وینور
 آئے، لیکن یہ لوگ فلورینس کی پامال شدہ دنیا کو دوبارہ زندگی سے ہم کنار نہ کر سکے۔ فلورینس اپنے بستر
 میں پڑی پڑی رنج و غم کے باعث اپنے گلے میں اٹکی ہوئی کانٹھ کو گھٹنے کی کوشش کرتی رہی۔ اس نے
 خالہ صہ کو کہتے ہوئے سنا، میرے پس میں ہوتا تو میں انھیں لے جاتی۔ لیکن صہ... خالہ صہ کی
 آواز ان کی سسکیوں میں ڈوب گئی تھی۔

بعد ازاں سٹریٹ میں نے ڈیوئڈ کے ایک چھوٹے اسکول میں لڑکیوں کا انتظام کر دیا۔ ڈیوئڈ ہال نامی
 اس چھوٹے اسکول میں ان لڑکیوں کو جو ملے اور بچے ہونے والے تھے، درست اور جواب اور مشفق
 زندگی میسر تھی۔ لیکن ماں کی جگہ کن لے سکا تھا، ہر رات فلورینس ماں کو یاد کر کے چلانے لگتی تھی۔
 لہٰذا جیسا یوں کا ایک مقدس نغمہ سن رہی تھی وہ اس رات کو بگڑنا شروع ہوتا ہے۔

شروع شروع میں مشربین لڑکیوں سے ملنے بولہاتے رہتے تھے۔ لیکن بعد میں انہیں اپنے کام کے سلسلے میں پیش نظر منتقل کیا گیا۔ اس سال ان کے میاں میں اس وقت تک ان دونوں کا سکول لہری میں رہنا چاہیہ مگر مشربین نے انہیں وہ ہنسنے اپنے ساتھ لہرنے کے لئے اپنے پاس نہ بلایا۔ غلامیہ میں نے ایک بولی عرصہ سے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اب وہ باپ سے شرا نے لگی تھی۔ لیکن مشربین اسے ایک دائرہ پر دن کوٹا اور سرخ رنگ کا موٹا سا بیت پہنا کر اپنے ہمراہ کان میں لے گئے۔ کانوں کی اس پیر میں باپ اندیشہ کے حیران پہنا تعلق پھر حال ہو گیا۔

نومبر ۱۸۷۰ء میں نئے ابرج صاحبی انتقال ہو گیا۔ وہ صرف ایک برس تک ہی زندہ رہ سکا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد غلامیہ میں کا قلعہ کی جانب سے دل اچاٹ ہو گیا اور کھانے پینے کی چیزوں میں بھول ہو گیا۔ وہ بڑی نرم ہو گیا۔ وہ بڑی بڑی سوچتی رہتی تھی کہ کیا سے اللہ میری کو ہمیشہ وہاں بالی میں رہنا چاہئے گا۔ مگر غلامیہ نے جوش کاٹو کے ایک اسکول میں مسلم تھے غیر متعلق غلامیہ میں لڑکوں کو اپنے گھر رکھنے کے لئے شکار ہو گیا۔

غلامیہ کی خالہ نے پوری شفقت کے ساتھ اس کی پرورش شروع کر دی۔ غلامیہ نے خود میں کو موسیقی کے اجتماعات میں لے جانے لگے۔ غلامیہ ایک ہونہار لڑکی تھی، چنانچہ خالو نے اس کے نشو و نما پاتے ہوئے فوق و فوق میں دیکھی۔ لیکن اس کے مطالعے کے فوق کی بہت انحرافی تھی۔ سب سے زیادہ پڑھائی خاطر کرتے تھے۔ احساس سے کہا کرتے تھے کہ ۱۰۰ ایک دن تم اپنے باپ کا گھر بساؤ گی لیکن سرور کو یہی تمہارا گھر ہے۔

جب غلامیہ بارہ برس کی ہوئی اس وقت تک اس کے دادا اللہ دادی بھی حیات تھے۔ غلامیہ نے نوٹ میں رد نگاہ میں بہت سے خاندان کے قدیم دیباچہ میں سکونت پذیر تھے۔ انہوں نے سرور کا گزارا نہ کیا۔ اس کا تعلیم حاصل کرنے کے لئے غلامیہ کو اپنے پاس بلایا۔ دادی نے غلامیہ کو خیرے اور کہانیاں سنائیں۔ اس سے طرح طرح کے کھانے پکا کر کھلائے۔ غلامیہ نے دادی سے یہ سنی۔ لیکن کہ پہلے اپنا کام کرنا چاہئے۔ احساس کے بعد کھانا تفریح میں فریک ہونا چاہئے۔ وہ موت میں غلامیہ کو دل لگ گیا تھا اور وہ وہاں بہت دنوں تک رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن برصغیر سے غلامیہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک بار پھر اسے آسرا ہوجانے کے بعد وہ اپنے ہم پیر سے ملنے کے لئے شکار ہوئی آئی۔ وہاں سے

یہ طفل نہیں اپنے باپ کے پاس ڈینہ چاہتا تھا۔

فلوریس کو چند سال کی عمر میں موسیقی سے بے حد دلچسپی ہو گئی تھی۔ جب وہ اندیری دلاؤٹ
اکاڈمی میں داخلہ لینے کے لئے سیکس ٹیس دینا چاہا تو ایک پیاوچی اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک دن فلوریس
اپنے پیاوچر ایک طرز کی مشق کر رہی تھی۔ اس کے ہم جماعتوں نے اسے گھیر لیا اور اس سے کوئی بات نہ
کی۔ وہ خواستگاری۔

ایک ایسی نے اس سے پوچھا میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم ہمیشہ پیاوچر ساتھی کر رہی شقیں کیوں کرتی رہتی ہو؟
”میں موسیقار بننا چاہتی ہوں، اسی لئے یہ مشقیں کرتی رہتی ہوں۔“
”لیکن تم ایک معمولی موسیقار سے زیادہ کچھ نہیں سیکھو گی۔“ ایک لڑکی نے مزید بحث طریقے سے
اپنا رائے کا اظہار کیا۔

یہ رائے بہت سخت تھی، لیکن فلوریس اتنی صداقت پرست تھی کہ اس نے سوچا۔ شاید یہ لڑکی ٹھیک
ہی کہتی ہو۔ پھر وہ پیاوچر سے اٹھی اور تھاپیلے کے لئے باہر نکلا آئی۔ اس نے سوچا کہ اس میں جو صلاحیتیں ذاتی
موجود ہوں ان کو بروئے کار لانا اس کا فرض ہے اور ساتھ ہی اس نے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ اگر وہ موسیقی
میں اتنی ذاتی حیثیت حاصل کرنے کی اہل نہیں ہے تو اسے موسیقار کے طور پر اپنا مستقبل نہیں بنانا چاہیے
اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر وہ گونے گیتے میں اور بدھ کی گھناری کے گیتوں میں اپنی شاعری کا کلم سے
کہ وقت ضائع کرے اور اپنا اوقات موسیقی کی مشق میں لگا دے تو..... لیکن ابھی اس نے غور سے
کیا کہ موسیقی سے اسے لگاؤ ہے، لیکن اتنا نہیں کہ وہ اپنی تمام زندگی موسیقی کے لئے وقف کر دے۔
چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آئندہ زیادہ سے زیادہ وقت مطالعے میں صرف کرے گی یہی اس
کے لئے بہتر ہوگا۔

فلوریس جب اپنی تعلیم کے آخری سال میں پہنچی تو اسے دیکھنے لگا اور اسکول کے اختتام
میں اپنی جماعت کی صف میں منتخب ہو گئی۔ اس کی اس کامیابی کو دہانے بے حد صرا اور اسے خطیں لکھا
”جب تم کامیابی کی سند حاصل کر لو گی تو میں تم سے ملنے آؤں گا۔“ لیکن مئی کے مہینے میں دادا کا
انتقال ہو گیا۔

دوسرے سال خزاں کے موسم میں فلوریس میری کے ساتھ ہو گئی جہاں ساتھ کالی میں تعلیم حاصل

کر رہی تھی۔ دھنل بہنوں میں اگرچہ بہت سی چیزیں مشترک تھیں، لیکن بہت سے معاملات میں وہ وہاں
 میں اختلاف بکھارتا تھا۔ اسی تنازعہ چیزوں میں ٹینس بھی شامل تھا۔ میری نے ٹینس کے لئے سبب
 کچھ چھوڑ دیا تھا لیکن فلمیں گریٹینس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکی تھی۔ اسے ٹینس کھیلنے کے لئے پہنچنے
 جانے والے ان لمبے لمبے چٹخوں سے، جو کہ دامن گردن و ہاں میں گھسٹتے رہتے تھے سخت الجھن ہوئی تھی
 میری خوشی خوشی سماجی تقریبات کی منتظر رہا کرتی تھی۔ لیکن فلمیں شرمیلی طبیعت کی تھی اور اندر
 کی عام گفتگوں میں بھی ہوشیار نہیں تھی، اس لئے بعض اوقات وہ ان تقریبات میں شرکت کرتے ہوئے
 جھجک محسوس کرتی تھی۔ لیکن جیہ کیسٹری کے پیس طلبا کا ایک گروہ اپنے پروفیسر سے سمینڈ میں
 لکھنؤ کرنے اور لبارٹری میں تیار کردہ چلنے پھرنے کے لئے جمع ہوتا تھا اس موقع پر فلموں میں کو کوئی جھجک
 محسوس نہیں ہوتی تھی۔

جب میری امتحان پاس کرنے کے بعد ٹرمڈ کے پبلک اسکول میں استانی بن گئی تو فلموں میں کو
 بڑی خدمت سے اس کی محسوس ہونے لگی اور اسے ہر چیز پر توجہ دینا پڑی۔
 فلموں میں کیلیک ہم جماعت نے جب اس سے مستقبل کے منصوبوں کے متعلق دریافت کیا تو اس
 نے کہا: ”ابھی تک میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے، لیکن مجھے فیصلہ کر لینا چاہئے۔ مجھے جیسی معمولی شکل نہ
 صورت کی لڑکی کو شادی کرنے کا موقع تو میسر ہی نہیں ہو سکے گا۔“
 ”لیکن تم معمولی لڑکی نہیں ہو۔“ اس کی سہیلی نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے پورے خلوص سے کہا۔
 ”میرے بال کسی قد بل دار ہیں، اور چہنچے کے بغیر تو میں بالکل اندھی ہوتی ہوں۔“ فلمیں
 نے بڑے کمر جواب دیا۔

مگر فلمیں نے اپنی شکل و صورت کی مثالیں بد وقت صانع نہیں کیا۔ اس نے حیوانات،
 میاں بات اور متعلقہ کلاسوں کو ختم کرنے کے بعد ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کر لیا۔
 اسمتھ کالج کے معالج ڈاکٹر گریس پریٹن نے اس کی بہت افزائی کرتے ہوئے کہا: ”تم میں
 صلاحیت ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ ایک خدمت کے دلچسپ ہیں تم اس میدان کی پہلی ہم جو ہو گی۔“
 اس موضوع پر بڑی طرح غور و فکر کرنے کے بعد فلمیں نے اپنے ان کاموں کو انجام دینے کے
 لئے اپنی میڈل پڑھائیں آئی جو وہ سرے دل کے لئے اس کے سپرد کئے گئے تھے۔ لیکن ان کاموں میں

اس کا دل نہیں لگا اور وہ ایک کاقد سامنے رکھ کر بے مقصد ہی اس پر بار بار غور نہیں، یہیں، ایم،
ڈیج گھنٹی رہی۔

مستر سپین کا کاروبار اپنا مک سرور ڈیجیا اور غور نہیں کی طبق تعلیم کا بد اسٹاٹس کے لئے
ناممکن ہو گیا لیکن اس کے باوجود وہ غور میں کو ڈاکٹری کی تعلیم دلانے کے خواہش مند تھے۔
غور میں کے آخری سال کے دوران میں ڈاکٹر پریشین نے اسے بتایا کہ وہ دس سالوں میں
میں جانسن ہاپکس یونیورسٹی میڈیکل اسکول میں پہلی بار لڑکیوں کو داخلہ دیا جائے گا۔ انھوں نے غور میں
کو مشورہ دیتے ہوئے کہا، "تم بھی پہلے سال میں داخلہ لے سکتی ہو۔"

غور میں نے باورسٹاٹس میں کہا، "داخلہ لینے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔"
ڈاکٹر پریشین نے اس کی دشواریوں کا اضافہ کرتے ہوئے کہا، "یہ تو معمولی بات ہے۔"
غور میں نے محسوس کیا کہ واقعی بات تو معمولی ہے مگر مہینوں کے صرف ایک موسم میں تو اس کی یافت
آئی نہیں ہو سکتی کہ وہ داخلہ لے سکے لیکن کبھی نہ کبھی تو داخلہ لے سکے گی۔

اساتھ کالج سے امتحانات کے ساتھ ڈگری لینے کے بعد غور میں ڈفن ہال میں ملازمت کے سربراہ
جمع کرنے کے خیال سے ٹرنڈ چلی گئی، ماسی اسکول میں وہ میری کے ساتھ طالب علمی کا زمانہ گزرا چکی تھی۔
غور میں کو تدریس کا پیشہ پسند آیا۔ بچتے کے دن وہ قدرتی مناظر میرا دل درازش کے لئے ہلک
پہیل جانے والے طبیب کی گفائی کرتی تھی۔ اس تفریح کی انتہا ایک پکنک کی صورت میں ہوتی تھی۔ اسکول
کی سالانہ چھٹیوں کے موقع پر ڈیوڈ کے ایک والد ارملی کی بیوی سترایا اسٹرونگ ڈینیسن نے غور میں
کو دسکون میں ایک جینو اپہ بنے ہوئے اپنے خاندان کے گرانی مکان میں چھٹیاں گزارنے کی پیش کش کی
اور اس سے کہا، "آپ میرے والد اسٹرونگ کے پوتے پوتیوں کو نیچر میں زیادہ سائنٹفک املار سے
دیکھی لینے پر مائل کر سکتے ہیں۔"

جینو میں قیام کے زمانے میں غور میں ہر صبح اسٹرونگ کے چار بھائی عر کے بچوں اور والد عر بچوں
کی گھبراہٹ کیا کرتی تھی۔ اسٹرونگ کے ایک رشتے کے بھائی شیلڈن کے دو بچے بھی ہر صبح کے یہاں
آتے ہوئے تھے۔ انھیں بھی دوسرے بچوں کے ہمراہ غور میں اپنے ساتھ لے لیتی تھی۔ ان بچوں کو
ان کے میار کے مطابق ان کی سمجھ میں آ جانے والی اصطلاحات کے ذریعہ انتہائی دلہانہ طریقے پر بتایا

کرتی تھی کہ پھول کس طرح نشوونما پاتے ہیں، ایڈیٹر کی کے انڈے سے بلیا (یڈنگ کا بچہ) کیسے
 بننا ہے، اکثر اوقات بچے جو کچھ دیکھتے تھے اس کی تصویریں بھی جاتے تھے اور ان پر ’جنگلی گلاب‘ یا
 ’یڈنگ‘ کا اندرونی شکم، جیسے عنوان بھی چسپاں کرتے تھے۔

گر میوں کے ناتے تک فلورینس نے بچوں اور مسز ڈینیس کو اپنا انتہائی گرویدہ بنالیا تھا
 سالانہ شروع شروع میں وہ مسز ڈینیس کے حسن و شان فشنل کے سامنے خود کو غیر مہذبیت پر سلیقہ
 محسوس کرنے لگی تھی اس خاندان کے حسن ظن نے فلورینس کو حجاب اور تنہائی کے اس دلدل سے
 باہر نکھنے میں مدد دی جو تمام زندگی اسے گھیرے رہا تھا۔ مسز ڈینیس نے اسے نصیحت کرتے ہوئے
 کہا تھا: ”اپنی ذہانت اور استعداد سے ناامید اٹھانے کی خواہش مندر رہا کر دے۔“

وٹ ہاں میں دو سال گزارنے کے بعد فلورینس اسمتھ کالج واپس چلی گئی۔ لیکن اب وہ پہلا
 آئینہ بن کر لٹی تھی۔ اسی سال اسے گر میوں میں میرن بائیو لو جیکل لیبارٹری کی جانب سے وظیفہ
 مل گیا۔ فلورینس کا خیال تھا کہ اس نے ہاپکنس میں براہ راست داخلہ لینے کے لئے کافی رقم جمع
 نہیں کی ہے۔ لیکن اب وہ تقریباً پچیس برس کی ہو چکی تھی اور مزید انتظار کرنا قطعاً نہیں چاہتی تھی
 جانس ہاپکنس کی یکسانیت آمیز عمارتوں نے فلورینس کو مرعوب نہیں کیا، لیکن اسے اپنی
 استعداد کی جانب سے فکر تھا کہ کیا وہ اس اعلیٰ شعبے کے سخت مطالبات پورے کر سکے گی۔ اس وقت
 اس شعبے کے صدر ڈاکٹر ڈیم اسلر تھے جو دنیا کے مشہور ترین ماہران علم الادویہ میں شمار ہوتے تھے
 فلورینس اپنی کاکروگی کو منہ تائے کمال تک پہنچائے بغیر کبھی اپنے کام سے مطمحہ نہیں ہوتی تھی اس نے
 اپنی سرگرمی اور اپنی بیگ ترین روش سے پروفیسروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ ڈاکٹر فریڈکس جین
 جو ایک فرین سائنس دان تھے۔ فلورینس کے پسندیدہ استاد تھے۔ انھوں نے اپنی بیشتر تعلیم جرمنی
 میں مکمل کی تھی۔ وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے، ”تحقیقات میں حقیقت اور نظریے
 کے درمیان ایک واضح حد فاصل قائم کیا جائے۔“

فلورینس اپنا بیشتر وقت کلاس اور لیبارٹری میں گزارتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ
 ’ہین ہاؤس‘ میں رہنے والے میڈیکل کے دوسرے طالب علموں کے ہمراہ خوش وقتی بھی کیا کرتی تھی
 بے تکلفی اور خوش ذوقی نے اسے ایک زندہ دل دوست بنا دیا تھا۔ خواہ وہ بالٹی مور کی میسز ایلیٹ

کا کھیل دیکھ کر نعرہ تحسین بلند کر دی ہو یا ڈاکٹر س آٹ گیڈری میں کسی آرٹسٹ کی تصویریں دیکھ کر
اب پر تصور کر رہی ہو۔ اس کا ہر جذبہ خلوص پر مبنی ہوتا تھا۔

جائس پاکستان میں سال دوئم کے دوران میں فلورنس نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا جس کی
بے حد تعریف ہوئی۔ اس نے مشر سین کو اس مقالے کی ایک کاپی ارسال کرتے ہوئے لکھا: "آپ
نے جو کچھ مجھے دیا ہے، میری یہ پیش کش اس سے کہیں کمتر درجے کی ہے" دسمبر میں اسے اپنے
باپ کے انتقال کی خبر ملی۔ باپ کی پچیس روز تکفین کے لئے وہ طویل سفر کر کے ڈینور گئی۔ وہاں اسے
اس بات کا شدید ملال رہا کہ وہ گھر رہ کر باپ کی خدمت نہ کر سکی۔ اس رنج و ملال کے عالم میں وہ اپنی
بہن جیری سے رخصت ہو کر واپس چلی آئی اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

جون دنوں وہ دماغ کی ساخت کے تشریخی مطالعے میں مصروف تھی۔ اس نے دماغ کا ایک
ایسا سرجی ڈاٹل تیار کیا جس میں دماغ کے عام ڈھانچے پر نئے انداز سے روشنی ڈالی گئی تھی۔
ڈاکٹر مال نے بعد میں اسے مشورہ دیا کہ وہ عام استعمال کے لئے اس ڈاٹل کی نقیص تیار کرے
چنانچہ نقیص تیار کرانے کے لئے وہ جرمنی روانہ ہو گئی۔ ۱۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو اسے فارغ التحصیل
ہونے کی سن ملنے والی تھی۔ اس روز فلورنس نے زمر دی رنگ کی پٹیوں اور بڑے گھیر کی آستینوں
والے اکاؤنٹ گاؤن کو پہنتے ہوئے انتہائی مسرت محسوس کی، یہ گاؤن اس کے ڈاکٹر بن جانے
کا اعلان تھا۔

اس سال گرمیوں میں فلورنس انگریزوں کی آسماں پر مامور ہو گئی اور لیسبرج کے لئے
کام نہیں کر سکی۔ ایک بار بھر وہ ایک چوراہے پر پہنچ چکی تھی۔ جہاں اس کے سامنے مختلف راہیں
تھیں۔ اور وہ سوچ رہی تھی کہ اسے سواج بننا چاہیے یا لیبارٹری کا سائنس دان؟ ممکن ہے
ڈاکٹر کے طور پر وہ زیادہ شہرت حاصل کر لے، لیکن ایک محقق سائنس دان کے طور پر شاید اسے
لیبارٹری کے باہر کوئی نہیں جان سکے گا اور جب کافی عرصہ تک تحقیقی کام کرنے کے باوجود اس کی
تحقیقات تشنہ رہیں گی تو کیا اس عرصہ میں اپنی لگن کو برقرار رکھنے کے لئے اس میں صبر و تحمل نہ
ہفت برقرار رہے گی؟ سوچتے سوچتے وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ بیابانوں کا شکار ہونے والی کی خدمت
کرنے کی بجائے بیابانوں پر فتح پانے کی کوشش کرے گی۔

سپرانیٹور کی ایک انجمن کی جانب سے جو خواتین کو سائنٹیفک تحقیقات کے لئے وقف
 دیتا تھی۔ فلوریس کے لئے وظیفہ منظور ہو گیا، جس سے اسے اپنے فیصلہ پر قائم رہنے میں مدد ملی
 اس نے بے رنگ شریانی عروق جاذبہ کے عمل پر کام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ ان بامدک شریانیوں
 کی تحقیق کا کام تھا جو جسم کے تمام خلیوں میں وہ بے رنگ رطوبت پہنچانے کا کام کرتی ہیں جو
 لطف پہنچاتی ہے۔ فلوریس یہ متین کرنا چاہتی تھی کہ عروق جاذبہ کیسے پیدا ہوئے۔ ایک دوسرے طرح ان
 کا دائرہ عمل بڑھا، اس تحقیق کے ساتھ ساتھ فلوریس نے دماغ کے مطالعے کا کام بھی جاری رکھا۔
 چنانچہ لیبارٹری سے شائع ہونے والے ایک رسالے میں اس کی تحقیقات پر بحث کی گئی۔ اس رسالے کو
 جان ہاپکنس کے شعبہ سائنس نے بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور پتہ کیا۔

کچھ لوگ فلوریس کو انوار حیات کی سنجیدہ سمجھتے تھے، لیکن اسے کچھ اس کے دوست ہی بہتر
 جانتے تھے۔ فلوریس قدیم روابط کو زندہ رکھنے کے لئے کام کر رہی تھی۔ اور ان میں اس کا ہم تیمیہ ربط
 اپنے خالا البرٹ سے تھا۔ ۱۹۰۱ء کے اختتام پر اس نے ایک خط میں خالا البرٹ کو لکھا: ”اس صدی
 کو میں آپ سے منسوب کرتی ہوں۔ آپ نے جس کام کی ابتداء کی تھی میں اسے انتہا تک پہنچانے والی ہوں۔“
 گرمیوں کی چھٹیاں فلوریس ڈینور میں میری کے ساتھ ادلیک منیو میں ڈینورس گھرانے
 میں گزارتی تھی۔ ایک منیو میں وہ خوب گھومتی پھرتی تھی، اور تیراکی کشتی رانی، ٹینس اور گولف سوائی
 کا لطف اٹھاتی تھی۔ وہ میری کے ہمراہ بھی اپنی چھٹیاں سرگرمی سے گزارتی تھی۔ دو روزہ منیو کسی
 دروازہ مقام پر ڈیرہ جمانے چلی جاتیں۔ اکثر اوقات وہ مختصر سی تیاری کر کے سمندر کے کنارے
 بخش پارک یا کسی ایسے مقام کی جانب روانہ ہو جاتیں جہاں انھیں قدرتی مناظر اور پہاڑوں کی سیر
 کا لطف میسر کر سکتا تھا۔

وظیفہ ختم ہوجانے کے بعد فلوریس نے لیبارٹری اسٹینڈ کے طور پر کام کرنا شروع
 کر دیا۔ بعد ازاں اسے لیبارٹری کا شریک (ایسوسی ایٹ) بنا دیا گیا۔ پھر جاس ہاپکنس کے اساتذ
 میں تشریح الامکان کے معاون پروفیسر کے طور پر اس کی تقرری ہو گئی۔ فلوریس کی نمایاں تحقیقات
 نے اسے اس منصب تک پہنچا دیا تھا اور اس پر فائز ہونے والی وہ پہلی خاتون تھی۔
 ڈاکٹر فلوریس سین جلد ہی سخت دشوار کام لینے والے استاد کے طور پر مشہور ہو گئی

لیکن وہ کسی چیز کو اصل دعویٰ کر کے آسان ثابت نہیں کرتا چاہتی تھی۔ اسے علم تھا کہ علم الادویہ اللہ سائنٹفک ریسرچ، دونوں چیزوں کے لئے عزم و استقلال کی ضرورت بنتی ہے۔ ایسے خیالات جو افواہ میں جو شہ پیدا کرتے ہیں، اس کے نزدیک معلومات سے بھرے ہونے، دماغوں سے زیادہ اہم تھے اس نے اپنی مدد فراہم پر جو شہ آواز میں انتہائی تحریک انگیز کچھ دیئے۔ ان کچھوں میں اکثر اوقات وہ اپنی تحقیقات کے نتائج بھی شامل کر لیتی تھی۔ طالب علم اسے اپنا سمجھتے تھے اور محبت سے خالہ ظہری، کہا کرتے تھے۔

یہاں ڈریس میں اگر کوئی طالب علم بدسلوکی سے کام کرتا تو ڈاکٹر سیمن اسے تینبہ بھی کرتی تھی لیکن ان طالب علموں کے ساتھ اس کا رویہ انتہائی ہمدردانہ ہوتا جو دوسرے طالب کام بہتر طریقے سے انجام دے سکتے تھے اور ریسرچ کے کام میں اپنی مہارت، استقلال، ذہانت اور دیانتہ و اداری کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایسے طالب علموں کو وہ ان کے فزوق کے مطابق چاہیہ اعتراضی منصوبے ای کے سپرد کرتی تھی۔ اس کے عزیز ترین شاگردوں میں ایک شاگرد ہنری ڈینیسن تھا جو مینیس ایک کم عمر لڑکے کے طور پر اس کے لئے پیلیٹ، سن، (ڈاگ کے کٹھے) گھونگھے اور جڈنگ پکڑ لایا کرتا تھا۔

دہریسی کاموں کی مصروفیات ظہری میں کے اپنے محبوب حقیقی منصوبوں کی راہ میں مائل نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے منصوبوں پر بھی گھنٹوں کام کرتی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں اسے جانس پکنس یونیورسٹی نے پب ڈک چاکر پروفیسر اسپانٹا ہولمز سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے رخصت دے دی تاکہ وہ پروفیسر ہولمز سے اجازت کے خود کو مینیس کے طریقے سیکھ سکے۔ اسی سال اس نے اپنے ساتھ عروق باذیہ پر تحقیقات کرنے کے لئے مزید سات اشخاص کو تیار کر لیا۔ اس کے اس نظریے سے اگرچہ یونیورسٹی کے بعض ذمہ داران کو اختلاف تھا کہ عروق باذیہ وریڈ کی ذیلوں سے نکلتے ہیں، لیکن اس کی تحقیقات قابل توجہ ضرور سمجھی گئی تھیں۔

جب ظہری میں کہ اس کے ان نوادہ دوستوں نے دہریہ ویریڈ کی حقیقی کاموں میں مصروف رکھا تو اس نے احتجاجاً اپنے دوستوں سے کہا، "میں جس قدر تنہا سے اپنے کام میں مصروف رہتی ہوں اسی قدر فزوق و شوق سے نظریہ بھی کرتی ہوں" ظہری میں کو نظریہ کے بھی بھرپور مطالعے میسر آتے تھے، جہاں اللہ بچے اس کی قریب سے یکساں طور پر مستفید ہوتے تھے۔ فرینکلن ال کے میاں

اس کی حیثیت تقریباً قاتلان کے ایک ٹرو کی سی تھی۔ بہار کے موسم میں وہ اودھ میں مل سیدو کی کیاں تھڑتے ہوئے باغوں میں دور تک چل رہی تھی کہ کئی بھیتیں۔
 غورینس کے بستر میں دوستوں میں اڈتھ اور ڈاکٹر ڈومنگس ہو کر شامل تھے۔ ان کے
 بدی بچوں کے ساتھ وہ تانیاں چوستی، کتابیں پڑھتی اور کرسمس کے موقع پر رنگ برنگی ٹوپیاں
 پہنا کر تھی۔

ڈاکٹر سین کو اچھی یاد چن ہونے کا تو دھوی نہیں تھا۔ لیکن اپنی لیبارٹری کی طرح
 سلیقہ مندی سے جگہ گتے ہوئے اپنے باندھی خانے میں وہ منفرد قسم کے سلا و تیار کیا کرتی تھی
 اور اس کے جھان سین کی بنائی ہوئی آئیں کریم پر، جسے وہ 'سین آئیں کریم' کہتے تھے، خوب خوب
 چھڑا رہے ہوتے تھے۔ اس آئیں کریم کو وہ شراب میں ملی ہوئی شکر سے بنایا کرتی تھی، وہ جہاں کہیں
 رہتی، گھر کے اندر، اگر ممکن ہوتا تو گھر کے باہر بھی پھول اٹکایا کرتی تھی۔

ریاستہائے متحدہ کے پہلی جنگ عظیم میں شامل ہوجانے کے بعد ڈاکٹر سین نے اپنے دوست
 ساتھیوں کے ساتھ خفا پانی برقی ہوئی ذمہ داریوں کو محسوس کیا اور شدید گرمیوں کے موسم میں
 زموں کی تربیت کا کام کیا۔ پھر جب بالٹی مور میں انفونٹرا پھیلا اور سینکڑوں افراد اس کا
 شکار ہوئے تو اس نے بالٹی مور جا کر خود ہی نرسس اور خود ہی ڈاکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں۔
 ۱۹۱۷ء میں غورینس کے سابق استاد اور دوست ڈاکٹر مال کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت
 تقریباً ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ غورینس ڈاکٹر مال کی جگہ امور کر دی جائے گی۔ لیکن اس کے
 بجائے جانشین ہیکس یونیورسٹی نے غورینس کو نیجیات کے پروفیسر کا عہدہ دے دیا۔ یونیورسٹی کے
 طلباء اس معاملے پر دوبارہ خود کرنے کے لئے یونیورسٹی کے ذمہ داروں سے اپیل کی۔ پھر بالٹی مور
 کی خواتین کے ایک گروہ نے، جس نے ولیفہ دلا نے میں غورینس کی مدد کی تھی، اس سے دریافت کیا
 کہ کیا وہ انفونٹرا کی دوا ختم ہونے کے بعد بھی بالٹی مور میں ہی قیام کرنا پسند کرے گی۔

غورینس نے اس جماعت سے کہا، "ہاں، ہاں میں یہیں رک جاؤں گی۔" لیکن اپنی عکسر
 خرابی کے باعث اس صحت مال کو قبول کر لینے کے بعد اس نے خود کو اس کا مجدد الزام ٹھہرایا
 کہ اس نے ان تمام افراد کی توقعات کو ختم کر دیا ہے جو سائنسنگ تحقیقات میں خواتین کی ترقیات

کے جاننے والے رہے تھے۔

اس صدمے کا مداغہ کرنے کے لئے فلورنس انتہائی تیزی کے ساتھ خود اپنی تشریح اطلاق کی تحقیقات میں مصروف ہو گئی۔ ایتھنہ ہو کر اٹھ میل مال کی تجویز یہ تھی کہ فلورنس کو خواتین کے حق رائے دہندگی کے موضوع پر رائے عامہ کو پیدا کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے۔ لیکن فلورنس چونکہ اپنے کام میں مستغرق تھی اس لئے اس تجویز پر عمل کرنے سے اجتناب کرتا چاہتی تھی تاہم وہ اس تحریک پر یقین رکھتی تھی۔ اس نے اس تحریک کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے خطوط اٹھائے اور انہیں تقسیم کر دیا۔ پھر جب اس نے ایک فرسٹ کلاس کا خریدی تو اس کا نام خواتین کے حق رائے دہندگی کے لئے جہاد کرنے والی خاتون کے نام پر "سوسن۔ بی۔ انٹونی" رکھا۔

شریانی رطوبت (عروق باذہ) کی تحقیق کے بعد ڈاکٹر سین نے خوراک کے فیصلے پر کام کرنا شروع کر دیا۔ اور انہیں گھنٹوں تک برقرار رکھنے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا اور شریانی رطوبت کے حمل اور خون کے خلیے خارجہ اور فلورنس کی تحقیقات نے امراض کی زیادہ بہتر سوجھ بوجھ پیدا کر دی اور جسم کی حفاظت کے مزید حوالہ دریافت ہوئے۔ اس کی ان خدمات کے صلے میں اس پر انعام و اعزازات کی بارش شروع ہو گئی۔

۱۹۲۰ء جانس اپکس میں بائیاں یونیورسٹی کی یاور میں جلسہ منعقد ہوا اس موقع پر

فلورنس کے احباب اور ساتھیوں نے میڈیکل اسکول کو فلورنس کی ایک تدارد تصویر پیش کی جسے معتمدہ ریفریکٹری کوئل نے بنا دیا تھا۔ اس موقع پر فلورنس کا چہرہ خوشی سے چمکا اٹھا تھا۔

اگلے سال امریکی یونیورسٹیٹ کی خواتین کی انجمن نے فلورنس کو ریڈیم کی تحقیق میری کیوٹی کے استقبال کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ پیکنگ (چین) میں یونین میڈیکل کالج کے افتتاح کے موقع پر فلورنس نے راک فیلر فاؤنڈیشن کے زیر سرپرستی افتتاحی خطبہ پڑھا۔ خواتین کی قومی جماعت نے اسے دنیا کی بارہ عظیم خواتین میں سے ایک کا خطاب دیا۔ ۱۹۲۴ء میں امریکی اکاڈمی آف سائنسز سے ایسڈ کیت پیش کی۔ یہ اکاڈمی ممتاز سائنس دانوں کی ایک مجلس تھی۔

فلورنس اس اکاڈمی میں شامل ہونے والی پہلی خاتون تھی۔ تشریح ابدالان کے امریکی اہلکار کی ایسوسی ایشن نے سیم کو اپنا صدر منتخب کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک فیلر انسٹی ٹیوٹ قائم ہوا جس کا نام "ریسرچ کے انتہائی ہوشیار ڈائریکٹر ڈاکٹر سائنس فلیکسٹر ہائٹ مور فٹرین لائن اور انھوں نے فلورنس کو اپنے انسٹی ٹیوٹ میں طبیاتی تحقیقات اور خون سے متعلق مسائل پر ایک شعبہ قائم کرنے کے لئے نیا یارک مدعو کیا۔

اس پہلی کث سے فلورنس کو خوشی تو ہوئی، لیکن وہ ابھن میں مبتلا ہو گئی۔ نیا یارک انسٹی ٹیوٹ میں کل ترین لیباریٹریاں موجود تھیں۔ اسے مطالعے اور تجربات کے دوران میں مالی معاونت کا بھی یقین دلایا گیا تھا۔ لیکن وہ اس تذبذب میں تھکی کہ کیا وہ جانس پاؤنٹس اور اپنا تندرستی کام چھوڑنا پسند کرے گی؟

ڈاکٹر فلیکسٹر نے اس سے کہا، "تمہاری دنیائیں انسانی تکالیف کا مادہ اگر کتنی میں بھر بھی تم سوچ سجدہ کر فصلہ کر لو۔" فلورنس نے نیا یارک جانے کا ارادہ کر لیا۔ پھر وہ اٹاسی کے ساتھ دوستوں سے الوداعی ملاقاتیں کرنے کے لئے ہائی مڈل کی میزوں کے چکر کاٹی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آنے والے دنوں کے متعلق سوچ کر سرزد بھی تھی۔

جب وہ راک فیلو انسٹی ٹیوٹ کی سفید پتھروں سے بنی ہوئی عمارت میں داخل ہوئی، اس پر ایک رعب سا غالب آ گیا۔ ایک بار پھر اسے ایک جلیج کا سامنا تھا۔ اس سے پہلے کسی عورت کو انسٹی ٹیوٹ کا مکمل طور پر ممبر نہیں بنایا گیا تھا۔

فلورنس کو پہلے دانی لمبی چوڑی لیبارٹری میں سوجن کی کمریں رقصاں رہتی تھیں۔ یہیں ایک کھڑکی میں سے ایٹ ریور کے پانی پر چلتی ہوئی اور رقصاں گول دانوں کی صورت میں پراناہ کرتی ہوئی مرٹاریوں کی باجی لڑائی بھی دیکھ سکتی تھی۔ فلورنس خوشی سے اپنی مصیبتیں بھینچ لیتی۔ یہاں ہر قسم کی سہولیات کے باعث وہ اپنی آنہ کے مطابق انتہائی محنت سے انتہائی ترقی کر سکتی تھی۔ اس نے طے کیا کہ وہ ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گی۔

رفتہ رفتہ اس نے سیکرٹریوں، ٹیکنیشنوں اور اسٹینٹوں کا اسٹاف بھی جمع کر لیا۔ ان میں کچھ اس کے سابق طالب علم بھی شامل تھے۔ ایک بار اس نے اپنے اسٹاف کے لوگوں سے کہا تھا "ریسرچ ایک اکیلے آدمی کے بس کا کام نہیں ہے۔ اپنے اسٹاف کو اپنے اسٹینٹ سے زیادہ اپنا کام سمجھتے ہوئے اس نے ان سب کو ایک ٹیم کی صورت میں متحد کر دیا تھا۔

نورین کو اپنے کام سے کس قدر مشتاق تھا، اس کا اندازہ اس کے اس مجھے سے ہوتا ہے جو اس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا: ”اب مات ہو گئی ہے، ایدیں خوش ہوں کیونکہ بہت جلد میری صبح آجائے گی اور میں دوبارہ اپنی محبوب لیبارٹری کا معاوضہ کھول سکوں گی۔“
نورین کو اس انشٹیوٹ میں آنے ہوتے ابھی مقور ابھی عرصہ گزر چکا تھا کہ نیشنل یونیورسٹی میں ایسی ہی ایڈیشن کے شعبہ تحقیق کے ڈائریکٹر، ڈاکٹر دیو پارس وائٹ نے اس سے درخواست کی کہ اگر ممکن ہو تو وہ ان کی اس شخصیت میں معاونت کرے کہ غلطی سے کس طرح تپ دق کے اشاعت سے محفوظ رہنے کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہیں۔

اس تحقیق کی ایک منزل میں ڈاکٹر سین نے ہر پندرہ منٹ بعد ایک بار بھی سے خون کا قطرہ نکالا اور اسے شیشے کے گلاس پر پھیلا دیا۔ پھر اس کا جائزہ لینا شروع کیا، سرخ جسموں اور سات اشکام کے سفید جسموں کی تعداد کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے انداز اس کے معاونین نے دریافت کیا کہ ان کا تناسب متواتر تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن کیوں؟ یہ جیسے تپ دق کے مقابلے کے لئے کیونکر متعین ہو سکتے ہیں؟ ان سوالات کا حل تلاش کرنے کے لئے اس نے ایک تحقیقی مہم باہر لان کی میزان ایک مخفی خط پر لکھی۔

بعض اوقات کسی خاص منصوبے پر متواتر کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ تک کام کرنے کے باوجود کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوتا تھا۔ ایسی ہی ایک بے سود جدوجہد کے بعد نورین کے ایک اسسٹنٹ نے اس سے دریافت کیا، ”آپ کے خیال میں کیا ہم کبھی تپ دق تک پہنچ سکیں گے؟“
ڈاکٹر سین، جو صداقت کی بے شکاں جستجو کرنے والی کے طور پر مشہور تھی اپنے اسسٹنٹ کی ہمدانی دہرا کرنے کے لئے مسکراتے ہوئے بولی، ”اگر مجھے یہ یقین نہ ہو کہ ہم شکایت برآمد نہیں کر سکتے تو میں ایسی صورت میں تحقیق جاری نہیں رکھوں گی۔“

بعض اوقات ایسا بھی محسوس ہوتا کہ جب وہ کوئی نیا حل برآمد کر سکی تو اس وقت بہت سے نئے سوالات پیدا ہو جاتے تھے لیکن انہی تحقیق کے دوران میں وہ کہیں کہیں خود کو یہ یقین دہاتی پہنچاتی تھی کہ وہ کسی عمدہ نتیجے تک پہنچ جائے گی۔

سائنس میں پوری طرح مستغرق ہو جانے کے باوجود ڈاکٹر سین نے اپنی مصروفیت

کامحت مند قانون برقرار رکھا تھا۔ وہ دوستوں کے ساتھ کشمائی کے لئے چلی جاتی تھی۔ اپنا پریمیہ
میں بال شہید کا کھیل دیکھنے کے لئے میدان میں بھی رہتی تھی۔ ڈولے اٹھ بیٹوں کے مجلس میں بھی
شرک ہوتی تھی۔ چینی کی بنی ہوئی پلیٹیں اور جاپانی تصویروں کی تلاش میں دکانوں کے پھر بھی لگتی
رہتی تھی۔ عمر میں وہ علی اور افسانہ کی لکھن کے مطالعے، موسیقی اور دوستوں کی خاطر دھماکات کا
لفظ اٹھاتی تھی۔

۱۹۲۸ء میں اس نے اسپین کا سفر کیا۔ اسی سال پکٹوریل دیوی پیگریو نے ڈاکٹر سیس کیمر کی
سائنس میں نمایاں خدمات انجام دینے پر پانچ ہزار ڈالر کا انعام پیش کیا۔ پھر جب اس نے سنا کہ اسے
نوع انسانی کی ایک حصہ کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا ہے تو اس کا چہرہ خوشی سے تھما اٹھا۔
ڈاکٹر سیس سائنس میں خواتین کے ذوق کو بیدار کرنے کے لئے عرصے زیادہ مصروف
ہونے کے باوجود کبھی نہیں اکتاتی۔ وہ سمجھتی تھی کہ صلاحیت کا جنس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس
نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ سائنسی تحقیقات کی لازمی صلاحیت، صحت، مشاقی اور استقلال حاصل کر کے
عورتیں مردوں سے سبقت لے جا سکتی ہیں۔

جوجوان لڑکیاں اپنے مستقبل کے بارے میں غور میں کے پاس مشورہ طلب کرنے آتی
تھیں۔ وہ ان سے کہا کرتی تھی، ”نہیں، لیبارٹری میں کوئی منصب حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ
کام کی ڈگری ہی ضروری نہیں ہوتی۔ تمام ایک میٹن ہیسا سرمایہ ہے۔“

جب کوئی لڑکی غور میں سے سوال کرتی کہ، ”مجھ میں کیا قابلیت ہونی چاہئے؟“ تو وہ
ہمیشہ ذہانت، افق اور کام کرنے کی لگن کا حوالہ دیتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ ان چیزوں کے علاوہ
ایسے ج کے لئے استقلال، عام سوجھ بوجھ اور تھنیں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ان نوجوان لڑکیوں
کو ابھارتے جسے کہتی تھی کہ مردوں کے مماثل منصب حاصل کرنے کے لئے سعادت کو مرد سے زیادہ
تندرستی سے کام کرنا چاہئے۔ وہ پورے ذوق اور دل کے ساتھ کہتی تھی، ”علاوہ ان سائنس
میں ثابت پسندی تک پہنچنے کا بہترین راستہ ہے عرض تحقیق ہے“ کچھ باصلاحیت لڑکیوں کی۔ صرف
اس نے محنت افزائی کی تھی، بلکہ ان کی مالی بارسد و غیرہ کی ضروریات بھی پوری کی تھیں۔

نوجوان لڑکیوں نے بھی اس کے ذوق و مشق سے فائدہ اٹھایا۔ ایک اٹتیس سالہ جواں مرگ

نوجوان کی یاد میں قائم شدہ: ہنری اسٹرونگ ڈینسین فاؤنڈیشن کی درخواست پر فلورینس نے ان درخواست گزاروں کی معاونت کی جو فاؤنڈیشن کے لئے چندہ جمع کر رہے تھے، جو لوگوں نے اس کی درخواست منظور کی، انہیں اس نے اپنا خاص ہمد و تحسین کیا۔

وہ دوسروں کو سکھانے سے کبھی گریہ نہیں کرتی تھی۔ اس کے معاونین انٹی ٹیوٹ سے دیانت دارانہ خیالات اور حقائق کا رٹاموں کا سرمایہ لے کر گئے اور ان میں سے بیشتر ممتاز سائنس دان بن گئے۔ ڈاکٹر سین اور اس کے اسسٹنٹوں نے اپنی تحقیقات کے وہ نتائج شائع کر کے جو پتہ دی کی مزاحمت میں معاونت کر سکتے تھے۔ فلورینس سین اپنے اسٹاف کا پورا پورا خیال رکھتی تھی اور جہاں کہیں ممکن متاڈہ اپنے اسٹاف کو مقدم سمجھتی تھی۔ اکثر بیشتر مشترکہ وسائل کی اشاعت کے موقع پر وہ اپنے معنائیں پر بھی اپنے اسٹاف کے لوگوں میں سے کسی کا نام لکھ دیتی تھی۔

یہ امداد اسی طرح کی بہت سی وجوہات سے فلورینس کے محنتی اسسٹنٹ اس سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ لیبارٹری میں وہ انتہائی باقاعدہ اور مستعد رہتی اور عام گفتگو کو ناپسند کرتی تھی لیکن لیبارٹری سے باہر وہ اپنی دلکشی اور شگفتہ مزاجی کے باعث ایک مقبول ساتھی سمجھی جاتی تھی۔ اور سبھی ہوتی دوکانوں کے نظارے سے لے کر کستور اچھلی کھانے تک کے مقابلہ میں تمام دلچسپیوں میں یکساں ذوق و شوق کے ساتھ شامل رہتی تھی۔ اسٹاف کے لوگوں کو وہ اپنے گھر بلا کر دعوتیں دیتی تھی اور انہیں ڈراموں، موسیقی کے جلسوں اور ادبی راکے کٹ پیش کیا کرتی تھی۔ راک فیو انٹی ٹیوٹ کے لوگوں کو وہ اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھی اور جب کبھی اس کے ان بچوں کو کچھ مسائل درپیش ہوتے تو وہ انہیں خود اپنے مسائل محسوس کرتی تھی۔

۱۹۳۰ء کی ابتداء میں گڈ ہاؤس کیپنگ نامی جریدے نے رائے شماری کا اہتمام کیا، جس میں دنیا کی عظیم ترین خواتین میں ڈاکٹر سین کا نام بھی تجویز ہوا۔ ستورے ستورے وقفے سے اسے گادچر کالج، ہول یوک اند مشیگن یونیورسٹی اور دوسرے اداروں کی جانب سے اعزاز دی ڈگریاں پیش کی گئیں۔ بریج میوڈ کالج کی پچاس سالہ جوبی کے موقع پر فلورینس کو 'ایم، کیرے' تمغاس پرانہ پیش کیا گیا۔ یہ اعزاز اس کالج کے ایک طالب علم نے کالج کے ایک سابق صدر کی یاد میں قائم کیا تھا۔ یہ انعام پیش کے بدلے کے موقع پر صدر پارک نے فلورینس کو 'سائنس میں تحقیقی کام کرنے والی امریکہ کی

جو کہ غور سے مانتی حقیقت کے موضوع پر سیدھی سادگی زبان میں بڑی سلیس اور عام فہم تقریر کر سکتی تھی، اس نے ایک مقرر کے طور پر بھی اس کی بہت ہنگامی مغربی ممالک کے ماحول کے ایک اجتماع میں اس کی تقریر سننے کے بعد ایک سالہ سبب کی تقریر پر لکھ دیتے ہوئے کہا تھا، ”پہلی اندام اہرلب عورت ہے جس کی تقریر میں نے ایک گھنٹہ تک سنی ہے“ اپنی مختلف قسم کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ قلم میں اپنے دوستوں کے لئے بھی وقت نکال دیتے تھی، اور اچھے ہونے معاملات میں ہمیشہ اس سے مشورہ لیتی تھی۔ جنہاں جو بچے مقیم تھے، ان میں ایک نیند سیٹھ بھی تھا۔ نیند سیٹھ ہنگامی عہد تیار ہونے سے قبل ایک قریبی زمانہ میں سکاٹلینڈ میں ایک ڈاکٹر جیمز سے ملاقات کے لئے جایا کرتی تھی۔ نیند اکثر کہا کرتا تھا، ”آپ کی آمد سے ہم بڑا ایک شہری دھاما سا اٹھ رہے ہیں۔“

وہ مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے لئے ہسپتال کو سمورے نیشنل کلب میں بھی ملتی تھی اور ایک نیشنل ٹیوشن کے اسٹاف کے لوگوں میں سے بھی تھیں۔ اسے دیکھی تھی، ان سے بھی اس کی ملاقاتیں رہتی تھیں۔ وہ ڈاکٹر ایمل ہیٹلبرگ کے یہاں وہ مشالین اور ٹوشائیل جیسے موسیقاروں کی موسیقی سے کہ خوش گواشاں بن گئی تھی۔ ایک ڈنر پارٹی میں اسے البرٹ آئن اسٹائن کی قربت میسر آئی۔ اس پارٹی کے متعلق بیان کرتے ہوئے اس نے میری کو لکھا تھا، ”آئن اسٹائن کے مقبول نے سب لوگوں کو انتہائی مسرور کیا۔“

ڈاکٹر سبین پنسیٹھ برس کی ہو گئی تھی لیکن راک فیلڈ نیشنل ٹیوشن نے اسے ریٹائر ہوئے کی اجازت نہیں دی۔ نیشنل ٹیوشن کی اس قدر عافی پر سبین کو انتہائی خوشی ہوئی، اس نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ فن کے متعلق اپنی تحقیقات جاری رکھی۔ نیرپہ دلی امداد میعاد کی بخار لکھنا جاری کرنے کے لئے اس نے طریقوں کا سراغ لگایا۔ لکھنؤ میں بعد نیشنل ٹیوشن نے اعلان کیا کہ اس کے وہ لوگ ہیں جن کو پنسیٹھ سال سے زیادہ ہے انہیں پنشن دے کر ریٹائر کر دیا جائے گا۔ غور میں اپنی تحقیقات کی کئی کئی خیروں کے قریب پہنچ چکی تھی لیکن نیشنل ٹیوشن کا اعلان اس کو اس کے مرض آگئے۔ وہ اس منزل تک پہنچ کر اپنے کام سے کہیں گھر دست بردار ہو سکتی تھی ؟

تاہم اس نے اعزاء کا کیا کہ علی بحران نے نیشنل ٹیوشن کے بٹ پمانٹ لکھے۔ ان دنوں نیریا لک کی

مکمل پرستش و تعظیم یا انتہائی سادگی میں نہایت ہی شائستہ تھے۔ چنانچہ نگاری کے سبب خدا کا
 کہنے کے لئے تھا جس میں گھڑت رہتے تھے۔ میں نے سوچا کہ اسے وہ فرحانوں کا راستہ نہیں دیکھا
 چاہئے جو ان کے برصے اہل حق کہنے کے خواہش مند ہیں۔ چہرے معلوم ہوا کہ وہ انٹی ٹیوش کے ایک
 اراکین ممبر کی حیثیت سے جب چاہے انٹی ٹیوش میں آکر اپنے پسندیدہ منصوبوں پر کام کر سکتی ہے۔
 لیکن یہ یاد رکھی اس کی اپنی نہیں رہے گی۔ اس اطلاع سے اسے انتہائی خوشی ہوئی اور انٹی ٹیوش
 سے تعلق ختم ہونے کا ایسی کا احساس کم ہو گیا۔

پھر اطمینان کر لینے کے بعد اس کے تمام اسٹینٹ اچھے عہدوں پر فائز ہو چکے ہیں
 اس نے ڈیوڈ شتقی ہونے کی تبادیل شروع کر دیں۔ ڈیوڈ میں وہ میری گہری مصلحتی چلانا چاہتی تھی۔
 رنگی سے قبل اس نے بہت سے اعلیٰ جیسوں میں شرکت کی۔ سب سے زیادہ شاندار اور غلات
 تھے جسے وہ تمام جو دن ۱۹۳۰ء میں انٹی ٹیوش کے کارکنان نے راک فیلڈ پارک کے خیال دم،
 میں اس کے اعزاز میں منعقد کیا تھا۔ اس جلسہ میں اس کے بالائی حلقہ کے تھیم دوستوں سے لے کر
 تمام سائنس دان تک شریک تھے۔

غیر مقیدی رسومات کے بعد ڈاکٹر سپین نے چھوٹوں کا حلقہ سہ گہری عقیدت کے ساتھ ہاتھ
 میں تیتے ہوئے کہا، "خود ہوا ایک عقیدے سے فاصلے کو عبور کرنے کے لئے آگے چل کر مشعل برداری
 کا کام کر لے اس کا کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بلکہ اہم چیز تو علم کی ترقی ہے۔"

اس جلسے کے شرکانے سفید چٹے کے (ایک نائل کے پہلے صفحے پر اپنے دستخط کئے) بہت سے
 افسانوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ اس قسم کے پینا ات بھی دے کئے، جیسے، "میں نے ہمیشہ سائنس
 میں آپ کو اپنی روحانی ماں سمجھا ہے۔۔۔۔۔" "میرے سرچ آپ کا شغل ہے" انتہا پر کا پیشہ انداز
 انسانی کے احساس کی گیرائی کو اپنا۔"

اور اعلیٰ جیسوں کی حریت ڈیوڈ تک اس کے احساس پر چھائی رہی۔ ڈیوڈ پہنچ کر اس نے اپنے
 اندر میری کہنے تیز من بارک کے قریب ایک مکان لے لیا۔ اپنے سکوتی کرے کہا وہ ڈیوڈ نے نادر ابرامی
 تالیفوں سے آراستہ کیا۔ کمرہ طعام میں سرخ اور نیلے رنگ کا عکس دینے والا ترکہ تھا بچھایا، اور اسے
 چائے کی تھیں وہ اور عینی طرف سے آراستہ کیا اور گھر میں چاندی طرف الہیاں کتابوں سے بھر دیں۔

کچھ عرصہ تک ڈاکٹر سبین کلب کی تقریحات میں شریک ہوتا رہی۔ میری کی خواہش کے مطابق آہستہ آہستہ کی سیاست کی ادھ تقریحات میں شامل ہوئی لیکن جلد ہی اس میں ایک اضطراری کیفیت پیدا ہوئی۔ اس وقت یورپ پر دوسری جنگ عظیم کی بدچھائیاں پڑنے لگی تھیں۔ میری ملازمت کی سیاست کا پروگرام بننا ہی تھی، لیکن سبین سیاست کے بجائے کچھ مزید تعمیری کام انجام دینے کے لئے بیجا ب تھی۔ پھر سبین نے بے شمار جلسوں میں تقریریں کیں۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے تعلقات عامہ کی مشاہدہ کیوں میں کام کیا، ڈاکٹر کینسر کی روک تھام کے لئے کام کرنے والے فننے، اول فائدہ دیش میں جیرین کے عہدے پر فائز ہو گئی۔ کچھ وقت تک کل کردہ اسٹیٹ سٹیٹ میں اپنا دیس سرج جاری رکھنے کے لئے ایسٹ بیجیا جاتی رہتی تھی۔ لیکن فلوریس کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان تمام سرگرمیوں کے باوجود وہ بہت کم کام انجام دے سکی ہے۔ پھر اسے یہ فکر لاحق رہنے لگی کہ وہ کولورائیڈ کے حوام کے لئے کیا کر سکتا ہے ؟

خلانہ ترقی اسے ایک موقع میسر آگیا۔ ہوائیوں کے دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے آثار نمایاں ہو رہی تھیں۔ گندہ زمینوں نے ایک بنیاد جنگ منصوبہ بندی کیٹی کی تنظیم کر دی، تاکہ فوجیوں کو ناسانی کے ساتھ شہری زندگی میں واپس لایا جاسکے۔ گورنر نے ڈاکٹر سبین سے صحت سے متعلق ضمنی کیٹی میں جیرین کا عہدہ سنبھالنے کی درخواست کی۔

فلوریس نے یہ عہدہ قبول کر لیا۔ ادھ اپنے کاموں میں اس قدر مہمک ہو گئے کہ سیاست دانوں نے اس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سبین ایک ایسی نفیس معرعاتوں میں حصہ کے بال جڑے کی صحت میں گندہ سے رہتے رہے۔ وہ بالوں کو اس لئے نہیں کھولتیں کہ ان کے کسی کام میں نقص نہ ہوں۔ سبین کولورائیڈ کے صحت عامہ سے متعلق حقائق کی صحیح تصویر ذہن نشین کرنے کے لئے بے شمار رپورٹوں کا مطالعہ کیا۔ پہلے آفسروں سے گفت و شنید کی، ادھ پانی کے ذخیروں میں گندگی مل جانے، نیز گندے پانی کی نکاسی کے انتہائی انتظامات اور گندے پانی کے متعلق خبریں سن کر اس نے شام کا شکر ادا کیا۔ گندے پانی کی نکاسی کا کام کرنے والے کارکنان کو جمع کیا۔ اس نے صحت عامہ کے افسران سے درخواست کی، "میں امریکن پبلک ہیلتھ ایسوسی ایشن کو اجماعی ہائے کے لئے بلانا چاہتا ہوں۔"

ایک برس تک تحقیقات کرنے کے بعد اس ایسوسی ایشن نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ کولورائیڈ میں ایسٹائیوں کی بے حد کمی ہے، ادھ معالج بھی بہت کم ہیں۔ ریاست میں بعض مقامات پر بچے تالوں کے

یہ گندہ پانی دیباؤں میں مل جاتا ہے جس سے پانی کا ذخیرہ گندگی آلود ہو جاتا ہے۔ اس گندے پانی کی سچائی سے پیدا ہونے والی سبزیاں بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ صحت عامہ کے ضابطے بہت پرانے ہیں مادہ صحت سے متعلق ہندو گرام سیاسی پیرہ دستوں کا شکار ہیں۔

ڈاکٹر سپین پچتر برس کی ہو چکی تھیں۔ ایسوسی ایٹس کی وچٹ دیکھ کر سپین کو یہ خوف محسوس ہوا کہ شاید اس پورٹ کو ایبیل مل رو قعد قانی کہے کے فراہم کر دیں۔ چنانچہ اس نے ان خامیوں کا ازالہ کرنے کے لئے ایک ہم شریعہ کر دی۔ اس نے تہا اند ڈاکٹر رائے کلیر ڈائریکٹرفن وی ایٹھ ہلیٹھ ڈیباڑ کے ساتھ اصلاحات کو عام کرنے کے لئے تمام ملک کا طوفانی دندہ کیا۔ وہ پہاڑی اند میدانی علاقوں میں آدمی کی طرح سفر کرتی رہی مادہ صفر کے تمام انتخابات بھی خود ہی برداشت کئے۔ طوفانی موسم میں اپنے بالوں کو ایک دھال سے باندھ کر، اور طوفان سے بچانے کے لئے تہہ پہن کا پتی تابناک لگا ہوا ہوا دھکتے ہوئے دھالوں کے ساتھ جلسہ لگا ہوا میں پہنچی رہی۔ ایک بار وہ ڈاکٹر کلیر ایک انتہائی ڈھلکا پہاڑی سڑک پر موٹر سے جا رہے تھے کہ اچانک ان کی کاسکے چھپے پہنے سڑک کی اس جانب مڑنے لگے۔ جلد رہتا ہی گہرا کھڑ تھا۔ سپین نے شراکت کے طہ پر ڈاکٹر کلیر سے پوچھا، ”کیا آپ ہمیشہ ترائی کی طرف سے پہاڑ کی چوٹی پر جاتے ہیں؟“

فلوہ میں اپنے گھر پر سے کہنے کے لئے کبھی انٹیمیٹ میڈی ٹامیلوں کا سہارا نہیں لیتی تھی۔ ایک دن ایک جلسے کو خطاب کرنے کے لئے، اس کا اسٹرنگ پلنے کا پر ڈرام تھا۔ لیکن صحت سے متعلق کمیٹی کے ایک ریکٹر سیکرٹری ہر برنڈوئی۔ موئے نے اسے ٹیلیفٹ پر اطلاع دی۔ ”اسٹرنگ میں آٹھ اینچ برنڈوئی ہے جس سے شاہراہ میں یہ نہ ہو سکی۔“ ٹرکوں سے گزرتا نا ٹیکس ہے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم آپ کے اس دورے کی منصوبہ کی اطلاع کر دیں۔“

”نہیجہ مجھ سے ملے۔“ ڈاکٹر سپین نے انتہائی مستعدی سے کہا۔

”وقت معقولہ پر سپین اسٹرنگ پر چلے گی۔ سروس کلب، کسانوں کی انجمن، پی۔ سی۔ اے، میڈیکل ایسوسی ایٹس، کلیسیائی انجمن اور خاص طور پر عوامی مجلسوں کو خطاب کرتے ہوئے اس نے انتہائی پرسکون اٹھ سکرما داند سے کہا، ”دوسری بہت سی ریاستوں کی نسبت ہمارے دیہات میں اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ میں اپنی صحت کو اپنے پہاڑوں میں بنانے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔“

نوردریس نے اپنی تقریر میں اس آیت کے لئے احادیث و شہادہ کے بجائے جمائیم دلائل سے
 ہمارے ہونے والے نو مولود بچوں اور تپ دق کا شکار ہونے والے بچوں کا ذکر کیا۔ سامعین نے نوردریس
 کی تقریر میں اس غزل کو یہ مدد پند کیا جو کہیں کہیں نمایاں ہو جاتا تھا۔ شری ڈاؤٹس ایک شخص نوردریس
 سے مختصر سی طاقات کا خواہش مند تھا، اس نے اسے اسے یں نوردریس کو روک لیا اور ہاتھ ملانے کے لئے
 کہا: "ڈاکٹر سبین کو اس طرح ملاویں روکنا میرے لئے مسرت کا باعث ہے۔"

ڈاکٹر سبین نے تہنہ لگاتے ہوئے کہا: "معلوم ہوتا ہے آپ اہ ہمارے مجلس قانون ساز
 کے کچھ نافرمان آپس میں اتحاد کئے ہوئے ہیں کہ سبین کی راہ میں مائل ہونے ہے۔"
 جب کبھی ممکن ہوتا ڈاکٹر سبین میران اسمبلی اور سیاست دانوں کی مخالفت کر کے انہیں کاڑھ
 زک پہنچاتی تھی، لیکن اپنے شدید سے شدید مخالف سے بھی اس کا رویہ شریفانہ ہی رہتا تھا، اور وہ
 اس مخالفت کے سلسلے میں مخالفت سے کبھی کام نہیں لیتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی عوام کا اعتماد حاصل
 کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت نے عوام میں صحت مند مخالفت کے لئے زمین ہمارا کر دی۔

اجنات نے بھی اس پستہ قد ڈاکٹر کی تائید کرنی شروع کر دی تھی۔ اسمبلی کے وہ ممبران جنہوں
 نے سبین کے قوانین صحت کی مخالفت کی تھی، انتخابات میں شکست کھا گئے۔ پھر ۱۹۵۲ء میں مجلس
 قانون ساز نے سبین کے تحریر کردہ آٹھ قوانین میں سے سات منظور کر لئے، ان قوانین کے باعث
 ڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ ریسی اسات سے آباد ہو گیا، ہیلتھ کے ذمہ دار افسران اب پانی اور
 گندے پانی کی نکاسی کے ذرائع، گوشت کے ذخیروں اور آگائی ہوئی سبز یوں کی جلیج کو سنبھالنے سے
 قوانین صحت کی منظوری کے بعد بھی ڈاکٹر سبین کی سرگرمیاں ماند نہیں پڑیں۔ حالی
 اس سے دلچسپی رکھنے کے باعث اس نے مقامی طور پر ہر قوم متحدہ کے لئے کام کیا، مضامین لکھے
 شہری صحت عامہ سے دلچسپی رکھنے والی جماعتوں کو خطاب کیا۔ خیرات و خیرات حاصل کئے۔
 کوہ پٹو میٹل کالج آن رجوکیشن میں تقسیم اساتذہ کا خطبہ پڑھا۔ امریکی خواتین کی انجمن نے اسے
 ایک انعام پیش کیا۔ عیسائی اسیودیوں کی ٹینس کانفرنس نے امریکی ہارورڈ کی طرف سے اس کو
 سندوی، اور اس کی صحت عامہ کے کاموں میں مسلسل جدوجہد کے اعتراف میں الی نوش کے
 مال فورڈ کالج نے اسے مین ایڈم میٹل عطا کیا۔

نہدی ۹۱۹۲ میں فلکڑ سین ڈیوہ میں موت حامد کے شیعہ کی گولیوں مقرر ہو گئی۔
لیکن اس نے تھوڑے ہی دنوں میں شیعہ نہیں کی۔

سول انٹرویو نے اس کے اس بارے میں اس طرح کے خیالات ظاہر کیے کہ "جو تھوڑا نہیں
لیتا وہ کام بھی نہیں کر سکتا۔" بالآخر اس نے تھوڑے دنوں میں شیعہ کی یا نہ کی وہ اپنی تھوڑے ہی رقم
کو لے کر ہندوستان کی حقیقی کاموں کے لئے دے دیتی تھی۔

لیکن بعد اس کے ایک دوست نے اس سے پوچھا "آپ انٹرویو میں کی ہو چکی تھی کیا وہ
کام آپ کے لئے بہت زیادہ نہیں ہے۔" ۹۰۰

"اس کو کام نہیں۔ بلکہ کام کرنے سے لے کر مالی قوت لے کر لے کر ہے۔" قلمی میں نے جواب دیا
پھر وہ سماجی حلقے کے لئے کام کرنے والی سینٹر ٹیکٹک اور دائرہ کی کونسل کی ممبر منتخب
ہو گئی۔ کونسل کے کاموں کے لئے اُسے بلایا اور اس کی کونسل کا دورہ کرنا پڑا تھا۔ لیکن یہ مصروفیت
ڈیوہ کی جانب سے اس کی توجہ نہ ہونے کی اپنی سہ سالہ مہر کی عرصے میں اس نے شہر کو چھوڑ کر
آفت سے بچاتے ہوئے گندہ سہانی کی جگہ کے انتظامات کو بہتر کر دیا اور اس امر کی نگرانی کی کہ
ڈیوہ شہر میں صرف ہر آٹھ سے پچاس ہوا ہوا ہی لایا جائے۔ اس کی کوششوں کے نتیجے میں ڈیوہ
میں بڑے پیمانے پر مفت ایسٹس دے کرنے والے مرکز قائم ہو گئے۔ ان کے قیام کے بعد اس نے ان
کے انتظامات میں بھی مدد دی۔

نیشنل یونیورسٹی فاؤنڈیشن کی جانب سے ہر سال تپ دتی کے اسباب، علاج یا
خطہ اقدام کے لئے قانونی تمہید خدمات انجام دینے والوں کو رڈ ڈیویڈنڈ دیا جاتا تھا۔ فلکڑ
سین یہ سہولت بھی حاصل کر چکی تھی۔ ۹۱۹۵ میں اس نے موت حامد سے متعلق ایئرٹ اینڈیری
اور فلکڑ ڈیوہ کا ایک ہزار ڈالر کا انعام بھی حاصل کیا۔ امریکہ کی غور خیز مدبران برائے اپنی
ملنے شہادی کے بعد اسے سال کی بہترین سائنس دان کا خطاب عطا کیا۔ پھر اس کی نمایاں عوامی
خدمات کے اعتراف میں جنرل سڈی ہوسٹل نے بھی اسے خطاب سے نوازا اور ڈیوہ میں رہتا تھا جس نے
شرے سید اسے ہونے میں اسے ایک شاندار دعوت دی۔

فلکڑ سین کی انٹرویو میں سال گرہ کے موقع پر ایک اخباری نمائندے نے اس سے ملاقات کی

اور گفتگو کے درمیان محسوس کیا کہ سین اُس زمانے میں بھی نئے اژدہوں کو ہلاک کرنے کے لئے ان کی تلاشوں میں تھی۔ اُس نے اخباری نمائندے کو بتایا کہ سائنس میں ابھی بہت سی شخصیات گمنامی کا زندگیاں گزار رہی ہیں۔

اخباری نمائندے کو حیرت تھی کہ اس عمر میں بھی سین میں نوجوانوں کے سے دم خرم برقرار تھے ؟

جب اخباری نمائندے نے اس بارے میں سین سے سوال کیا تو اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا، ”جو انسان ایک بہتر مستقبل کے لئے کام کر رہا ہو، اسے ذہنی اور روحانی صنیعتِ عمری میں بھی نہیں کر سکتی۔ نوجوانی کا سرچشمہ خود فراموشی میں پوشیدہ ہوتا ہے۔“

سالانہ کے موقع پر اسے جو بے شمار خطوط اور مبارکبادیں موصول ہوئیں ان میں ایک خط ڈاک فیلڈ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر بیٹن رائڈ کا بھی تھا۔ ڈاکٹر رائڈ نے اپنے خط میں سین کے بل کا ناموں کی تصریح کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ، ”آپ کے پڑھائے ہوئے وہ سبق کہ میں کیا کرنا چاہئے اور کیسے کرنا چاہئے، آج بھی ہمارے دل کی گہرائیوں میں محفوظ ہیں۔“ سین کے دوسرے شاگردوں نے بھی اسی اعزاز سے لکھا تھا کہ اس نے کس طرح انہیں سکھائے، کلام سے اور رنگ سے محبت کرنے کا سبق سکھایا تھا۔

کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر سین نے اکیڈمیک لباس پہن کر کوہ پورہ دیونیورسٹی کے عیشیہ میں شرکت کی، جو دیونیورسٹی کے میڈیکل اسکول کے لئے ملنے والی امداد میں ایک لاکھ ڈالر کے اصلے کی خوشی میں منعقد کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سین کی صبر و دما کی کششوں اور قربانیوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے خیال سے بانیانِ دیونیورسٹی نے فیضیاتی حیاتیات کے تحقیقی ادارہ کی نئی عمارت کو ”فلوریس ہارر سین کے نام سے منسوب کیا، اور اس کا نام ”فلوریس۔ آء۔ سین بلڈنگ“ قرار دیا۔ سرچ ڈن سیلوور بائیولوجی، ”رکھا۔ اس موقع پر تمام ملک سے صحت، سائنس اور تعلیمات کی اہم دستیاں سین کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئی تھیں۔

سین کے ایک سابق طالب علم ڈاکٹر رائڈ پورا رائڈ نے بہت سے دستوں کی جانب سے نئی عمارت میں لگانے کے لئے، گلیب الین کی بنائی ہوئی ڈاکٹر سین کی ایک تصویر پیش کی۔ انعامات اور عوام

کی جانب سے اعزاز غنیمت پر حسین ہمیشہ حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتی تھی۔ اس نے بار بار کہا تھا کہ "سائنس دان کو ہمارا جتنا کڑوا دھککا دے دے لے لے وہ آنے والوں کے لئے راہ کو نسبتاً آسان بنانے پر ہی توجہ مرکوز کرتی چاہئے۔" اس نے بھی اپنی تمام زندگی علمی جذبے اور طاقت کے ساتھ چھوڑ کر کچھ کر لیا تھا اور کبھی اپنے نام کے حقیقی شکر کا دل میں خیال بھی نہیں لاتی تھی۔

۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو پہلی وینزویلا سربراہ کا کھیل دیکھتے ہوئے ٹاکٹر حسین کا حرکت

قلب بند ہونے کے باعث انتقال ہو گیا۔ امریکن ایسوسی ایشن آف یونیورسٹی ویمن کے رکنی ڈائریکٹس سوسائٹی نے اس کی یادگار کے طور پر ایک خصوصی وظیفہ قائم کیا، اور ڈیوڈ میں ایک سنگ میل کو حسین اور میری کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ "سین کے لئے سینٹ" کی ایک ہم جلاتی تھی، جس میں شہری طبی اور ذرا مٹی جما عتوں نے، سائنس دانوں، شہری باشندوں اور اسکول کے بچوں نے حصہ لیا، اور واشنگٹن کے اسٹیجوارڈی ہال میں کولیڈیوس کے لئے مقررہ خالی گوشے میں سین کا مجسمہ نصب کرنے کے لئے چندہ جمع کیا۔ کاسی کے اس نازک اور شوق چہرے والے مجسمے پر یہ الفاظ درج کئے گئے، "معلم، سائنس دان اور انسان دوست۔"

اس مجسمے کی پیش کش کے موقع پر صدر ٹانن باد نے کولیڈیوس کے سربراہ کو رونق الائی کوآر کے ذریعے یہ پیغام ارسال کیا تھا "اس نے اس سرزمین کو انسانوں کے لئے بہشت بنانے کی آرزو میں انتہائی دانش مندی اور خلوص دل سے کام کیا ہے۔"

کولیڈیوس کی اس عہد ساز خاتون نے سچے کاموں کی ابتدا کی تھی، ان کا نامہ آتی بھی جلدی ہے۔ کیونکہ اس نے ایک معلم کی حیثیت سے اپنے جوش اور دیانت داری سے دوسروں کی شخصیتوں کو بھی متاثر کیا تھا۔ سین نے نامعلوم حقائق کو معلوم کرنے کے جذبات سے لبریز ہو کر اور مصیبت زدہ لوگوں کو دکھ سے نجات دلانے کی آئندہ کے زیادہ تر ایک سائنس دان کے طور پر اپنی ترقی یافتہ حاصل کیا لیکن اس کے وطن کے لوگ غور و خیر میں کو سب سے زیادہ ایک ایسے انسان دوست کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں، جس نے اپنی زندگی، طاقت اور صلاحیت اپنے ہم وطنوں کی خدمات کے لئے وقف کر دی تھی۔ ۵۵ ایک حوصلہ مند اور وسیع القلب خاتون تھی، جو اقوال سے زیادہ افعال پر اعتقاد رکھتی تھی۔

ایڈ کھمید

فلمی ستاروں کی تشریح کا

ایڈ کھمید: پیراڈنٹ پکچرز میں تشریح کا بائلی ڈیپٹ ڈیٹا منر کے عہدے پر مقرر ہے۔
 اہل فن فلمی ستاروں کے لئے ان کے رول کے مطابق پوشاک تیار کرتی ہے۔ ایڈ کھمید کے
 کاموں میں بیٹی گریس، بوب ہوپ، ہنری ہولمز، جینیفر ہولمز، اوریل بریئر جیسے فلمی ستارے
 شامل ہیں۔ اس کا سفیدی بال بادی رنگ کی دیواروں والا اسٹوڈیو، جو دیواروں کے ہر رنگ
 کا رنگ اور چاندی لٹریچر ہوئے فرانسیسی طرز کے فرنیچر سے آراستہ ہے ٹائیٹل کے خوش اسلوبی کا
 آئینہ دار ہے۔ فرانسیسی طرز کی کھڑکیوں میں سے کئے والی سورت کی کڑیاں اس اسٹوڈیو میں رکھے
 ہوئے چھٹے اکاڈمی ایوارڈ آؤٹسکریپٹنگ کرتی ہیں۔ یہ آؤٹسکریپٹنگ پکچر انڈسٹری کی جانب
 سے نمایاں تشریح کا رہنما بننے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔

لیکن جب ایڈ کھمید شروع شروع میں پیراڈنٹ پکچرز میں آئی تھی، اس وقت اس کی تقریبی
 ایک مہینہ کی جگہ پر ہوتی تھی۔ ان دنوں عہدہ داروں سے اس کی ملاقات ہوتی تھی وہ صرف معمولی
 درجے کے فیئر معروف اداکار تھے۔ فیشن کی اعلیٰ تشریح کا کار کا یہ عہدہ اسے چند برس تک پورے
 انہماک کے ساتھ عہدہ جہد کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا۔

ایڈ کھمید اس ایجنسی میں پیدا ہوئی تھی، لیکن اس کا شروع نہ فیشن کی دنیا سے بلکہ کچھ
 کے کہیں میں ہوئی۔ میک کیو کے ایک مقام پر اس نے ایک کم عمر بچی سے اسپینی زبان سیکھی تھی۔ پھر
 ایڈ کھمید خانہ سرگ لائٹ (نوناٹا) سے چار میل کے فاصلے پر ایک کیپ میں منتقل ہو گیا تھا، جہاں ایڈ کھمید
 کا مہینہ باپ ایک کان کے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر مقرر تھا۔

اس بے رنگ باماد گیندہ میں ان لوگوں کا بے رنگ فکر ڈی اوروں کی سیر چپت دلا سکا۔ اور
نہ کیل چینی لالا چو لھا صحر کے ایک پتھر لے خطے پر بنا ہوا تھا۔ ایدتھ کی سیاہ پاؤں اندر نیلا آنکھوں
والی پرستہ قد ماں نے اس کان کی اندر دنی بے لطفی کو ختم کر دیا تھا۔ اس نے کھڑکیوں پر بہترین
تختوں کے پرے لٹکا رکھے تھے اور بہترین اشیاء مثلاً اسیلی چاندی کے زیورات اور پیروی لینڈ
کے بنے ہوئے چینی کے برتن روزمرہ استعمال میں لاتی تھی۔

کیکپ میں چمک کوئی اسکول میں تھا۔ اس نے ایدتھ کی ماں ہی اسے پڑھایا کرتی تھی۔ ایدتھ کو
صحر کے تنہائی سے سخت کوفت ہوتی تھی اور وہ دود دراند کے ان شہروں میں جانے کے لئے
بیتاب رہتی تھی، جہاں اسے ہم جولی میسرہ سکتے تھے۔ لیکن صحر کی تنہائی سے نفرت کے باوجود
اسے صحر میں پیدا ہونے والے لیکش کی عجیب و غریب شکلوں سے عشق تھا۔ وہ گرد و ڈک کی کھڑکی کے
پھیلے کمرے کے کمان سے اچھے پیرول والی چھوٹی چھوٹی شکیں پاتی رہا انہیں دیت ہی کا ذکر
اپنا دل بیویا کرتی تھی۔ بعض اوقات اسے ایسا نہیں لگی جاتی تھیں جن کی شکیں قدنا آدمی کے
ڈھانچے سے تھمتھتی ہوتی تھیں، وہ ایسے ٹیفوں کے لئے بیدار کے پھولوں سے ٹوپیاں بنایا کرتی تھی۔
ایدتھ کو دیت کے تو دل پر ایسی برش کی جھاڑیوں میں سیر کر کے بڑا مزہ آتا تھا۔ اس کا
کے ایک ہی لمبے ڈنشل پر کھینچنے والے پچھلے پھولوں کے خوشے بہت پتہ آتے تھے۔ لیکن صحر اس چونکہ
سورج کی شدت، ٹیڑھے سانپ، سمجھ بڑنٹوں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس لئے ایدتھ کی ماں سے
بار بار آواز دے کر گھر دیا کرتی تھی۔ ایک باماد تھ کر ڈی کے ایک شہتیر پرستانے کے ٹھکانے ہوتی
تھی اس کی ماں نے دیکھا کہ ایک ٹیڑھا سانپ اس کے قریب کھڑا مارے بیٹھا ہے۔ ایدتھ کی سمجھ
میں نہ آیا کہ انہیں ماں سانپوں سے اس قدر کیوں ڈرتی ہے۔ اس نے ہند کرتے ہوئے ماں سے کہا
"اگر میں سانپوں کو نہیں پھیڑتی تو وہ بھی مجھے نہیں چھیڑیں گے۔"

گھر کے باہر جانے کا محفل جمانے کے لئے ایدتھ کے پاس کر ڈی کی بیٹی کی میز تھی۔ جس پر
وہ لیٹھ کا سرخ دھاری دار میز پوش بچھا دیتی تھی۔ اس میز پر وہ چھوٹے چھوٹے سینڈویچز

لے سفید پھولوں والا سوسن لٹا ہوا۔

اسے ایک قسم کی کر ڈی، جس کے کانٹے سے آدنیا گل پھوٹا ہے۔

اندھیری لینے کے لئے بچے پیٹھ کے پیالوں میں زیادہ دودھ دیا چلے رکھ دیتی تھی۔ چونکہ اس کے ہم جولی صرف جانور ہوتے تھے اس لئے وہ انہیں ہی اپنا جہان بنایا کرتی تھی۔ اس دعوت کے لئے وہ اپنا کالی بی تمام اندھ سفید کئے ڈاسٹا کو گڑیوں کے کپڑے پہنا دیتی تھی۔ کبھی کبھی وہ کیمپ کے اطراف میں گھومتے رہے گدھوں میں سے کسی ایک کو اس دعوت میں شامل کر لیتی تھی۔ جب ایڈتھان جانوروں کا سنگھار کرنے کے لئے ان کی کمر بربانہ دھن کی یا ان کے سر پر مال مٹھانے کی کوشش کرتی تو بعض اوقات وہ سرکش سے اس کا مقابلہ بھی کر بیٹھتے تھے۔ لیکن ریت کے رنگ سے جتنے سیگن والے چنڈک اسے بہت کماتے تھے۔ اپنے ان جہان میڈکوں کی نشست کے لئے وہ سنگار کے خالی ڈبے پر کپڑا پڑھا دیتی یا اپنی گھسنے کی تھنی پر بیٹھنے کی کھال کے اپنے پرانے سفید دستاروں کے ٹھوٹے ٹھونک کر میڈک کے لئے مسند بنا دیتی تھی۔

گرہی کے دونوں میں ایڈتھان اپنی چھ کی ہوئی دھسکی کی خالی بوتلیں کیمپ کی شرک پر لیک قطار میں رکھ دیتی اور خود گھر میں چھپ جاتی تھی۔ پھر جب سورج کی کرنیں ان بوتلوں پر پڑتیں تو مختلف قسم کے خوبصورت رنگ چمکنے لگتے تھے۔

ایڈتھان کا سوتیلہ باپ کبھی کبھی اسے اپنے ہمراہ کانوں کے اندر لے جایا کرتا تھا۔ زمین کی سطح سے نیچے ہی نیچے مرطوب اندھ سرداری کی میں اترتے ہوئے اس کے ہاتھ کپڑے چوچاتے تھے۔ لیکن جب وہ سورج کی طمانیت بخش حرارت میں واپس آ جاتی تو اس کا دل یلغ یلغ ہوا ٹھٹھا تھا۔ واپس آنے کے بعد اسے سورج پہلے سے بھی زیادہ چاک نظر آتا تھا۔

سردی اندھ آندھیل کے دونوں میں ایڈتھان اپنے گھر میں پڑی پڑی گھر کی پکی ہوئی روٹی یا بیل جھرے میٹھے سموسوں کی خوشبو سے دن کو کھانے کے لئے بے تاب ہو جاتی تھی تو اس کی ماں اسے ہاش کے کیلوں سے بھلانے لگتی تھی۔

ایڈتھان کو بے بی کے ساتھ چھیل کے دونوں کا انتظار رہتا تھا۔ چھیلوں میں بعض اوقات یہ خاندان بھی میں بیٹھ کر (جیسے ان کا موٹا مادہ گھونٹا چارلی کھینچا کرتا تھا) اپنی جگہوں کے میٹھے میں چلا جاتا تھا۔ اس میٹھے میں بیل میٹھے گڑھوں میں میٹھے میٹھے تھوٹھو کیا کرتے تھے۔ مختلف کالوں سے، سرچ لارٹ سے اندھ میلوں تک چھیلے ہوئے رنگستان سے تے ہوئے لوگ جوشوں کے

درختوں کے نیچے جمع ہو کر آپس میں بات چیت کرتے اور لہجہ گائے اور مستم بچتے ہوئے بیل کا لہجہ اٹھاتے تھے۔ کرمس کے موقع پر ایڈتھ کے یہاں کا کھنڈ اور ان کے خاندان کے لوگوں کی آمد رفت بہت تھی۔ ایڈتھ کا باپ مہمانوں کو سنگار و غیرہ پیش کرنے میں مصروف رہتا اور ایڈتھ اپنی ماں کے ساتھ چلنے پر تے مگر یہاں سے دور اور سنگرموں سے عورتوں اور بچوں کی تواضع میں مصروف رہتی تھی۔

شہر کے دورے میں ایڈتھ کو کرمس سے بھی زیادہ لطف آتا تھا۔ جنرل اسٹوڈ میں ایڈتھ کی ہلکا پس رنگین کھریا سے لے کر گوند کی شیشی تک، ہر چیز پر مرکوز ہوجاتی تھیں۔ عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ ایڈتھ کے والدین خریداری کے لئے چلے جاتے اور وہ ایک متاعی ڈاکٹر کی دھڑ دیکھیں، مارجمی اور سیلین کے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں، ایڈتھ کو ان لڑکیوں کے گھر ٹھکانے سہری یا لالوں پر رشک آتا تھا۔ اس کے اپنے سیاہ چمکیلے بالوں میں اس قسم کے گھر ٹھکانے نم صرف اس وقت پر پڑتے تھے جب اس کی ماں اس کے بالوں کو تیل سے مرکہ کے رات بھر کئے۔ دھجوں سے بازہ کر چھوڑ دیا کرتی تھی۔

یہ جنرل نو عمر لڑکیاں اکثر ڈرامے لکھیں بھی کھیل کھیل تھیں۔ ایڈتھ کا گھبراہٹ اور کتروں سے بھر جانا اپنا عروج تھیلا اپنے ساتھ شہر لایا کرتی تھی۔ وہ اس تھیلے میں سے کتریں نکال کر ڈرامے کئے پوڈاک بنایا کرتی تھی۔ پھر تھیلے کو دوبارہ اپنے ذخیرے سے پر کرنے کے لئے اسے گھر گھر جا کر بے کار کتروں کو جمع کرنا پڑتا تھا۔ جو اس کے والدین کے دوست اس کے لئے بچا کر رکھتے تھے۔

ایڈتھ جب آٹھ برس کی تھی، اس کے والدین اسے نیویڈ کئے تھے یہاں وال ڈلف و اسٹوڈیا میں اسے پہلی بار ایک حقیقی ٹیڈ میں منسل کرنے کا تجربہ ہوا۔ اپنے گھر وہ باورچی خانے کے چولہے کے قریب بیٹھ کر ککبھی میں ہنایا کرتی تھی۔ خریداری کے بعد ان میں ایڈتھ کی ماں نے اسے نیا سر کا لباس پہنے گئے اور آدھی آستین والا پینر تھا جس میں لہذا کا لباس خرید دیا۔ یہ لباس پہن کر یہیں سے آئینہ دیکھا، تو اسے ایک سیاہ آنکھوں اور بیسی چوڑی والی چھوٹی سی لڑکی نظر آئی، ایڈتھ کو یقین نہ آیا کہ یہ وہ خود ہے۔ بعد ازاں اس نے ایک دستار میں چھینکا پھیل کھائی، یہ اس کی عام غذا مرغی، بنیر اور تیرگو مش کے مقابلے میں انتہائی انوکھی چیز تھی۔

جس وقت ایڈتھ بارہ برس کی تھی، اس کے گھر والوں نے اس میں مجلس منتقلی ہونے کا ارادہ

کر لیا اور ایڈتھ کو پبلک ہائی اسکول میں داخلہ لینے کے لئے جلدی جلدی تاریخ اور ریاضی کی تیاری کرنی پڑی۔ ایڈتھ اپنے اس نئے گھوسہ بڑی عمر سے چھوٹے بچوں سے بھی زیادہ شرم اور بے اطمینانی کا شکار رہتی تھی۔ اس پر آنے والے دنوں کا خوف طاری تھا۔ اسے یہ فکر بھی لاحق تھی کہ کیلہ استھانٹ پاس کرنے کے قابل ہو سکے گی۔

سماجی اعتبار سے بھی وہ اپنی صلاحیتوں سے مایوس تھی۔ پھر جب اسے دو ہسپتالیاں مل گئیں تو اسے کچھ آسودگی میسر آئی۔ یہ اس کی سرچ لائٹ کی ہی دو ہسپتالیاں، مار جری اور سیلین تھیں۔ جواب لاس لیجلس آگئی تھیں۔

شہر آنے کے بعد ایڈتھ کے دل میں یہ بات میٹھی تھی کہ اسے کچھ کر رہے۔ چنانچہ اس نے امکانی ذرائع پہلے آزمائی شروع کر دی۔ اس کی سہیلی مار جری ایک مشہور موسیقار ادولگا اسٹیٹ سے پیانو سیکھ رہی تھی۔ ایڈتھ کو بھی ہمیشہ دلچسپا نو سار بننے کی سمائی، اور اس نے اپنے والدین سے اصرار کیا کہ اسے بھی ادولگا اسٹیٹ سے پیانو کی تعلیم ملائی جائے۔ اس نے پوری طرح مستغرق ہو کر پیانو کی مشقیں شروع کر دیں۔ لیکن کچھ ہی دن بعد ادولگا اسٹیٹ نے ایک خط کے ذریعے انتہائی خوش اسلوبی سے ایڈتھ کے والدین کو مطلع کیا کہ ایڈتھ کو پڑھانے ہوئے سبق ضائع ہوئے ہیں۔ پتا تو اس کے بس کا نہیں ہے۔

پھر اس نے اپنا مطلع نظر بدل کر کھڑی (جمناسٹ) بننے کا ارادہ کیا اور مانی ڈولیبو سی، ۱۷ میں تیراکی، والی بال اور ٹینس کی کلاسوں میں داخلہ لے لیا۔ ایڈتھ اس وقت تیرہ برس کی تھی لیکن اپنی عمر سے چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے ان خواتین کے ساتھ وزن اٹھانے اور باضابطہ دندش کرنے کی مشق شروع کر دی جو بنیادی طور پر اپنا وزن گھٹانے کے لئے دندش کرتی تھیں لیکن اسے اپنے ہم عمر ساتھی میسر نہیں تھے، چنانچہ وہ اس رنڈمرہ کی باضابطہ دندش سے بھی کانٹا لگتی اور اس نے کھلاڑی بننے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کی قوت حافظہ اچھی تھی۔ چنانچہ اس نے اسکول میں اپنے سبق اچھی طرح یاد کئے اور لاطینی زبان کی بہترین طالب علم بن گئی۔ اس نے ایک لاطینی ڈرامے "اینیاس" میں ایک رول بھی کید

پھر جب اس کے والدین ایک کان میں کام کرنے کے لئے ڈیوٹیمہ دہلی میں منتقل ہو گئے تو

ایڈتھ اپنی ماں کی ایک سہیلی خالہ متی لالچ کے یہاں سے سیٹ پلیس میں رہنے لگی۔ گریس میں وہ
 اٹویا میں اپنے والدین کے پاس چلی جاتی، جہاں وہ بہرحالت روز بروز سودگری سے بھی اوپر چڑھتا
 رہتا تھا۔ وہاں تعویج کے مولوی بھی بہت کم تھے۔ لیکن ہائی اسکول سے امتحان پاس کرنے کے بعد،
 وہ گریسوں کے محکم میں گورنمنٹ کے رہنے والے ایک طالب علم کے ساتھ مقص کرتی رہی یہ طالب علم
 وہاں خام دھات کو صاف کرنے کا بنسکیکھ ہاتھ لگایا تھا۔ جو لائی کی تقریب کے دن کیمپ میں رقص کے
 ایک مقابلے میں اس جٹے نے کامیابی حاصل کی اور ایڈتھ نے چاندی کا ایک تھنڈا ہنڈیا، خوبصورت
 کپ انعام میں حاصل کیا۔

آٹھ ماہ موسم خزاں میں وہ برکلی میں کولی فورنیا یونیورسٹی میں داخل ہو گئی۔ اسپین زبان
 میں وہ پہلے ہی جہارت حاصل کر چکی تھی۔ اب اس نے دیگر زبانوں میں امتیاز حاصل کرنے کا
 ارادہ کر لیا۔ طالب علمی کی زندگی میں قواسے محسن سموی معمولی دشواریاں ہی پیش آتی تھیں۔
 لیکن اپنی سماجی حیثیت کی جانب سے اسے اطمینان نہیں تھا۔ یونیورسٹی کے وسیع احاطے اور کلاس
 کے طویل گروں نے اسے ایک قسم کے تذبذب میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب اس نے اپنی آنکھوں کی حقارت
 کے خیال سے چشمہ لگانا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ پہلے وہ چشمہ لگانے سے گریز کرتی رہی تھی۔
 خود کو چاق چوبند رکھنے کے لئے وہ کشتی کی دھڑ میں حصہ لینے کے لئے جایا کرتی تھی، یہی
 ٹیم کے دوسرے ساتھیوں کی نسبت وہ اپنے قد و قامت کے اعتبار سے آدمی نظر آتی تھی۔ تاہم اس
 کمزوری کے باوجود وہ بہت نہیں ہارتی تھی، حالانکہ چھو چلاتے چلاتے اس کے ہاتھوں میں چھلے
 پڑ جاتے تھے۔ ایک بڑی دشواری تھی کہ جس وقت وہ ادک لینڈ سے، جہاں وہ کشتی رانی کے لئے
 جاتی تھی، برکلی میں اپنے سونے کے بڑے کمرے میں واپس آتی، اس وقت تک شام کا کھانا تقسیم
 ہو چکا ہوتا تھا۔ آخر کئی مہینے بغیر کھانے گزارنے کے بعد ایڈتھ نے کشتی رانی سے بھی توبہ کر لی۔

ایک بار گریسوں کی چیمبر میں ایڈتھ کو اس کے باپ کے دوست میل اور فریک اسپینسر
 نے ملحق کر کے اپنے پاس بلایا۔ وہاں مشن اسپینسر نے برنی ہاؤس کرانے پر ملے رکھا تھا۔ کیوں
 میں ایڈتھ نے امریکی قبائلی پوشاک زیبائی کی، اسے ان پوشاکوں کے ڈیزائن بے حد پسند آئے، اور اس
 نے خوشی خوشی یہ پوشاک پہن کر دیکھی۔ ایک دفعہ وہ قبائلی لباس زیب تن کئے ہوئے چھٹی قبیلے کی ایک

روایتی تقریب دیکھنے میں موافقت تھی۔ اسی اثنا میں ہولی ہاؤس کو برساتی میں سے پیا نہ نواز اگینس پینڈیرو کی
بچے اتر آئے۔ اندر ایک قبائلی گورک ایک کوارٹر پیش کیا۔ وہ ایدھ کے ہاتھ میں بھی ایک کوارٹر تھا۔
اس تقریب سے واپس آکر ایدھ نے مشر راہ مسز اسپینسر سے کہا کہ ”آج تو میرے سیاہ بے
بال میرے کام آگئے۔“

ایدھ کو ہولی قبیلے کی مصوری اندر کپڑا بننے کا زمانہ بھی بے حد پسند آیا اور اس نے ان کی صحبت میں
بہت اچھا وقت گزارا۔ جسے سب کا کو کو تاہی ایک قبائلی نے اسے قبائلی رقص بھی سکھا دیا تھا۔

ایک بار وہ ہولی قبیلے کے اپنے دوستوں کی دعوت پر جوہی قبیلے کا سانپوں و ملا رقص دیکھنے
کے لئے گئی جو ایک تیل میں حنائی شرک پر ہوتا تھا۔ ان دنوں قبیلے سے باہر کے لوگ شاذ و نادر ہی رقص
دیکھ سکتے تھے کیونکہ نامعلوم کے سامنے ہولی لوگ یہ رقص نہیں کرتے تھے۔ ایدھ نے دیکھا کہ سانپ کے
چھوڑوں کے کٹے ہوئے گھٹا کر دیں میں ٹیڑھے سانپ بھرے ہوئے تھے اور ان سانپوں کو وہ عقاب کے
پہلوں کی چھڑیوں سے جھڑبے تھے۔ ان کی ہمت دیکھ کر ایدھ حیران رہ گئی۔ انتہائی طوالت سے رقص مکمل
کرنے کے بعد ان سانپوں کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایدھ کو ایک ہولی قبائلی نے بتایا: ”ہمارا عقیدہ ہے کہ
بارش کے لئے کی جانے والی دعاؤں کو عالم اسفل تک پہنچنے کے لئے ماستہ ملتا چاہئے۔ عالم اسفل میں وہ
دو میں آباد ہیں جو زمین پر بارش کو بھیج سکتی ہیں۔“

ایدھ نے اپنے ایسے تجربات۔ مثلاً الکالی آگے نے اسے کس طرح چھر پڑھنا سکھایا۔ اپنے والدین کو
بتانا چاہتی تھی۔ لیکن اس مقصد کے لئے اس نے اپنے والدین کو خطوط کے ذریعے مطلع کرنے کی بجائے
چھوٹی چھوٹی تصویریں کے ذریعے ان تجربات کی حکایت کی اور انہیں والدین کے پاس بھیج دیا۔ ایک دن ایدھ
اور بائسک ہاؤس نے جو مشر راہ دے کا میا اور سنٹائی ایل روڈ کا وارث تھا کچھ ہسپکٹروں کا پھیلایا جو
ایک جگہ سے دوسرے میں نیچے جارہے تھے۔ جب ان ہسپکٹروں نے میٹل شپ نامی جگہ کی پیمائش شروع کی تو
بائسک نے ایدھ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا: ”کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس جگہ کی پیمائش اب تک کسی نے نہیں کی؟“
ایدھ نے جھگڑیوں سے بھرپور جواب دیا کہ میں ان کی جانب دیکھا۔ میں ہسپکٹروں نے تھوڑے
سے صفائے پر دیت میں ٹپا چھوڑ دیا تھا، اور خود میٹل شپ کی جانب چلے گئے تھے۔ اس نے بائسک سے
پوچھا: ”ہم بھی چلیں؟“

میر جھیل و در سیوں سے ان کے ارادے کو تقویت ملی، امدادہ بڑی آسانی سے اپنے چہرہ
 گئے لیکن جب انھوں نے واپس نیچے اتارنے کا ارادہ کیا تو انھیں پہنچے ٹھکانے کے لئے کوئی سہارا نہ مل سکا۔
 خوش قسمتی سے جانرہا ہمارے کا استاد اُسے گھرنہ پاگماں کی تھ من میں مل پڑا تھا امدادہ کے کنارے
 سے ہی ان دونوں کو دھکیلا تھا۔ بالآخر ایک امدادی پارٹی نے سیوں کی مدد سے انھیں پہنچے آمارہ۔
 لیکن میں چھٹیاں گزارنے کے بعد جب ایدہ اپنے کلے واپس مانی کوسا میں اس کا دل
 نہیں لگا۔ جن دونوں اس نے امتحان پاس کیا، اس وقت تک اس کے گروالے لٹلی کی کانوں کی ایک
 ویران تہی میں منتقل ہو چکے تھے۔ ایدہ کی ماں نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا: ”تم اپنی تعلیم چاہو
 لکھو کام۔ اسے کون نہیں کر لیتیں؟“ چنانچہ ایدہ نے والد کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فرانسیسی زبان
 میں ایم، اے کر کے لئے ایشین فورڈ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔

اگلے سال اکتوبر میں اس نے لڑکیوں کے ہشپ اسکول میں فرانسیسی پڑھانے والی قائم مقام
 معتمدہ کے طور پر ملازمت کر لی۔ جب وہ سرخ رنگ کی ایک چھوٹی ہوئی کاریں لاجلا کے لئے روانہ ہوئی تو اس
 نے شوق انداز سے بھرپور ہو کر سوچا کہ وہ ایک نظرمند خاتون بن گئی ہے۔ اس کی پیشانی لٹکتے ہوئے
 تاشیہ بالوں کی اوٹ میں جگمگاتی تھی۔ جب اس کی کار ہشپ اسکول کے سامنے پہنچی تو اس نے عیسویا
 کہ کار اسکول کے اس ڈھانچے کے علاوہ نہیں ہے جو پورے رنگ کی کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا ایدہ ابھر
 کوئی تعلق نہ کر کے معلوم ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے کار کو شہر کے وسط میں لا کر کھڑا کر دیا۔

ہشپ اسکول میں اسے جو کمرہ ملا، وہ مادمیں تھا جہاں سے وہ ہجرا کابل کا نظارہ کر سکتی تھی۔
 اسکول میں کام سنبھالنے کی پہلی صبح کو ایدہ کھربا مٹی کی چاکوں، ترضی ہوئی پنیلوں اور نئے نئے دھڑے
 ہونے بیک بوندوں کی خوشبو محسوس کرتی ہوئی ایک کمرے میں داخل ہوئی۔ آٹھ وہ پہلی بلہ ملا جو
 کے سے کار والی دلدیاں پہننے والی فیتیس لڑکیوں کے سامنے آئی تھی۔

کلاسیں کامیابی سے چلتی رہیں۔ لیکن دوپہر کے وقت جب ایدہ فرانسیسی زبان کی بارہ طالبات
 کے ساتھ ایک ہیئر کے گرد بیٹھی اس وقت اسے ایک نازک صہیت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اصل ہوا یہ کہ
 فرانس میں پیدا ہونے والی امدادہ کی پردہ سوز لہ نامی ایک لڑکی نے ایدہ سے کہا: ”آپ کی رائے میں
 کیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم لجنہ کے اوقات میں صرف فرانسیسی میں بات چیت کریں؟“

[illegible]

کامیاب کرنے کا موقع ہوتا جا رہا تھا۔
 ایک ایک مہینہ کی تعلیموں پر اس نے سب سے خالص نگاہ کی اس لئے کہ اس نے ہر ماہ میں ہر کامیاب
 استاد کو دیکھا۔ اس میں یہ جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا کہ اس استاد کے لئے کیا چیزیں تھیں جو وہ کامیابی
 کے کارنامہ صلاحیت تو اس میں یقیناً موجود تھی، لیکن مصدقہ میں اس کے کوئی استاد داخل نہیں کیا تھا۔

تاہم وہ دین تھی اس میں کام کرنے کی انگلی تھی اور وہ بالذوق بھی تھی۔ اس نے اسے یہ مجاہد جاننے کی اجازت ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ کم از کم وہ اسے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرے گی۔

پھر ایک ایسے لباس کی جستجو میں جس میں وہ فن کار نظر آسکے، اس نے سیاہ سوٹ سفید ٹاؤز اور ایک غیر معمولی بڑی نمائی کا انتخاب کیا۔ اس نے یہ لباس پہنا اور اپنے جانے ہوئے جاگوں کا ایک فائل بغل میں دبا کہ ایک کسی میں بھی اصرار کیا کہ اس کے ترمیم کار کا کام، ہارڈ گزیر سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہو گئی۔ فنی دنیا کے علاوہ دیگر شعبوں میں ایڈیٹنگ کو بہت سے مواقع مل سکتے تھے، لیکن اسے فلوں سے دل چسپی تھی۔ اس میں کسی حد تک ایسی صفات ضرور موجود تھیں جو ایک ترمیم کار کے لئے لازمی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس نے خود کو ڈھارس دینے ہوئے سوچا کہ اس کے پاس وسیع تعلیم، تخیل اور دشمنانہ جہاز کا سرمایہ موجود ہے۔

یاد رکھیں کہ اس نے اپنے کام کے بنائے ہوئے جاگوں کا جائزہ لینے کے بعد اسے جگہ دے دی، لیکن یہ اس سے پہلے کام تھا جس کی گیمیا تو اس کی خوشیوں پر پانی بھر گیا۔ پہلے کام کے طور پر اسے ایک ایسی لی کر لی گئی جو بنائے کا کام دیا گیا تھا جو باہمی کی پشت پر رکھائے جانے والے ہوئے کو سنبھال سکے۔ بہت دنوں تک ایڈیٹنگ پر مشغول رہا، آخر میں لکھو لا لکھو رے اور دیگر جانوروں کے سارا ذکر لکھنے کے ہی نقشے بنائی رہی۔ باہمی اپنی نمونہ سے اپنا سائنڈ ٹریجیک دیا کرتے تھے، اور ان کی غصہ ناک ہو کر ایڈیٹنگ پر غور کرنے لگتے تھے۔ جب اس کے پاس جانوروں کو کھڑے بنانے کا کام نہ رہتا تو وہ چھٹیوں کے پروں پر نکلے کھاتے یا جوتوں کے خلع کے بنانے میں مصروف رہتی تھی۔ ایڈیٹنگ کسی خود سے مطمئن نہیں ہوتی تھی، اور اگر خود کو ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے ناقابل محسوس کرتی تھی۔ پھر بھی اس کو ڈیوٹی کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ایڈیٹنگ کے متعلق یہ کہہ سکتا ہو کہ وہ فلاں کام انجام نہیں دے سکتی۔

بعض اوقات اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ ہر کام غلط کر رہی ہے۔ ایک بار جب اس سے مونیٹرنگ رپورٹ کی فہرست تیار کرنے کے لئے کہا گیا تو اس نے شمار کرنے کے اس تھا کہ دینے والے کام میں کئی دھنگ دیئے اور یہ تاخیر اس نے ہوئی کہ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ اسے مونیٹورنگ کیا ایک انگ شمار کرنا چاہیے یا مونیٹرنگ کی رپورٹوں کا شمار ہی کافی ہوگا۔ تاہم وہ چیزیں ایسی تھیں جن کے باعث وہ اپنے کام میں سے ایک لمحہ غم کاٹا جس سے بال بے اندھ گھبرائے ہوئے تھا۔

گئی رہی، ایک تو اس کا ترمین کاربنے کا مصمم ارادہ، اور دوسرے ہادر ڈگریٹر اعلان کے اسسٹنٹ ٹریوس بینٹن کا اسے اشتیاق دلانا۔ شام کے وقت وہ اب بھی متواتر شوشا جاتی تھی اور انسانی اشکال کی خاکہ نگاری کا فن سیکھتی تھی۔

اسٹوڈیو کے کام سے اس میں کپڑوں کی بناوٹ، رنگ، لائن اور ڈیزائنوں کا اندازہ زیادہ واضح احساس نشوونما پاتا گیا۔ اس نے بھرپور غور و فکر کے ذریعے بینٹن اور ڈگریٹر کے اسلوب میں خاکے بنانے سیکھ لئے۔ پھر اس کی دلچسپی اس قدر بڑھ گئی کہ معمولی سے معمولی کام بھی جہارت سے انجام دینے لگی۔ ایک ایک اب بھی وہ بچھے کرے میں ہی بیٹھا کرتی تھی اور اس کمرے میں بیٹھے بیٹھے وہ سب کچھ کرتی رہتی جس کے لئے دوسرے کسی شخص کے پاس نہ وقت ہوتا تھا اور نہ دلچسپی، وہ خود کو تسلی دیتی رہتی تھی کہ کم از کم وہ دوسروں کے ساتھ کام کرنے کا طریقہ تو سیکھ رہی ہے اور اس سے یہ بھی تجربہ ہو رہا ہے کہ فنی جہالت کے افی میک کس طرح پہنچا جاتا ہے۔ ایک عرصہ ہمارے ترقیاتی ادارے میں دیسٹریوٹس کے لئے ٹیبلوں اور گوارنوں کے سنگار کا کام دیا گیا ہادر ڈگریٹر جس انداز سے بڑے بڑے فنی سازوں کی ترمین کا کام کرتے تھے، ایدہ تو اس انداز پر برابر غور کرتی رہتی تھی اور اسکے تجربہ حاصل ہوا تھا کہ خاکہ نگاری میں ناپ و فیروزہ معنی ابتدائی عیشیت رکھتے ہیں بہترین ترمین کاری کے لئے اسے اپنے گاہک کے انداز و اسلوب، پھر اس کے خط و خال اور اس کے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

پھر جب ہادر ڈگریٹر نے اپنا ذاتی اسٹوڈیو کھولنے کے لئے پیراؤنٹ سے استعفیٰ دے دیا تو ان کی جگہ ٹریوس بینٹن کو مامور کر دیا گیا اور ایدہ تھو کو مینٹن کا اسسٹنٹ بنا دیا گیا۔ آخر اسے وقت سوچا، میں پہلی بار ایک ٹریو اداکار، لیو ویلیٹر کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ لیو پ کے چاندنی رات میں قتلے جانے والے ایک طویل منظر کے لئے اس نے پورے کینوس پر سفید رنگ کے انتہائی دیدہ و زیب لباس کا ڈیزائن بنایا۔ ایک نقاد نے اس فلم پر رائے دیتے ہوئے لکھا کہ، "اگر اس فلم میں اتنے زیادہ لباس نہ ہوتے تو کچھ مناظر اور ہو سکتے تھے۔" ایدہ تھو نے چونکہ اپنے تجربے سے یہ سیکھا تھا کہ کردار کو ذہن نشین کرانے کے لئے کپڑوں سے کیونکر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس لئے وہ اس نتیجہ سے آرزوہ خاطر نہیں ہوئی۔

ایدہ تھو کو بہترین موقع اس وقت ملا جب ٹریوس بینٹن 'ڈائمنڈل' کے لئے مائے ویسٹ کی ترمین کاری کا کام ایدہ تھو کے سپرد کر کے یورپ چلے گئے۔ پوشاک کا منصوبہ بنانے کے لئے ایدہ تھو خود اداکار

کے گھر پہنچی۔ اس وقت اے سفید سائیں کا پیچھے لٹکتے ہوئے دہلے دار داس دالا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے تھی۔ ایڈتھنے جب اس کے کمرے میں قدم رکھا تو سفید ریشم کے بالوں کے بنے ہوئے مندرے میں اس کے پیر ٹھنڈن تک دھنسن گئے۔

ماتے کو ڈائمنڈ، میں ایک بے تکلف، سنس کھادہ ذہین عورت کا کمرہ دار ادا کرنا تھا۔ وہ بیروں کی عاشق تھی، لیکن موتیوں کے متعلق اسے یقین تھا کہ ان سے بد چلتی نازلی ہوتی ہے اور اس لئے موتیوں کو ناپسند کرتی تھی۔ ایڈتھنے اس کے لئے بجز ادا کام ماتے جل مل کرتے ہوئے پکڑوں کے ڈیزائن بنانے سفید سائیں کے لباس پر بندوں کے پردوں کی کوٹ لگانے کے لئے پورا ادا بھارا دار زنائی چھتری ماسل کرنے وہ مجوزی پیدا ڈیتھ کے ایک شتر مرغ مانے تک نکلا۔ وہاں اس نے چھوٹے چھوٹے بیروں والی اس گاڑی کی سواری بھی کی جسے سدھلے ہوئے شتر مرغ کیچھے تھے۔

ماتے اور دوسرے ادا کاروں کی تدریج میں ایڈتھ کی کایابی سے اسے ایک موثر اور جذباتی شخصیت کے طور پر نمایاں ہونے میں مدد ملی، پھر جب ۱۹۳۸ء میں ٹریوس بینٹن پر امانڈا سے مستغنی ہوئے تو ایڈتھ کو تدریج کا راجی کا جہد مل گیا۔ وہ فلمی دنیا میں یہ جہد حاصل کرنے والی پہلی خاتون تھی۔ ایڈتھ کے ایک میل بی۔ ڈی نے اس خیالی سے کہ باہر راستہ دل کے فوسے ایڈتھ واقفیت حاصل کر سکے، اسے پیرس بھیج دیا۔ پیرس میں پر امانڈا کے آفس کی نگہاں میں اور فرینک فرے نے اس کی رہبری کی۔

لیین ایک ماڈل گرل تھی، اس سے ایڈتھ نے لباس کا فن بھی سیکھا اور اس کے ہمراہ دیوانہ خاں کی سیر بھی کی، نیرفیشن کے طرز نگار ایکس اور شیا پرلی سے ملاقات کی۔ ایڈتھ کو پیرس طرز اور اس کے واضح بے مدینہ آہ اس پران کی دھاک بیٹھ گئی۔ لیکن وہ کچھ وقت شہر کی سیاحت آٹ گیلریوں اور تھیٹر ہال کی تقریبات میں بھی گزارنا چاہتی تھی۔ لیین اس سے کہتی رہی: ”یہ تمام تقریبات تم بعد میں بھی کر سکتی ہو“۔ رفتہ رفتہ ایڈتھ کے ذہن میں فیشن کے متعلق ایک فلسفہ نشوونما آیا۔ اسے کال یقین ہو گیا تھا کہ لباس، زندگی کے متعلق عورت کے تعریف کے تعین اور تجارت اور محبت کے مقابلے میں کایاب ہونے کے لئے اس کی صلاحیت کو بھانسنے میں معاون ہوتا ہے، بے منظم لباس عدسے زیادہ بدسلوکی کی نشاندہی کر سکتا ہے، لیکن بھرپور لباس زیادہ گراں نہیں ہونا چاہئے۔

پھر جس میں پیام کے بعد ان کے ایدہ قہنے نے ان کے اعتبار سے خود کو بھی بہتر بنانے کا فیصلہ کیا۔
 اس نے نئے طرز کے بلبل بنوانے اور شایا بیل کے یہاں سے گلابی اور دھونگ کے گڑھا کے کاغذ لپیٹنا
 رنگ کا ایک ڈیز سوٹ خریدنا اپنے ہوٹل کے کمرے میں ڈالیں اگر اس نے یہ سوٹ پہنا تو وہ تو کچھ بڑے
 کمرے جہاں ہارن بازہ بیٹا رہتا تھا میں خود کو دیکھ کر اسے محسوس ہوا کہ وہ شکل و صورت اور اپنی حرکات میں اپنی
 حقیقی شخصیت سے کچھ آگے نظر آ رہی ہے۔ اس کے مقابل میں ایدہ قہنے جیٹ کا فکس تھا اور وہ بھی تو حقیقی دیکھی
 حقیقی نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے یہ سوٹ اتار دیا اور بالوں میں لٹکھا کر کے ان کو دوبارہ اپنے سابق طرز
 کے مطابق بنایا۔ اسے ہمیشہ کے لئے یہ سبق حاصل ہوا کہ صورت کو اپنی طرز کے مطابق ہی بنانا سونپنا بچا
 اس نے اس نے خود کو سلی دی کہ یہ سوٹ قیمت کے مطابق نا دور تو ہو سکتا ہے، لیکن اس کے پہننے کے
 قابل نہیں ہے۔

پھر جیسے ہی وہ اپنی زندگی میں پہنچی، اس نے اپنا اسٹوڈیو قائم کر لیا یہ عادت کے لئے اس
 کے پاس انتہائی قابل کٹر، بڑا زبردست کام کرنے والے اور ہندی موجود تھے۔ ان میں سے بیشتر
 ٹیپوں میں جینٹل سے تربیت یافتہ تھے۔ ان لوگوں نے ایدہ قہنے کو بے انتہا تعاون دیا، لیکن میں جیٹ کو اپنے
 عظیم مہم کا مدد کرنے کا غنا بطور بنا تا تھا اس لئے وہ اپنے کادریوں کی سرگرمیوں کی نگرانی رکھتی، اور
 ایک ستری کی طرح کام کرتی تھی۔

ان دنوں فلم کار زرق برق اور عالی شان پر شاہک کا حد سے زیادہ استعمال کر رہے تھے۔
 انہیں سفید، سیاہی کی سردی پہننے، حقین اور سیکریٹری، تنگ کی محمود کے کوٹ پہنا کر تے تھے۔
 ایدہ قہنے نے اس پر احتجاج کیا اور یہ ویل پینٹ کی حقیقی زندگی میں سیکریٹری ایسا بڑے کھٹ پیریز
 نہیں فریڈ سکتے۔ لیکن عارضی طور پر اس نے اس وقت کے رجحانوں کا بھی ساتھ دیا اور کپڑوں کے
 لئے لباس کا ایسا ڈیزائن تیار کر دیا جسے اس ایکٹریس نے بلوریں فانوس، بے تہیہ کیا۔

مجموعہ ایدہ قہنے کی غیر حقیقی طبع سازی سے بے حد متفرق ہوتی تھی، وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر اور
 ایشیہ گرافوں پر تجربات شروع کرتے تاکہ وہ پورے تیس پہر کی کسی جہز کا ایسا ہی نظر آسکیں جیسے وہ
 اپنی عام زندگی کے حقیقی ادھار میں ہوتے ہیں۔ فلم سازوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا خیال اس قدر
 ہے۔ حکم۔ یوں کی قسم کا ایک چاؤ۔

سے تعلقات ختم کر دیئے گئے۔ اس پابندی کو ایڈتھ نے ایک عطیہ رحمت سمجھا۔ کیونکہ کپڑوں کے کنٹرول نے فلم سازوں اور ڈیزائنر بنانے والوں کو اب زیریں پر لا کھڑا کیا تھا۔

جن خواتین کو کپڑے کی قلت کے باعث دشواریاں پیش آئی تھیں، ان کے لئے ایڈتھ نے عملی نکات سے بھرپور مضامین تحریر کئے۔ ان مضامین میں اس نے مشورہ دیا کہ ٹیلیزیمن کو جمہوریت تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ جنگ کے زمانے میں خداس کے کپڑوں کی الماری میں صرف چار سوٹ تھے، جنہیں وہ بھانڈ بدل کر ان کے ساتھ کوڑا سادہ سا زیڈ پین کا استعمال کرتی تھی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ایڈتھ نے گورنمنٹ کے مسودہ قانون کے مطابق یو۔سی۔ ایل۔ اے میں بحری اہلیہ بری افواج کے سپاہیوں اور ملاحوں کو فلموں کے لباس کے ڈیزائن سکھانے شروع کر دیئے۔ لیکن یہ کام اندر اندر کے ساتھ اسٹوڈیو کی مصروفیات اسے مدد سے زیادہ بوجھل محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس نے لے کیا کہ اسے اپنے فلم کون کے کام پر ہی توجہ دینی چاہئے۔

ادی ایمریس، کے لئے اولیو یا ڈی بیوی لینڈ کی پوشاک پر کام کرتے ہوئے اسے بہت سی دشواریاں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دشواری اسے یہ تھی کہ فلم کے ابتدائی مراحل میں اولیویا کو بد صورت دکھانا تھا۔ اس مقصد کے لئے ایڈتھ نے مجھے رانگوں کے موٹے کپڑے استعمال کئے اور قیصوں کے گلے سادے ہی بنائے۔

اس فلم کا ماحول چونکہ انیس ویں صدی کے وسطی عہد کا تھا، اس لئے کچھ دوسری مشکلات بھی پیش آئیں۔ فلم ہنری جیمس کے ناول 'ڈائنکٹن اسکوائر' پر مبنی تھا۔ ایڈتھ نے فلم کے مسودہ اور ناول، دونوں کا مطالعہ کیا۔ اس فلم میں بدل کرنے والی اولیویا اور ایڈتھ نے اس عہد کے زیر جاموں کر کے نیچے سے چھاتیوں تک پہنچ جانے والی پیٹیوں، غلافوں، بالوں کے طرز، دامن کش اور اسکرشس کے متعلق تفصیلات جمع کیں، اس سلسلے میں انھوں نے نیویارک کے عجائب خانے کنگس لڈلے۔

پوری تحقیق کے بعد ایڈتھ نے جو ڈیزائن تیار کئے وہ تمام تر بائیکسٹل کے ساتھ تاریخی اعتبار سے بالکل صحیح تھے۔ ان ڈیزائنوں کی وجہ سے فلم بے حد مقبول ہوئی، اور مستند سمجھی گئی۔ لیکن ایڈتھ کو یقین نہیں تھا کہ فلم میں حضرات اور نقاد اس کی تحقیق کو سراہ سکیں گے۔ ۱۹۴۸ء میں موشن پکچر اکاڈمی نے فلمی ستاروں کے علاوہ پہلی بار تین کاروں کو بھی آسکر ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا۔ اس سے قبل

اس نے 'وی ایکسپریس' کے لئے جون ڈونٹن کا جو لباس تیار کیا تھا، اس کی کسی نے قدر نہیں کی تھی، لیکن 'ایئر لیس' پر ایڈتھ کو آسکر ایوارڈ پیش کیا گیا۔ مجھوں نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ اس ایڈتھ کی بنیاد پر ڈول کی خوبصورتی کی بجائے اس اہمیت پر ہے کہ ایڈتھ نے لباس کو کھائی کا ٹیمپلی جڑنا دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ انعام پیش کیا جا رہا ہے۔

آسکر ملنے پر ایڈتھ کو جس مسرت کی توقع تھی وہ اسے حاصل نہیں ہو سکی۔ یہ اعزاز حاصل کرتے ہوئے اس نے صرف یہ سوچا کہ آسکر جو ننگے سونے کا ہے اس نے اس کے پندریہ چاندی کے کپ کی طرح کالا نہیں پڑے گا۔ بھر وہ دوسرا اعزاز حاصل کرنے کے امکانات کی جانب متوجہ ہو گئی، لیکن اس نے اپنی ازدواجی زندگی کو کبھی فراموش نہیں کیا۔

بل ایلڈ ایڈتھ، دونوں کو تیراکی، ٹینس، بری مناظر کی تصویر کشی اور گھر کے اطراف میں آسانی کا کام کرنے کا شوق تھا، ہر سال وہ ساؤتھ ویسٹ ایلڈ میکسیکو کا سفر کرتے تھے۔ اس سفر کے دوران میں وہ امریکی قبائلی کے اصلی زیورات اور آئینے کے زیورات کی تلاش میں وہ دھکیل جاتی تھی۔ دوسرے ملکوں میں ایڈتھ یعنی ٹی کی تکیاں، نقش تصویریں، قدیم طرز کی سلاخی کی مشینیں اور سلاخی کے قدیم طریقے فراہم کیا کرتی تھی۔ گھر پر اسے بسی کھانوں پر تجربات کرنے کا شوق تھا۔ اور اٹلاوی لکرونی اور گھونگھے۔ اسپینی طرز کا سبز لیل کا سوپ اور ٹنڈا کر کے کھایا جلتے والا گڑہ جو تیار کیا کرتی تھی۔

جس دن ایڈتھ میں بال ٹیم کی کھلاڑی اللہ ایک تیز مزاج عورت کی کہانی 'لڈ برب' پر کام کر رہی تھی، اس نے یہ ذمہ دہلی محسوس کی کہ اسے اس کھیل کے قواعد سیکھنے چاہئیں، چنانچہ وہ میں بال کی دلدادہ بن گئی۔ ان نظریوں سے ایڈتھ کو ہالی وڈ میں اپنی شدید ترین ارتقائی جدوجہد میں مدد ملی۔

پوشاک کی ضروریات سے واقف ہونے کے لئے ایڈتھ کو فلم کا سونہ پڑھنے کے بعد فلم ساز، ہدایت کار، آرٹ ڈائریکٹر، ریٹ ڈائریکٹر، کیرئیر من، گلاڈ ایکسپریٹ اور اداکاروں سے مشورہ کرنا پڑتا تھا کیونکہ اس کے بغیر صدا بندی کرنے والا اعتراض کر سکتا تھا کہ "یہ لباس سرسبز ہے" یا آرٹ ڈائریکٹر کسی سرخ رنگ کے لباس کو یہ کہہ کر اٹھوڑ کر سکتا تھا کہ وہ کلر اسکیم سے متصادم ہے۔

[illegible]

کا انتخاب پوشاک کے ذخیوں کی مصروفیت بند کی اور فاک کا مطالعہ شامل رہتا ہے۔ ان مصروفیات کے حیران میں عام طور پر اس کے چاکرؤں کے بیانی فوج بھی آتے رہتے ہیں اور وہ اپنا کام چھوڑ کر ان سے بھی پلٹتے ہیں۔ اس میں سے کوئی اپنے متعلقہ کام سے کہتا ہے کہ "وہ کون سی پوشاک پہنے گی؟" متورے تھوڑے وقفے سے اس کے بیانی فوج پر ایک سرخ لائن چل جاتی ہے، اور وہ تھوڑے پھرتی سے کھڑکی کی جانب دوڑ پڑتی ہے، تاکہ پارکاپہننے ہوئی کسی جھلانی ہوئی ایکٹر میں یا ڈائریکٹر کو پیش آنے والی کسی نگہبانی دستوری سے چاکر ان دونوں کے غصے کو روکنے کے لئے۔

مبصر کبھی میرا اڈے میں ایک وقت میں صرف ایک ہی فلم کا کام ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے موقع پر ایڈتھ فرائز کے کسی جھکی فلم یا ڈائریکٹر کے ہمد کے انگلیتوں سے متعلق کسی فلم یا جزیروہ سادہ سہی میں غلامے جانے والی کسی نمائندگی فلم کی تیدیلوں کے لئے وقت بحال لیتی ہے۔ کام کے دباؤ کے باوجود وہ بیشتر اوقات پرسکون رہتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی وہ اپنے کام سے اس لئے اکتا جاتی ہے کہ اس سے دوستوں کے لئے بہت کم وقت بیکرا آئے۔

غرض قیامت سے اس کے خیر خواہ اس کے دوست ہی گئے ہیں۔ اس لئے بعض اوقات ایڈتھ کام اور تفریح کو یک جا بھی کر لیتی ہے۔ فرائز میں ڈیڑھ بجے اے تھیف "کے لئے پوشاک کے ڈیزائن بنانے کے دوران میں مگر سیکل سے اس کی ملاقاتیں رہیں جیسے اس نے انتہائی جذبات پر غلصہ اور پرجوش شخصیت کا حامل پایا۔ ان دونوں نے ایک ساتھ خریداری کی، ٹینس کوچ اور ٹینس ریل میں ڈرلے دیکھے۔ اس کے بعد ہائی ڈویس بھی ٹریس سیکل ایڈتھ کے پاس آتی رہی اور اس کے ہمراہ تیرنگی اور کینک کے لئے جایا کرتی تھی۔ اب تو وہ ناکو کی شہزادی ہے لیکن ایڈتھ سے اس کی خط و کتابت اب بھی جاری ہے، اور اسے اپنے بچوں کی تصویریں بھیجا کرتی ہے۔

فننگ کے موقع پر جس طرح ایڈتھ فلمی ستاروں کا جائزہ لیتی ہے، اس انداز سے کوئی اور جائزہ نہیں لیتا۔ پردہ کشین پیچرنگ اور جذباتی خیر نظر آنے والی مارلین ڈیویس، جیج سائے چھ بجے آؤٹو پو پہن جاتی ہے، وہ ایک اب کے نہیں آتی، لیکن اس کی شخصیت سے سبر لہر قرائی جھلکتی ہے، اسٹوڈیو پہنچ کر وہ اپنی گاڑی میں سے کتابیں، سوچے اور جوتوں کا ایک فاضل جوتا نکالتی ہے۔ ایڈتھ اور اس کے بھائی کے پہننے کی مصروفیت۔

دیکھا سنا ف کے لئے وہ اکثر کافی کا تھر مس اور سات پہنوں دانی پیسٹری لایا کرتی ہے۔ اس کے کپڑوں کا ایک ایک ٹکڑا، ایک ایک کاج باطل درست ہونا چاہئے، لیکن وہ کبھی تنگ حراجی کا خطا برہ نہیں کرتی اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے آدمی تھکے تو سکتا ہے، لیکن آتا آتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قربت انتہائی ضرور انگیز ہوتی ہے۔

ایڈ تھکے کچھ گاہک ایسے بھی ہیں جو اس کے اسٹوڈیو میں بے انتہا شور مچاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور خود سری کے عالم میں کپڑوں میں نقص نکالتے ہیں، دوسرے کچھ گاہک منکسر مزاج، ایڈ تھکے دل اور اس کی تعظیم کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایڈ تھکے کہا کرتی ہے کہ "کسی گاہک کی عظمت کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے ساتھ کام کرنا آسان ہو۔" مثال کے طور پر وہ ایجنٹ میری مور کا حوالہ دیا کرتی ہے، جس کی رحم دلی اور سوجھ بوجھ مشہور ہے۔

ایڈ تھکے عام طور پر اپنے گاہکوں کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے صوفیا لویس سے اس کی اتنی دوستی ہے کہ دونوں ایک ساتھ جتنا شک کھیلا کرتی ہیں۔ جو شیلکام ڈاک اس کے ساتھ سبزیاں کھایا کرتا ہے اور جب یہ دونوں ایک ساتھ گھر میں کھاتے ہیں تو ایڈ تھکے تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہے، "گاہکوں کے نقصان کے لئے مفید ہیں۔" خرم دار کا کھوں دانی میری مارٹن جب پہلی بار دانی دڈ آئی تھی تو ایڈ تھکے نے اسے قطعاً، کا خطاب دیا تھا۔ اس سے وہ ناراض ہو گئی تھی۔ پھر اس نے انداز سے وہ اپنے بال کوٹنا چاہتی تھی، اس خطاب کے بل بلف کے بعد اس طرز کے بال کوٹیں نہیں کوٹوا سکی، چنانچہ جب کبھی اسے موقع ملتا، وہ ایڈ تھکے سے لڑ پڑتی تھی۔

ایڈ تھکے محسوس کرتی ہے کہ اس نے فنی اداکاروں سے بہت کچھ سیکھا ہے، صوفیا لویس نے اسے اطالوی زبان سکھائی، اور ٹکوریہ اسوان سن نے اسے عالمی امور کی جانب متوجہ کیا۔ علاوہ ان کے وہ اداکار جو معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں انہوں نے بھی اسے کچھ نہ کچھ ضرور سکھایا ہے۔

ایڈ تھکے کو مشہور مصنف شخصیتوں کے لئے کام کرتی ہے، لیکن عام خواتین اور ماں کی پوشاک سے متعلق مسائل میں بھی ہمیشہ دل چسپی لیتی ہے۔ وہ اصول کرتے ہوئے کہا کرتی ہے کہ معمولی آدمی میں اپنا گنڈا چلانے والی خواتین کو بھی بعداً لباس پہننے کی ضرورت نہیں ہے، وہ پیرا ماؤنٹ میں ہونڈیوں کام کرنے والی خواتین، ویٹرینز، ٹیلی فون آپریٹرز وغیرہ کو بے تکلفی سے مشورے دیا کرتی ہے۔

۱۹۴۵ء میں آرٹ کلکٹر نے اپنا طائرہ سر پہنچا۔ پیش کیا اور مایہ ناز سے درخواست کی کہ وہ اسے غریب آنے والی خاتون کو تحفہ کی طرح پیش کرے اور اس پر شاگ کے بارے میں مشورے دے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ پہلی بار ایک پردہ بے جا مجبوری اور اس کا یہ پہلا شرمناک موقع تھا۔ قرعہ ثابت ہوا کہ اس دہشت اور کرب کے باوجود ایک شکوکہ جان کر پریشانی ہوئی کہ خاتون کی شکل و صورت کے متعلق جو اس قضا مجھ میں بندہ نہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان کھڑی ہو کر اچھی شکل و صورت اور دلکش طبع کے متعلق تنقید سننے کی خواہش مند تھیں۔ اس کے چند بار مایہ ناز پر آنے کے بعد خاتون نے اپنے گھر کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس نے ان پر احسان کیا کہ خاتون کے اس انحراف سے اپنے گھر کی بہت بندہ بھی اندوہ بے تکلف ہو گئی۔ وہ خاتون کو مشغول دیتے ہوئے کہتی ہیں بالاس پہننے جو یہاں بہت مذہب ہے یہ کسی عورت کے دریافت کرنے پر اس سے کہتی ہیں: "مٹھا را سو تو قلمی ہے، لیکن یہ شکر کرنے والے ہوتے اللہ یہ نیکو دست پہنند۔"

شکر کرنے والے پر بھی اپنا یہ ڈھانچہ پیش کیا۔ پھر سات برس بعد اسے شری دیش پر بھی دکھایا۔ ایدہ سیاہ چشمہ کا کڑی و شکر کے پردہ گرم میں شامی ہوئی، لیکن اپنے ہنسنے کے باوجود وہ اپنے مایہ ناز کو کھیرے کے ساتھ خود کو لاپرواہ سمجھ کر بھی شری دیش کے تہائی میں نے اپنے خطوط میں یہ دیکھنے کے کپڑوں پر اس کی کارکردگی اور سیاہ چشمے پر کلمہ چھپائی کا چنانچہ ایدہ اس شری دیش ڈرلے سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہو گئی، لیکن اسے آج تمام خواتین کا خیال آیا ہوا تھا کہ ذوق و شوق کے ساتھ اس کے مشوروں کی طالب تھیں، امداد پر عمل کر رہی تھیں، لیکن چاروں نے کلمے چنگ کا چشمہ دکھایا اور اپنے انداز میں کچھ نرمی پیدا کی۔ اس طرح اس کی موثر اور محرک شخصیت نمایاں ہو گئی۔ اس تبدیلی کے بعد جب وہ شری دیش پر پیش ہوئی تو لاکھوں خواتین نے اس کے پردہ گرم کا لطف اٹھایا۔

ایدہ گھر پر آئے لکھنؤ میں، خواتین کے بہت سے رسائل میں شائع ہوتے ہیں۔ اس طرح بھی اس کی آواز دور دوروں تک پہنچ رہی ہے، اپنے مصنفین میں وہ ہمیشہ یہ استدلال پیش کرتی ہے کہ "اپنی طرز کے مطابق لباس پہننا" مثال میں وہ باربرا اسٹین دایک کا حوالہ دیتی ہے کہ وہ صبح، دوپہر یا شام کے لئے اپنے مخصوص طرز سے ملے ہوئے کپڑوں میں انتہائی حسین

کے لئے غیش کے کلمات بھی نشر کرتی رہی۔

ایڈتھ کے میز پر خطوط کا انبار لگا رہتا ہے۔ برسوں سے اس کا یہ دستور ہے کہ ہر خط کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہے۔ لباس کے متعلق مشورہ طلب کرنے والے نو عمروں کو مدد دیتی ہے کہ ”معمرا دھرمے زیادہ پر تفتیش لوگوں کی نقل مت کرو، اپنی پوشاک کو سادہ رکھو۔ ایک موزوں لباس کو کچھ بار استعمال کرو۔ ہر نئی تقریب کے لئے نئے لباس کی ضرورت نہیں ہوتی۔“

جولہ ریاں خاکہ نگاری کی پیشے کے طور پر اختیار کرنے کے بارے میں ایڈتھ سے مفید مشورہ طلب کرتی ہیں، وہ اس سے کہتی ہے کہ پہلے اپنا مصدقہ، موسیقی، تہذیب، ادب کا پس منظر بنانے کی کوشش کرو۔ وہ انھیں آگاہ کرتے ہوئے کہا کرتی ہے کہ، ”یہ ایسا کام ہے جس پر تمہیں ہمت و محنت کرنی پڑے گی تم میں استقلال اور لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔“ ایڈتھ نو عمروں کے لئے اپنے مشورے جاری رکھنے کی خواہش مند ہے اور خواتین کو اپنی یاد دہی کی تقریبات کے لئے لباس کے انتخاب میں مسلسل تعاون دینا چاہتی ہے، لیکن یہ مطالبات اب حد سے زیادہ بڑھ چکے ہیں۔

ایڈتھ اپنے کام کے دوران میں کچھ رنگ کے کپڑے اور دیہاتی یا پنجی ریشمی کے جوتے پہنتی ہے۔ اسے ایک ہی رنگ کے تین مختلف ٹیڈ پینڈ ہیں۔ مثلاً گہرے خاکی سوٹ کے ساتھ کچھ کھٹی اور بھورے رنگ کے لوازمات استعمال کرتی ہے۔ اس کے ساتھ سادگی و پرکاری اور نفاس اس کے لباس کی خصوصیت ہے۔ شام کے وقت وہ کڑھے ہوئے سوتی لباس اور سیاہ سود کا عاشرہ ٹنگی پہنتی چھوٹی سی جلیکٹ پہن کر نکلتی ہے۔ اور اس لباس میں انتہائی حسین نظراتی ہے۔ گھر میں پہننے کے لئے اسے میکسیکن طرز کے اٹھ کے بنے ہوئے، شوخ زندہ اور سرخ رنگ کے کپڑے پسند آتے ہیں۔

۱۹۵۴ء تک ایڈتھ بیڈ کے ساتھ ڈیو میں اس کے ایک پرانے دوست بنگ کر اسی کے ساتھ بے شمار مردا پکے ہیں۔ بنگ کو ٹپ ٹاپ سے نفرت ہے، لیکن وہ بوب ہوپ کو غلاب یا بادشاہ کی طرح بننے سونہ نے میں مزہ آتا ہے، اور وہ اپنی ہی زندگی میں بھی اتنی ہی دلکش دکھائی دیتا ہے، جتنا فلموں میں نظر آتا ہے۔ ڈینی کے، ایڈتھ کے اسٹوڈیو میں داخل ہو کر دکھانا کہاں ہے، کی رٹ لگتا ہوا، میدھا اور کئی جانب دہش ہے۔ ایڈتھ نے آج تک جو دشوار ترین کام انجام دیئے ہیں، ان میں ڈینی کے

گوندہ بکتر پہنانے کے لئے پھسلانے کا کام بھی شامل ہے۔ یہ زہر بکتر دی کٹ جیسٹر کے رول کے لئے چوک دار ایو میٹم سے تیار کیا گیا تھا۔

چارلس لافٹن کی 'نیرو' کے رول کے لئے ترمیم کاری کے کام میں ایڈتھ کوپرٹنر آیا تھا ایڈتھ ادیل بریئر گھنٹوں کیڑے کی نفسیات پر گفتگو کرتے ہیں۔ ایڈتھ اسے عورت کے جسم، دماغ اور جذبات پر زندگیوں کے اثرات کے بارے میں بتایا کرتی ہے، ادیل بریئر اسے بتا رہے کہ مرد زیادہ اونچے اونچے کیڑے پسند نہیں کرتے، کیونکہ ایسے کیڑے ہیں کہ وہ تماشا بن جاتے ہیں۔

ایڈتھ کی تیار کردہ پوشاک میں صرف فلموں تک ہی محدود نہیں ہیں۔ اس نے کوئیلیا ادا، انگلنڈ کے کپڑوں کا ڈیزائن بنانے کے لئے نیو یورک (کنیکٹیکٹ) کا بھی سفر کیا تھا۔ کوئیلیا کو یہ لباس پہن کر 'دیکلپٹر آف ہنری کینی،' نامی فلم میں پارٹ کرتا تھا۔ ڈورسٹی کرستین نے جب ایڈتھ کا تیار کردہ لباس پہن کر سیاحی میں ڈوسکا، نغمہ گایا تو 'دی اومیر انڈ' نے اس کے لباس کی خصوصیت کے ساتھ تعریف کی۔ خوبصورت ڈورسٹی کے دل سے 'بھورے بالوں والی سیاہ فام عورت' کے ذہن کے لئے ایک خوبصورت لباس تیار کرتے ہوئے ایڈتھ نے ہیرے طے شای یا قوتی حمل استعمال کی تھی۔ اس پوشاک کے ادھر اسی کیڑے کی بغیر آستین کی قابو تھی۔ ایڈتھ نے کونسل کے افتتاحی تقریبات کے سوٹ، ٹیل ڈیزائن پر پیش ہونے والوں کی پوشاک اند آسکر کی تقریب میں انعام پیش کرنے والوں کے لئے بھی خاص قسم کی پوشاک کے ڈیزائن بنائے، وہ شعوری طور پر ایسے فیشن بھاڑ نہیں کرتی جو درجہ پاجائیں تاہم انہیں کی بنائی ہوئی کوئی چیز بے شمار خواتین کو پسند آتی ہے تو اسے خوش ہو سکتی ہے۔ ایڈتھ کوئیلیا کو کسی ایسے درد انگار طرز کی نقالی کرتے ہوئے دیکھ کر نفرت کرتی ہے، جو کسی ایکڑیں کے رول کو نمایاں کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے، لیکن ان نقالی لڑکیوں کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔

ایڈتھ اب ان فلمی ستاروں کی طرح سے ہی مشہور ہو چکی ہے جس کے لئے وہ پوشاک کے ڈیزائن بناتی ہے۔ لیگ بار جب ایڈتھ ادیل بریئر میں چھٹیاں گزارنے جا رہے تھے، ایک ہوائی اڈے پر اسے فوڈ گرافوں اور اخباری نمائندوں نے تین گھنٹے تک گھیرے رکھا۔ ایک نوجوان نائٹ کار لڑکی اس سے ایک بلاؤڈ کا ڈیزائن لینا چاہتی تھی، اس نے کہا: "ایسا ڈیزائن بنا دیجئے جو تمام خواتین کے لئے مناسب ہو۔ بعد ازاں ہالینڈ میں تین سو چار خواتین نے اپنے ایکٹر جھان کے در بدر ایڈتھ سے

رابطہ قائم کیا، اور لباس کے متعلق اس سے مشورے لئے۔

ارمک کی خواتین کے بعض سوالات کا جواب دینے کے لئے ایڈتھ نے ایک کتاب "ڈریس فائٹرز" تحریر کی، جو ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا ایک باب اس موضوع پر ہے کہ "کپڑے آپ کے لئے کیا کہہ سکتے ہیں" اور ایک باب میں "آپ کپڑوں کے لئے کیا کر سکتی ہیں" کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ان کے ایک دوسرے باب میں اس پر بحث ہے کہ مختلف تقریبات پر کیسا لباس پہننا چاہئے سائیکھ کی یہ تصنیف ایک باصلاحیت اور حساس وحدت کی سوانح عمری بھی ہے، جو ایک مستحکم اور ذہنی زندگی کے ساتھ ایک شان دار مستقبل کی مالک ہے۔ ایڈتھ کا کہنا کرتی ہے کہ اپنی زندگی کے بدلے میں اس کا پسندیدہ بدل ہے، دل انہیں کی پیروی،

یوں تو زندگی کے کسی شعبے میں کامیابی حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ لیکن فنون لطیفہ میں کمال حاصل کرنا نہایت دشوار ہے۔ آخر ایڈتھ ہیڈ اس بنیادی حکم کیونکر پہنچی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ رنگ، کپڑے اور طریق عمل کے معاملے میں اس کی ذوق منی اس کے کام آئی، لیکن یہ سب کچھ تو کم از کم جزوی طور پر اس کی شدید تربیت کا ثمر ہے۔ اس کی مستعدی، طرز عمل کی عمدگی، چیزوں کو بہتر طریقے سے ترتیب دینے کا سلیقہ، وہ خصوصیات ہیں جنہوں نے ایڈتھ ہیڈ کو ایک کامیاب ترین منتظم کے علاوہ ایک فن کار، تاریخ داں اور سوخ بنایا ہے۔ شکل و صورت کے اعتبار سے معمولی، لیکن مؤثر شخصیت کی حامل ایڈتھ بے انتہا طاقت کی حامل ہے، وہ اپنی کسی ایک کامیابی سے کبھی مطمئن نہیں ہوتی۔ بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ مزید کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے ارتقا کی راہوں پر گامزن رہتی ہے۔

ایڈتھ کا کہنا کرتی ہے کہ بہترین کپڑے محض اتفاق سے نہیں بن جاتے، بلکہ ان لوگوں سے مکمل ترین آگاہی کا نتیجہ ہوتے ہیں جن کے لئے لباس تیار کیا جاتا ہے۔ ایک ترمین کار کے وہپ میں وہ سیاست دانوں کی طرح انسانی فطرت کی سمجھ بوجھ رکھتی ہے۔ اور پرانے فنی اداکاروں کی طرح سے پوری آنادی کے ساتھ اس سمجھ بوجھ کو نئے پیرول کے لئے بھی بروئے کار لاتی ہے۔

ایک بار ایک تنگ مزاج اکیڈمیس آف می کی رفتار سے ایڈتھ کے اسٹوڈنٹس داخل ہوئی۔ ایڈتھ نے اس سے کہا، "تمہارا انداز اور مذاق بگڑتا جا رہا ہے" اس سے پہلے کہ وکٹر میں

پٹ کر واپس دیتی، ایڈتھ نے شفقت کے ساتھ اس کا رخ ایک کرسی کی جانب موڑ دیا، پھر اس
 لیکٹر میں اند اس کے فلم سائیکس کے لیے اختلاف کی مدد دے۔ بعد وہ فلم ساز
 سے ملے گئے اور سمجھا سمجھا کر اسے رضامند کر لیا جس سے لیکٹر میں اند فلم ساز کے درمیان اتحاد ہو گیا۔
 اس لیکٹر میں نے ایڈتھ سے کہا تھا، "بڑی ویس تم سے عشق کرتی ہوں۔"

ایڈتھ کا اسٹوڈیو ایک ایسا گوشہ عافیت میں گیا ہے، جہاں ٹکا ہوا بے تکلفی کے ساتھ
 کافی پینے کے لئے آجاتے ہیں، یا ایک ویس ایسی گھنگو کے لئے سچ جاتی ہیں جو عورتوں کے
 درمیان ہی ہو سکتی ہے۔ ایک بار ایڈیویا۔ ڈی۔ میو لینڈ نے کہا تھا، "ایڈتھ کے پاس
 ذہانت بھی ہے اور جہالت بھی، لیکن اس کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ مانتی ہے کہ
 فیئر نیو کوک فتمہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

فلم کی غلطیاں سز دینے سے تعلق رکھنے کے باوجود ایڈتھ نے حقائق سے اپنا تعلق برقرار رکھا
 ہے، اور سادگی اور خوش مذاقی کے احساس کو بھی چھوٹے ہوئے ہے۔ اس میں اب بھی کبھی کبھی اس
 لڑکی کی جھلک نظر آ جاتی ہے، جس نے کانوں کے کیمپ میں پردہ نش پائی تھی۔ حال ہی میں ایک
 کرسمس کے موقع پر میوزک کے ذریعہ ایک ریگستانی خطے کا سفر شروع کرنے سے پہلے اس نے دفتر
 کی آرائش کا سامان خریدا، اور گریڈو کے ایک چھوٹے سے درخت کو سجانے کے لئے راہیں لگ گئی۔
 فلمی دنیا میں ہر روز فلم ساز، ڈائریکٹر، اند اداکار، اچھے خاصے آدنی کبھی انتہائی
 دشمنانہ محسوس میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایڈتھ ہیڈ کے مزاج میں ایسا تانہ اند ذہنی اطمینان
 موجود ہے، جو اسے ان سب پریشانیوں سے دور رکھتا ہے۔ شاید وہ سب امور کی طرح اس کی
 شہرت کا باعث وہ عشق ہے جو اسے اپنے کام سے ہے۔ اپنے اس عشق کو وہ دنیا کا سب
 سے زیادہ بچان لیکر کام بتاتی ہے۔

(۸)

مارتھا پیری

پوسم ٹروٹ کی انواری خاتون

مارتھا پیری کے قائم کردہ اسکول روم کے قریب جارجیا میں واقع ہیں۔ ان اسکولوں کا رقبہ دنیا بھر کے اسکولوں میں سب سے زیادہ وسیع ہے۔ ان کی ابتداء الگری کے ایک چھوٹے سے کیمپ میں ہوئی تھی۔ اس کیمپ کا کل اثاثہ ایک ٹھکانہ ۱۰ ایک گھجی ادہ رنڈوڈ کا بنا ہوا ایک مسعودیوں تھا۔ ان اسکولوں کے بانی کا ۱۹۴۲ء میں انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن یہ اسکول آج بھی ان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں جو تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مارتھا پیری نے آسام و آسائش کی زندگی ترک کر کے ہزاروں پہاڑی بچوں کو غربت، جہالت اور تنہائی کے فدا سے نجات دلائی تھی۔

مارتھا پیری ۱۸۶۶ء میں ادک ہل میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ بستی سرخ ٹھک کے علاقے جارجیا میں دیہاتوں اور سٹانالہ سے بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پیری کی پیدائش سے ایک برس قبل ہی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں ادک ہل کے غلاموں کے مکانات غرق ہونے کے کوٹھے اور فصلیں نباہ ہو گئی تھیں۔ لیکن سفید ستونوں والا وہ عظیم الشان مکان۔ جس کے ایک جانب شاہیلو طے پر شکوہ نہخت اور کتادہ میں تھے، یکسر تباہ ہونے سے بچ گیا تھا۔ خانہ جنگی ختم ہونے کے بعد کیمپ کا مس پیری رفتہ رفتہ اس عمارت اور اپنی بحالت کو دوبارہ درست حالت میں لے آئے تھے۔ مارتھا اس کے دو بھائی اور پانچ بہنیں جمیہ پیری شاہ ایک قسم کی خوشبو دار لکڑی۔ شاہ ایک ساز کا نام ہے۔

اور نقشِ ذکار سے آراستہ لکڑی کی چھوٹی جھونکی گھبیل کی سوارائی میں نشو و نما پاری تھیں۔
 ہر تھاکی چھوٹے قنادیہ سپاہ آنکھوں والی ماں بی بائی، محض رقص اور گھر بیوہ دھوئوں کے موقع
 پر ایک حسین میزبان نظر آتی تھی۔ مار تھا کے گھر ان تقریبات میں نوجوان اور بڑی عمر کے لوگ یکساں
 ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

یہاں تو ماس بیری کے تمام بچے پر جوشِ تخیل کے حامی تھے۔ لیکن مار تھا جو سب سے
 بڑے بچے سے چھوٹی تھی، طفلانہ شرائط میں اکثر سب سے باری لے جاتی تھی۔ ایک بار روٹی
 کا ایک بہت بڑا میوہ پاری ادا کیا ہوا تھا۔ ان بچوں نے اس کے بستر میں ایک بکری کو بٹھا دیا
 تھا۔ ایسے موقعوں پر بیری کے بچوں کو ان کی محبوب نیگرو باد چہ اغالہ مار تھا فری میں تینبیہ
 کرتے ہوئے کہتی تھی "اے بیری، اسانہ کرو"

مار تھا شکل و صورت سے چھری سے بدن کی چھوٹی سی لڑکی تھی اکثر اوقات وہ
 اپنے بھائیوں کے ساتھ پھلی اور پھس کا شکار کھیلنے بھی جایا کرتی تھی۔ ایسے ارادوں اور اپنی مرضی
 پر پختگی سے قائم رہنے والی مار تھا نے دروازے پر واقع اسکول میں جلنے سے انکار کر دیا تھا۔
 چنانچہ کہیں بیری کو اس کیلئے کیے نیچے، جس پر ان کا مکان تھا، لکڑی کے کین کا ایک اسکول بنوانا
 پڑا۔ ماس ایڈا میک کلر بچوں کو پڑھانے کے لئے آتی تھی، اپنی اسی استانی سے مار تھا نے شاعری
 اور پھر کا ذوق حاصل کیا تھا۔

کیپٹن بیری نے مار تھا کھادنی، نامی ایک تیز رفتار گھوڑی بھی لادی تھی اس گھوڑی کے
 آنے کے بعد گھوڑا سوارائی اس کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا۔ مار تھا کا دروازہ قد اور شفاف آنکھوں
 والا باب اسے اکثر اپنے ہمراہ پہاڑوں میں لے جاتا تھا۔ اس سفر میں جب وہ ٹیلے رنگ کی
 ٹوٹی چھوٹی جھونپڑیوں کے سائے سے گزرتے تو مار تھا سوچنے لگتی تھی کہ ان شکستہ جھونپڑیوں
 کے تنگ و تاریک کمروں میں رہنے میں کیا مزا آتا ہوگا۔ کچھ جھونپڑیوں میں تو اتنے بڑے بڑے
 شگاف تھے جن میں سے اس کا کتا چھلانگ لگا کر گزر سکتا تھا۔ کیپٹن بیری کو ان فائدہ زدہ لوگوں
 کی ضروریات کا احساس تھا، چنانچہ وہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ان گھونوں سے اظہارِ ہمدردی

سے ایک قسم کا جانور جو پانی میں یا درختوں پر رہتا ہے

کرنے یا کوئی تحفہ دینے کے لئے شہر جلتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ جب مار تھا اپنے گھر لوٹی تو اس کے بالوں کا کوئی رہن، اکوٹ کم ہو گیا، کیونکہ کمکت چیزیں وہ کسی بچے کو دے آتی تھی۔

جب مار تھا نولہ برس کی ہوئی تو والدین نے اسے بالٹی ٹور میں باوام لی فیبرڈ کے فنشنگ اسکول میں داخل ہو جانے کی ترغیب دی، مار تھا خوبصورت چہرے اور نیکھے نقوش کی مالک تھی، ایک اس کی پر تصنع ہم، بات لڑکیاں، پیڈلنگے بھوئے بھوئے سمجھنے والوں میں سکا کرا اسکول آتی تھیں ان کے درمیان مار تھا اپنے لباس کو بد وضع محسوس کرنے لگی تھی۔ چنانچہ اس ماحول میں خود کو ناموزوں پا کر اس آفات سے چٹسکا رہا اپنے لئے اس نے اپنے والدین کو کھاکا کہ وہ گھر واپس آنا چاہتی ہے۔

جواب میں مار تھا کے باپ نے اسے تار سے نطیل کیا کہ، "اگر تم پڑھائی مکمل کر لو تو تمہیں فردا واپس بلایا جائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔" مار بھیجنے کے بعد ویری نے مار تھا کو ایک تفصیلی خط بھی لکھ دیا کہ جس میں اس بات پر زور دیا تھا کہ کوئی کام حیب ایک بار شروع کیا جائے تو اس کو پائیہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ علاوہ ان کی کیپٹن ویری نے باوام لی فیبرڈ سے بھی طو پر درخواست کی کہ وہ مار تھا کو اپنے ہمراہ خریداری کرنے لے جائیں، اس کے بعد مار تھا نے بہت سی سہیلیاں بنائیں۔ بعد ازاں مار تھا نے اپنی بہن جینی کو کھانا، ".... لیکن مجھ میں شہری زندگی کی خصوصیت موجود نہیں ہیں۔"

مار تھا کا تعلیمی سال ختم ہونے سے پہلے ہی کیپٹن ویری پر فالج کا حملہ ہو گیا۔ چنانچہ مار تھا فردا گھر واپس پہنچ گئی۔ پھر باپ کے جزدی طور پر صحت یاب ہو جانے کے بعد بھی وہ اس کا دل بہلانے اور صحت افزا مقامات پر باپ کے ہمراہ جانے نیز تجارتی معاملات میں باپ سے تعاون کرنے کے لئے وہیں مقیم رہی۔

باپ کی خدمت کے علاوہ وہ انتہائی شوق کے ساتھ اس لطیفوں اور قہقہوں میں بھی شریک رہتی تھی جن سے تمام گھر گونج اٹھتا تھا۔ لڑکوں نے اس کی خوش اخلاقی اور ماضی جو اپنی کو بے حد پسند کرتا تھا جو لڑکے مار تھا سے دوستی کرنے کے خواہش مند تھے۔ ان میں اس کا ایک پسندیدہ لڑکا درجینین بھی شامل تھا۔ درجینین عمر میں مار تھا سے پانچ سال بڑا تھا۔ مار تھا کو ہر وقت اپنے باپ کی فکر لاحق رہتی تھی، جو ہر وقت بہنوں والی کرسی پر بیٹھا رہتا تھا۔ درجینین کی

قرت سے اسے جو سرت حاصل ہوتی تھی اس پر بھی اسی اضطراب کی گھٹا چھائی رہتی تھی۔ ایک رات مارتھا اپنے باپ کے ساتھ یعنی آتش دان میں اٹھنے والی لپٹوں کو تک رہی تھی۔ باپ نے اس سے کہا، ”تم ہمیشہ ایک فرماں بردار بیٹی رہی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد شریک پار کی جنگلاتی زمین تم کو دے دیں۔“

اس پیش کش سے مارتھا کو کچھ سرت ہوئی، لیکن باپ کی ممانعت سے رنجیدہ ہو کر اس نے کہا، ”ادہ، ڈیٹی — تم ابھی تیس برس تک زندہ رہو گے۔“

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد کمپنیشن پیری کا انتقال ہو گیا۔ باپ کی وفات کے بعد مارتھا نے چھوٹے بھائی بہنوں کی بہت سی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اس کی قوی رسکلی اندھا ضرور دماغ ناں جا بیا د اور کی دیکھ بھال کا کام کرنے لگی۔

گرمیوں میں مارتھا کو اس کی ایک سہیلی نے اپنے خاندان کے تفریحی پہاڑی مکان میں کچھ مفتے گزارنے کے لئے مدعو کیا۔ پہاڑ پر یہ ندوں سیلیاں دن دن مہر گھوڑ سواری کرتی تھیں۔ اس آدابہ گردی کے دوران میں مارتھا دبلے پتلے پریشان حال مرد اور کندھے جھکا کر چلنے والے اندھائی عمر سے پہلے بوڑھے نظراتے والے پہاڑی مرد و عورتوں کو دیکھ کر انتہائی رنجیدہ ہو جاتی تھی۔ خستہ جھونپڑیوں کے دروازوں میں ان پہاڑی باشندوں کے نند و بچے، اکتوں، سونڈن اور مردوں کے ساتھ کھڑے ہوئے، خوف زدہ پیروں سے جھانکتے رہتے تھے۔

شروع شروع میں پہاڑی لوگوں نے انھیں قہر آلود تھاہوں سے دیکھا، لیکن مارتھا اور ایما ان سے دوستانہ انداز سے پیش آتی رہیں۔ چنانچہ پہاڑی لوگ ان سے گھل مل گئے اور کبھی کبھی انھیں کھوکھلی تو بیوں میں ٹھنڈا پانی یا ایسا کھانا بھی پیش کرنا جس میں عام طور پر جھربنی اور مویٹ اور کئی کی روٹی شامل ہوتی تھی۔ یہ لوگ اس کھانے کو چوسے پر پکا یا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر وہ ان لڑکیوں کی شریعت وغیرہ سے تواضع کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بیشتر گھروں میں بستر کے طور پر صرف ایک غلیظ سی چٹائی ہوتی تھی جسے ننگی زمین پر بچھا دیتے تھے۔ ہر ایک گھر میں قدیم طرز کی ایک بندھن لٹا ہوا رہتی تھی۔

بعد میں ایمانے ایک پہاڑی لڑکے سے شادی کر لی۔ مارتھا جب اس سے ملنے لگی تو اس نے

دیکھا کہ لپٹا کی وضع قطع یا کل بدل گئی ہے۔ گھر لٹو کام کاج مثلاً کنوئیں سے پانی بھرنا اور چھت پر پوال ڈالنے کے کاموں نے ایسا کہ پہاڑی باشندوں سیسایا بنا دیا تھا۔ اپنی سہیل کو اس عالم میں دیکھا کہ اس تھا کہ اپنی زندگی بے مقصد محسوس ہوئی۔ اس نے سوچا کہ جب اس کے پڑوس میں رہنے والے پہاڑی باشندے اس قدر مفلسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو وہ عیش و آرام اور سماجی مصروفیات کے بے مقصد جاکڑوں میں کیونکر گھری رہ سکتی ہے۔ ۹

اکثر و بیشتر مار تھا ان حقائق پر غور کرنے کے لئے لکڑی کے اس قیام جھونپڑے میں خلوت نشین ہو جاتی تھی جو پہلے اس کی بازی کاہ تھا۔ وہاں بیٹھ کر وہ مطالعہ کرتی تھی یا اپنے خیالات میں مستغرق ہو جاتی تھی۔ یا پھر وہ قدیم دزد کا بنا ہوا میلڈیون اٹھالیتی اور اس پر کوئی راگ بجانے لگتی تھی۔ ۱۹۰۰ء کی اپریل میں ایک گرم دوپہر کو مار تھا اس جھونپڑے میں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھی اچانک اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کتاب سے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ تین خلیط چہروں والے لڑکے کھڑکی میں سے جھانک رہے تھے۔

مار تھانے ان سے اند آنے کے لئے اصرار کیا تو انھوں نے یہ جاس ہرن کی طرف پھوٹا ہی بھری لیکن اس کے متنازعہ اصرار کرنے پر وہ ننگے پیر اور پیوند لگے چٹنے پہنے ہوئے اند داخل ہو گئے۔ مار تھا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لڑکے کبھی انفرادی اسکول میں بھی نہیں گئے تو اس نے ان سے پوچھا ”تم بائبل کی کچھ کہانیاں سننا چاہتے ہو؟“

”کیا وہ کہانیاں اس کتاب میں ہیں؟“ ایک لڑکے نے حیرت سے پوچھا۔
 مار تھا اسے ڈینیل اور ڈیوڈ کے زمرہ پہنچ جانے کی کہانی سنا کر یہ لڑکے حیرت زدہ رہ گئے۔ جھٹ پٹا ہو جانے پر مار تھانے خالہ ماتھ کے پاس سے اڑسے ہوئے ادک کے کیا کہ ان لڑکوں کو پیش کئے اور انھیں رخصت کر دیا۔

دوسری اتوار کو یہ لڑکے اپنی بہنوں کو بھی ساتھ لے آئے۔ لڑکیاں لڑکیوں سے زیادہ ہیبت زدہ تھیں۔ ہم ان سب کی آنکھوں سے گہرائی اور ذہانت جھلک رہی تھی۔ مار تھانے ان بچوں کو منہ ہاتھ دھوئے پرا اور کیا اور پھر انھیں بائبل کی کہانیاں سنائیں۔
 کچھ دن بعد بچوں کے ماں باپ بھی آنے لگے۔ مار تھانے میلڈیون کے سامنے بیٹھ کر

انہیں مناجات سکھائی اور کہانیاں سنائیں۔ بعد ازاں اس کی تعلیم کا یہ سلسلہ اتنا مقبول ہو گیا کہ کہیں اندر صحن پہاڑی طالب علموں سے کچھ اچھ بھرنے لگے (وہ اس نے اپنے اس اسکول کو پوئم رڈ کے ایک قدیم سمار شدہ کلیسا میں منتقل کر دیا پھر مار تھانے صوبہ کے تختوں سے بنے ہوئے دیران جھونپڑوں میں رہنے والے خاندانوں کو اس اسکول میں شرکت کے لئے آمادہ کرنے کی غرض سے پہاڑی علاقے کے چکر لگانے اور گھر گھر جا کر لوگوں کو ذاتی طور سے اسکول میں آنے کی دعوت دی۔ جیسے ہی وہ کسی جھونپڑے کے پاس پہنچتی جے جلا آتھے ”پوئم رڈ کی اتھاروی خاتون آہی ہے۔“

مار تھانے کے محبوبہ جین کو اس کا اتھاروی اسکول بدقت صرف کرنا پسند نہیں تھا، چنانچہ اس نے مار تھانے سے صاف کہہ دیا، ”مجھے تو قہ ہے کہ تم شادی کی یہ پہاڑی لوگوں کے لئے اپنے بن صوبہ کو ختم کر دو گی“ مار تھانے ان لوگوں کی دمانگی کی وضاحت کرنے کی کوشش کی، اول کہا کہ جب وہ خود اپنی مرضی کی مصروفیات جاری رکھتا ہے تو کیا اسے اپنا کام جاری رکھنے کا حق نہیں ہے؟ دونوں کے درمیان تندہ ترش گفتگو ہوئی۔ دو عینین چاہتا تھا کہ مار تھانے خود کو اس کے لئے وقف کر دے یا پھر قلع تعلق کر لے۔

دو عینین سے اسے قطع تعلق کرنا پڑا۔ اور جدائی کے اس صدمے سے خود کو تازہ رکھنے کے لئے مار تھانے تسم کی تقریب کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ یہ تقریب وہ ان بچوں اور بڑوں کے لئے کرنا چاہتی تھی، جنہوں نے کبھی سنا یا کر تسمی شجر نہیں دیکھا تھا۔ اس پارٹی میں مار تھانے نے جتنے لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ اس سے زیادہ تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ تقریب کے دسائیس سائیس کاڑکی ڈالھی کو ایک موم بتی سے آگ لگ گئی۔ مار تھانے کے صا دین نے اس کو بارش کے پانی سے بھرے ہوئے ایک ٹب میں ڈبو کر بجھا دیا۔ اور مار تھانے جلدی سے اسکول کی ادھری منزل سے دوسرے تحفہ وغیرہ دکھانے کے لئے آئی۔ غرض یہ کہ تمام شرکاء نے انجائی خوش گوار وقت گزارا۔ اس تقریب پر مار تھانے اپنی وہ رقم بھی خرچ کر دی جو اس نے اپنی پسند کے ایک خوبصورت لباس کے لئے بچا کر رکھی تھی، اور اس تقریب کی وجہ سے ہی وہ اٹھائیس مہینیاں گزارنے کے لئے نہیں جا سکی۔ پارٹی کے خاتمے پر جب اس کے ہمان رخصت ہو رہے تھے۔ اس وقت مار تھانے

اپنے لباس اور اٹلانٹیکا خیال آ رہا تھا۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ زندگی میں اس سے زیادہ طمانیت جس کمرسمس اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کمرسمس کے بعد اترتھلنے اپنی بہن فرانسس کے تعاون سے کچھ امداد اور ای اسکول قائم کئے اسے اسکول میں آنے والے بدسلوکہ اور فہلک بچوں کی جہالت کا بار بار خیال آتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے زبانیت جھلکتی تھی۔ لیکن ان میں سے بہت کم ایسے تھے جنہیں اسکول جانے کا موقع ملا تھا اور پھر جنہیں اسکول میں جانا نصیب بھی ہوا ان کے اسکولوں کی عمارتیں شکستہ تھیں، استاد پوری طرح تربیت یافتہ نہیں تھے لہ جو مضامین انہیں پڑھانے گئے تھے وہ ناقابل عمل تھے۔

اتر تھلنے اپنے والد کی عطا کردہ زمین پر معمولی سا ایک کمرے والا اسکول بنانے کے لئے اتھارٹی اسکول کے بچوں میں سے مزدوروں کی ایک جماعت بنائی اور ان کی سرمایہ کی لئے ایک بڑی لازم رکھ لیا۔ اس نے طے کیا کہ اسکول میں آنے والے بچوں کو دی مضامین پڑھانے کی جو عمدہ طریقے سے ان کے کام آسکیں۔ اگرچہ کلاس کو پڑھانے کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن اس میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو ایک معلم کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس میں برداشت کا مادہ، بردباری اور اپنے طالب علموں سے حقیقی لگاؤ کی صفات موجود تھیں۔

لیکن اپنی ان خصوصیات کے باوجود اتر تھلنے کو شروع میں جان توڑ کوشش کرنی پڑی۔ بیشتر بچے ایسے تھے جو نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ دھاندلہ دکر جمع کر سکتے تھے۔ لڑکیاں بے حشر تھیں بڑی عمر کے لڑکوں کو جم کر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ چنانچہ وہ اپنی آتما ہٹ کا اظہار کرنے کے لئے قہقہے لگاتے۔ ہنسی مذاق کرتے اور تباہ کو چبانے لگتے تھے۔ اتر تھلنے عادتاً انتہائی خوش خلق تھی۔ لیکن لڑکوں کی اس روش سے اسے تجربہ ہوا کہ طالب علموں کو قابل پسند معیار کے مطابق رکھنے کے لئے ان کے ساتھ سختی برتنی چاہئے۔

بعد ازاں اتر تھلنے مقامی اسکول بود ڈکے تعاون اور مزید معلموں کی مدد سے تین اسکول اہم قائم کر دیئے۔ اپنے کاموں میں تعاون کے لئے اس نے مس ایلمز بیوٹرک سٹر کی خدمات حاصل کیں۔ ایلمز بیوٹرک سٹر لیڈ اسٹین فوڈ کی سند یافتہ تھی اور ان کے پڑھانے میں تقریباً اتر تھلنے کی طرح ہی دلچسپی رکھتی تھی۔

لیکن یہ دونوں محنتیں انتہائی کامیابیوں کے باوجود اپنی توقع کے مطابق کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ اکثر و بیشتر بچے ماستوں کے خواب ہو جاتے یا ناکافی کپڑوں کی وجہ سے اپنے گھر پر کام مثلاً سوز وغیرہ ذریعہ کرنے کے لئے اسکول سے غیر حاضر رہتے تھے۔ ان دونوں وجوہات کے اسکول نامیں چھ ماہ کی جھینڈن کا رولنگ تھا۔ چنانچہ جب اس وقت کے اسکولوں میں بھی چھ ماہ کی جھینڈن ہوئیں تو ابانے جو کچھ سیکھا تھا اس کا بیشتر حصہ بھلا بیٹھے۔

پھر مار تھانے ایک ایسے بورڈنگ اسکول کا خواب دیکھنا شروع کر دیا، جہاں لڑکوں کو ان کی تعلیم مکمل ہونے تک مناسب ماحول میں رکھا جاسکے اور انہیں یہ تعلیم دی جاسکے کہ پہاڑوں کی بنجریں پر بہترین فصلیں کیسے اگائی جاسکتی ہیں جب اس نے اس منصوبے کے متعلق اپنے گھرانوں کو بتایا تو انہوں نے سخت اختلاف کیا مسٹریری نے احتجاج کرتے ہوئے کہا تھا: "اس طرح تو تم اپنے آپ کو ختم کر ڈالو گی۔"

"تمہاری شادی کا کیا ہوگا؟" اس کی لڑک بھرنے دریافت کیا۔

"پاپن، چھ لڑکوں میں سے کوئی تم ہی منتخب کرے گا" مار تھانے جواب دیا۔

پھر مار تھانے اپنے موٹے تارے مشر تانوی، جی مورینڈ رائٹ کے پاس پہنچی۔ تاکہ اپنی جائداد اسکول کے نام کرانے کے لئے دستاویزات کر سکے۔ لیکن مورینڈ نے بھی اس کی مخالفت کی۔ مار تھانے انتہائی جوش و خروش اور خوش آئند تو قلمات کے ساتھ اس سے کہا: "میری زمین سے اب جیسی فصل اگتی ہے۔ میں اس سے بہتر فصل اگانی کی۔"

مار تھانے اس دن اسکول کے لئے ایک تعلیمی سال کی فیس چھپس ڈالر مقرر کی جس میں کھانا بھی شامل تھا۔ پھر وہ چودہ سال اور اس سے بڑی عمر کے بچوں کو بھرتی کرنے کے لئے نکل پڑی۔ جو والدین اپنے بچوں کو اسکول میں بھیجنے کے لئے ماضی نہ ہوتے، مار تھانے ان سے کہتی تھی کہ: "اگر تھانے لوکا میں نہیں دے سکتا تو میں اس کی گفتگو کے لئے اسے کوئی کام دے دوں گی۔"

۱۴ جنوری ۱۹۰۲ء کو مار تھانے لڑکوں کا صنعتی اسکول بھی کھول دیا جو بعد میں میری اسکول کے نام سے مشہور ہوا۔ مار تھانے کانٹن نے اسے اعتراضات سے تنگ کر رکھا تھا، چنانچہ وہ اپنی ہم کار ایلیز بیٹھ بریو کے ساتھ لڑکوں کے سکونت گاہ میں منتقل ہو گئی۔ اس ہال کو میری کے

گھر سے لائی ہوئی اور مدستوں کی پیش کردہ متفرق چیزوں سے آمارہ کیا گیا تھا۔ ایک دوست نے اس مال کے لئے ایک عود ہی پیا نو پیش کیا تھا۔

پچھلے سال مار تھانے اور چوں کی نگرانی کا کام سنبھالا اور عام طور پر کئی اور جمعی کے دیوں جیسی فدا میں یہ کام نہیں کھاتے وقت وہ دسترخوان کے آداب کی نگرانی کرتی تھی اور غلط انگریزی بولنے والوں کی اصلاح بھی کرتی جاتی تھی۔

رفتہ رفتہ مار تھانے اپنی کوششوں سے شائستگی کا ایک منہ بٹھ بنا دیا۔ سچ لکھا جلائے دونوں کے کام کی ابتدا۔ صبح ساڑھے چار بجے اور خیر دل کو چارہ دینے والوں کے کام کی شروعات پانچ بجے ہوجاتی تھی۔ چھ بجے سب لڑکے اٹھ جاتے اور بستر لپیٹ کر کمرہ صاف کرنے کے بعد سناڑھ چھ بجے ٹائٹ پر حاضر ہوجاتے تھے۔ کلاسیں سات بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ہوتی تھیں۔ اس دوران میں کلیسا میں حاضری اور دنپہر کا کھانا بھی ہوجاتا تھا۔ پھر اس کے بعد مزید کلاسیں اور متفرق کام ہوتے تھے۔

جو لڑکے فیس دینے کے قابل تھے انہیں بھی روزانہ دو گھنٹے باندھی خانے کا کام، صفائی، دھلائی، سنبھالی، کھڑکی کی کٹائی اور کاسے کا دودھ دوہنے کا کام کن پڑا تھا۔ اور تھانوں سے کہا کرتی تھی کہ جائزہ شقت سے کہتا نہیں چاہئے۔ شام کے وقت لڑکے آتش دان کے گرد جمع ہوجاتے، جہاں مار تھانے اور ایلمینتھ ان کو سبق یاد کرتا اور بایبل کی آیتوں کے معنی سمجھاتی تھیں۔

مار تھانے ہر طالب علم کی نجی مسرت اور غم میں شریک رہتی تھی اس لئے وہ اس کی بے مدد عزت کرتے تھے۔ اس کی خوش مزاجی، نرمی اور کھیلوں کی سربراہی نیز داستان گوئی کی محفلوں کے لئے ایک پیشہ بہا سرمایہ ثابت ہوئی۔ ہر اداکار اور تھانوں کے کوٹوں کے مٹن اور جوتوں کے پائس کا جائزہ لیتی تھی، اس کے بعد وہ سیل کا سفر پیدل طے کر کے دوپہر کے کلیسا میں عبادت کے لئے جایا کرتے تھے۔

بہار کے موسم میں لڑکے باغبانی اور کھیتی کرتے تھے اور پھلوں کے درختوں کو لگاتے تھے۔ ہسکول میں داخلہ لینے کے لئے لڑکے زیادہ سے زیادہ پڑھتے تھے۔ بہت سے لڑکے اپنا تمام مال و متاع کاغذ کے تھیلوں میں بھر کر اپنے گھر والوں سے یہ کہہ کر چل پڑتے تھے کہ "تعلیم حاصل کرنے جا رہے ہیں" کوئی پانے ساتھ اپنی طرح کزنہ اور دیگر مٹنات پت سہ لے کر آتا تھا اور کوئی بیلوں کا بھڑا لے چلا آتا تھا۔

کریاں، کتابیں اور ڈیسک کھینچ کھینچ کر لاد رہے تھے۔ اس طرح لڑکوں نے میری اسکول کا جو سٹوڈنٹ
بہت اثر بچایا اتحادہ دھونس سے باہر بے کار ہو گیا۔

دوسرے دن کلاس میں اس ہال میں آگیاں جو باہر ہی خلعے اندھ کھانے کا کمرہ تھا۔ پرانی پلنگ
کی دیباہ تعمیر کئے لڑکوں نے مقررہ وقت کے علاوہ بھی تعمیری کام میں وقت گھٹایا، لیکن اس محاسنت
میں کلاس میں شرمنا کرنے کے لئے اسے بروقت تیار نہیں کر سکے۔ اس واقعہ کے کئی دن بعد ایک مفسد سماں
پر بادل گھبراتے اور غیب موسلا دھار بارش ہوئی اور سر چھپانے کی جگہ ایک لاندی اور شدید
ضربت بن گئی۔ سارا تھا، روم میں اچانک غیب کی تحریک کے لئے کام کرنے والے ایک اکیلے بستی کی
خوشامد کے اس سے ایک بڑا، لیکن گھسا پٹا شایمانہ ہنگ لائی اس شامیلنے کی ہر دماغ سے پانی
نہکتا تھا۔ اسی شامیلنے میں سینئر اسکالرز کو نہ دیتے جانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جب اسکول کا
ایک سینئر طالب علم، گلدن کون الوداعی تقریب کے لئے کھڑا ہوا تو اسے ایک ہاتھ میں چھتری سنبھالنی
پڑی، کیونکہ شایمانہ سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس تقریب میں آئے، ہمے مرد اور عورتیں اپنے
منہ میں غیبہ پانپ جانے خاموش بیٹھے تھے۔ اور تھا کو ان کے جہر دل پر مسرت کی کوئی جھلک
نظر نہیں آتی، بلکہ ان سے عجب وار خود پسندی جھلک رہی تھی۔ اس تقریب میں اٹلانٹک ٹی کا مارنی
لوہر روفہ کو تقریب کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ انہوں نے اس تقریب کے فائدے پر اپنی تقریر میں کہا
تھا "میں جن اسکولوں کو جانتا ہوں ان میں یہ عظیم ترین اسکول ہے"

۱۹۰۶ء میں مجلس قانون ساز کے ممبروں اور ماہرین تعلیم میری اسکول کی جانب متوجہ
ہوئے اور کسی حد تک اس کے طریق کار کی تقلید بھی کرنے لگے۔ ایک بار مارٹین نیوارک سے واپس
آتے ہوئے چٹا لوگوں میں ٹھہر گئی تھی۔ یہاں اسے مار کے فیصلے اطلاع ملی کہ ملک بھر میں تعلیمی کارناموں
کے لئے مشہور، رابٹ سی اوگڈن اور دیگر ممتاز شخصیتوں کی ایک جماعت اسکول کا معائنہ کرنے
کے لئے آئی ہوئی ہے۔

اور تھانے ٹیکسی نی اور اسٹیشن کی جانب پکی۔ اس نے اسٹیشن کے ایجنٹ سے کہا "مجھے معلوم ہے
آج روم کے لئے کوئی اندگاری نہیں جاتی، لیکن میرا دل پہنچا ضروری ہے۔"
اسٹیشن ایجنٹ نے اس سے کہا "بھئی پڑی پر ایک پرانا ناخن کھڑا ہے، لیکن اس میں آپ

سفر گرناب نہیں کریں گی۔

بحث نے ابھن ڈیوڈ اند فائبرین کا جو معاوضہ بتایا، اس پر اس تھا کے اوسان خطا ہوئے، لیکن اس نے ابھن کو لکھ دیا کہ یہ کیا ہوا اس کی پر سفر خرچہ کر دیا۔ راستے میں وہ ورس کی کالونیاں اور راکھ سے اس کے بل، چہرہ اند کپڑے سیاہ ہو گئے تھے، لیکن اسکول میں آنے والوں نے اسکول دیکھ کر جس جوش و خروش اور مسرت کا اظہار کیا اس کے مقابلے میں سفر خرچہ اند سفر کی پریشانی اسے غیر منطقی اند بے ربط معلوم ہوئی۔

جیہ صد امریکی عیسوی دینڈ ویٹ نے اس تھا کے اسکول سے اپنی لمبی سی کا اظہار کیا تو اس تھا ان سے ملنے کے لئے واشنگٹن روانہ ہو گئی۔ ایک ملاقات کے دوران میں انھوں نے اس تھا سے اپنے پر جوش تاثرات کا اظہار کیا، اند دوسرے دن وہ ہاٹ ہاؤس کے ایک ڈنر میں اسے ان لوگوں سے متعارف کرایا جو اس کے مقاصد میں معاون ہو سکتے تھے۔ اس تھا کو رخصت کرتے ہوئے صدر دینڈ ویٹ نے فرمایا کہ، "صدار کے منصب سے الگ ہونے کے بعد میں تمھارا اسکول دیکھنے آؤں گا" واشنگٹن سے اس تھا نیویارک کے لئے روانہ ہو گئی۔ وہاں اس نے فولڈ کے ایک بڑے بیوپاری اینڈریو کاریگی سے ملاقات کی کہیلا حاصل کو ششیں کس۔ بالآخر اسے اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی۔ اینڈریو کاریگی نے اس تھا سے وعدہ کیا کہ اگر وہ پچیس ہزار ڈالر کی رقم اپنے طور پر جمع کرنے میں کامیاب ہو جائے گی تو اتنی ہی رقم وہ بھی بطور عطیہ پیش کرے گا۔ اس پیش کش سے اسے خوشی تو ہوئی، لیکن اتنا رقم جمع کرنے کے خیال سے اس پر دہشت غالب آ گئی۔

یہ کام تو ناقابل تحسین نظر آتا تھا، لیکن اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ان سوداگروں کی تلاش میں ہفت پونش سڑکوں پر میلوں پیدل گھسنتی رہی، جو ۱۹۰۶ء کی مالی دہشت کے باعث اپنا سرمایہ بچا کہ کھدے تھے۔ اس جم کے دن ان میں اس پر ٹھنڈ کا اثر ہو گیا اور سستا کھانا کھانے کے باعث اس کا وزن گھٹ گیا۔ اس سال کرسمس کے موقع پر وہ نیویارک کے ایک کمرے میں انتہائی نسخہ دہم کے عالم میں بستر علالت پر پڑی رہی۔

اس نے کرسمس کے دوسرے دن اپنی سرگزشتی اور کمزوری کے باوجود غلامی کے ایک بڑے مجمع کی خطاب کیا۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ، "اگر اسکول بن نہ میرا تو تعلیم حاصل کرنے کے لئے

تڑپنے والے لڑکوں کو علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔" جیسے ہی اس نے تقریر ختم کی اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے خود کو ایک انجان کمرے میں پایا اور ہر شفقت چمرے والی ایک خاتون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: "آپ کو کاریگی کے عطیے کے مطابق جو رقم وعدہ کار ہے اس کی باقی کئی تم پونہ کی گنو ہے۔"

اارتھ نے نفی میں ہوتی آواز سے پوچھا: "تمام کی تمام رقم؟"

"ہاں۔" اس خاتون نے جواب دیا۔

مارتھا جب اسکول واپس پہنچی تو اس نے لڑکوں کو تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ یہ خاتون کی اس گراں قدر پیشکش پر میں دوبارہ تقریباً بے ہوش ہو گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے مارتھا اپنے اسکول میں لڑکیوں کو بھی شامل کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ لڑکیوں کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے کہ لڑکوں کا انتظام کس طرح کیا جائے، کہا: "کیسے بچا جائے" اور کیا بچایا جائے۔ بہت سی باتیں اسے محسوس اور ان کی روٹی کی جو فرما استعمال کرتے تھے اس سے انھیں یہ ایمان محسوس ہوتا تھا کہ لڑکیوں کی تعلیم کی اور ایک قسم کی ایس بی اے کی تعلیم جس میں جسم پلانٹ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ تھی کہ پوری اسکول سے نئے میاں کے مطابق تعلیم حاصل کر لینے والے فرحان اچھے لڑکے تھے ان سے فقہاء و شاعروں کی تعلیم لے کر چاہتے تھے۔ نیز لڑکیوں نے مارتھا سے سیکھا تھا کہ انھیں اپنی بہنوں کو تعلیم دلانی چاہیے اور ان کے اپنے اسکول سے کچھ فاصلے پر لڑکیوں کے لئے بھی اسکول قائم ہونا چاہیے۔

لڑکیوں کا اسکول کھولنے سے قبل مارتھا نے ابراہیم نرسنگ کو اپنے یہاں بلایا۔ ابراہیم اسکول میں داخل ہونے والی لڑکیوں کی مدد کے لئے شعبہ نساں کے صدر کی حیثیت سے کام کرنا تھا۔ پھر وہ دونوں لڑکیوں کو بھرتی کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوئیں۔ پہاڑوں کی باندی پر انھیں سولہ سال کی ایک فیصورت اور ذہین لڑکی جس کا نام ڈورائے تھا۔ یہ لڑکی ہر عمر کے بچوں کی نگہداشت کا کام کرتی تھی اور اس کا باپ چوری چھپے ناجائز شربت کیشہ کرنے کا کام کرتا تھا۔

ڈورائے مارتھا اور ابراہیم نرسنگ کو بتایا کہ: "میرے والدین شربت نوشی نہیں کرتے، لیکن

چوری چھپے کشیدگی ہوئی شراب سے ہمیں فائدہ کئے لئے نہ تھا وہ دم لیتی ہے۔
 فقہ کی ماں نے اس کی بات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا، "جب دوسرے لوگ شراب پاتے ہیں
 مصروف ہوتے ہیں، میں بہ آواز بلند باتیں پڑھتی رہتی ہوں یہ
 ارشاد مسیحی سرس ڈیڈلے کی پیری اسکول میں داخل کرنے کے لئے رضا مندر کے وہاں
 سے لٹا نہ ہوئیں۔

بہت سی پہاڑی لڑکیوں میں جو روزانہ کھانا پکھنے، بن چلانے، اند بچوں کی رکھوائی کا کام
 کرتی تھیں، ارٹھا کوئی کار، مکتہ یا ماہ نما بننے کی تمام تر صلاحیتیں نظر آئیں۔
 ۱۹۰۹ میں یوم اشکر کے موقع پر ارٹھا پیری کے گمراہ سکول کا افتتاح ہوا اس اسکول
 کے لئے لڑکوں کے اسکول کے مطابق ہی ضابطہ کار بنایا گیا تھا، لیکن کھیتی باڑی، دودھ دہنے
 اور فرنیچر بنانے کے کاموں کی جگہ کھانا پکانے کا کام، صفائی، سنبھالی اور مین کے ڈیوٹی میں
 اور گوشت محفوظ کرنے کا کام شامل کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں خود مارتا کی نظری شرافت اور شاہینگی
 لڑکیوں کے لئے ایک مشغلہ راہ تھی۔ ارٹھا لڑکیوں کو چائے کی دعوت دیتی رہتی تھی تاکہ لڑکیاں
 معاشرہ زندگی کی نفاستوں سے ناواقف ہو سکیں۔ پھر جب اسکول میں عملی مشقوں کے لئے کمرے
 اور جھان خانے بن گئے تو لڑکیوں نے میز باؤں کے ذرائع بھی انجام دینے سیکھ لئے۔
 تفریح کے لئے لڑکیاں حوامی کھیلوں، تیراکی، کشتی رانی اور پک ننگ میں شریک ہوتی تھیں۔
 لیکن ایسے موقعوں پر ارٹھا کو انتہائی محتاط بننا پڑتا تھا کیونکہ لڑکیوں کے والدین نے ہدایت کر رکھی
 تھی کہ، "لڑکیاں نہ لڑکوں کے ساتھ رقص میں شریک ہوں، نہ ایک دوسرے سے ملیں اور نہ آپس میں
 ایک دوسرے سے تعلقات برقرار رکھیں۔"

ارٹھا حسن کی پرستار تھی، اس نے اپنے طالب علمین میں بھی یہی مذہب ابھارنے کے لئے ہر امکانی
 کام کیا۔ لڑکیوں کو دستکاری سکھانے کے لئے ایک آرائشی طائر رکھا اور لڑکیوں کو لڑکوں کے بنائے
 ہوئے گرگھون پر کھیل، شال، پنگ کی چاندیں اور قمیصیں بننا سکھانے کے لئے ان پہاڑی عورتوں
 کو غلام رکھا جن کی بنائی ہوئی چیزیں اسے بے حد پسند تھیں۔ لڑکیاں اسکول میں بیٹے والی انگوٹھ لڑکیوں
 لے ادا لے شکم کا دن جو امریکہ میں ڈمبر کی آخری جمعرات کو منایا جاتا ہے۔

کے گلے سے ماحصل کردہ ادن کو دھونے، صاف کرنے، رنگنے اور کاٹنے کا بھی کام کرتی تھیں۔ استادوں کا ایک بڑا اسٹاف رکھنا ایک مستقل مسئلہ تھا۔ اسکول میں آنے والے اساتذہ کو خلوص دل کے ساتھ یہاں کے نامساعد حالات سے مطابقت پیدا کرنی ضروری تھی۔ جس طرح مار تھانے اسکول میں آنے والے غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی طرف دھنسی ہوئی آنکھوں والے بچوں میں بندی و برتی کے امکانات تلاش کئے تھے، اسی طرح اسٹاف کے لوگوں کو بھی اسی میں بندی و برتی کے امکانات تلاش کرنے کے لئے اس کی تقلید کرنی ضروری تھی۔

ایک دن مار تھانے کو تصدیق دے دینے کے لئے مطلع کیا کہ وہ ۸ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو اسکول دیکھنے آ رہے ہیں مار تھانے اس موقع پر مسلم جیسے ہوئے جانفروں کے گوشت کی دعوت اللہ کھیلوں کے مقابلہ کا اہتمام کیا لادو ویٹ کی آمد کے دن بارش کے سبب میدانوں میں پانی بھر گیا تھا، لیکن اس کے باوجود اسکول کے بینڈ نے ایک استقبالی دھن بجائی اور روز ویٹ نے اپنے پتکوں کے پانچوں کو ادا پڑھاتے ہوئے زندہ دلی کے ساتھ کہا، "بڑی زبردست بارش ہے۔"

پھر روز ویٹ نے بیٹوں کی گاڑی میں سوار ہو کر کھیت، شفا لواند سیدوں کے باغ، لادو ویٹ ڈپوں میں گوشت، پھلی اور بھل وغیرہ محفوظ کرنے کا کارخانہ، انعامی ڈیری کی بکریوں کا گلہ، غلہ بھرنے کے کھتے، بکری اور گڑی کے کام کے کارخانے کا معائنہ کیا جو کچھ انھوں نے دیکھا، اس کی بے حد تعریف کی۔ عبادت خانہ میں اپنی تقریر کے دوران میں روز ویٹ نے اس بات پر زور دیا کہ آئندہ چھوٹے سے ترقی کا جریدہ جو زیادہ اہم ہے دوسری صبح طالب علموں نے یہ نیا فرہ شروع کر دیا، "سیکھنے والے نہیں، ترقی پانے والے بنو۔"

اپنی خدمات سے مار تھانے بہترین مثال قائم کر دی۔ یہاں تک کہ جب اس کی ماں کی آنکھیں بند ہونے لگیں، اس وقت بھی وہ گھر پر اپنا زیادہ وقت گزارنے کی مجبوری محسوس کرنے کے باوجود دن میں دس گیارہ گھنٹے اسکول کے خطے میں ہی گزارتی رہی۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں اس کا ذہن گھٹنے لگا اور اس کو چکر آنے لگے۔ اس وجہ سے ڈاکٹروں نے اسے مکمل طور پر آرام کرنے کی تاکید کر دی۔

مار تھانے کی ایک بہن تھو تھی، جس نے اٹلانٹا کے رہنے والے مشرے۔ بلو کمپل سے شادی کر لی تھی اس بہن نے مار تھانے سے اصرار کیا کہ وہ ان کی بہن جینی کے پاس چلی جائے جو عدم اور ٹینیسی

شہزادی رجبولی کے نام سے مشہور تھی۔ لورائے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ "اسکول کے اخراجات کی نگرانی میں کمزوروں کی۔"

بلکہ خیرا دھتھانے لوراک بات مان لی اور اپنی بہن کے پاس چلی گئی۔ وہاں جا کر اس نے مطالعہ کیا۔ نئے نئے مقامات کی سیر کی۔ اور اجنبی لوگوں سے شکاری کتوں کی نسل کشی سے لے کر بری اسکول تک، ہر موضوع پر گفتگو کی، مہنی کے پاس ٹھہرنے کے بعد وہ کارلس میڈم میں ایک صحت افزا مقام پر چلی گئی لیکن اس کے وہاں پہنچنے کے بعد پہلی جنگ عظیم کی ابتدا سے پہلے کے تشدد کے واقعات شروع ہو گئے اس وجہ سے اس کا قیام بہت مختصر رہا۔

پھر اپنے کام پر واپس آ جانے سے مارٹھا کو بے حد غوشی ہوئی۔ اسے خاص طور پر اپنی بڑی عمر کے لڑکوں کے لئے مواقع فراہم کرنے کی فکر تھی۔ یہ لڑکے فی الواقع جسمانی اعتبار سے تندرست تھے، لیکن ان میں بنیادی شعور کی کمی تھی۔ چنانچہ ۳ جنوری ۱۹۱۶ء کو اس نے اپنے بورڈ کی مخالفت کے باوجود، کوہ لیونڈو کی ترائی کے جنگل میں بری مائنس اسکول قائم کر دیا۔ یہ جگہ ہل اسکول سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ اس نے اسکول کو وہ اپنی اسکول کے طور پر استعمال کر سکتی تھی اس مائنس اسکول کے پاس اپنے موشی، بھیر میں اور پھلوں کے باغ تھے، اور یہاں ندامتہ تعلیم کا ایک الگ شعبہ موجود تھا۔ نیلے رنگ کی چیت پتکوں میں پہنے ہوئے اسکول کے اساتذہ لڑکوں کے شانہ بشانہ کام کرتے تھے۔ علاوہ انہیں جنگلات کی تجدید، عمارتی کارڈی کے درخت اکاٹا ہل کے لئے پانی کھینچنے کا بہت بڑا سرمایہ تھا اور دو جھیلوں کی تعمیر کے خاص منصوبے بھی اس اسکول کے پروگرام میں شامل تھے۔

اپریل ۱۹۱۷ء میں امریکہ پہلی جنگ عظیم میں شامل ہو گیا۔ مارٹھا نے جب خاکی دردیوں اور نیلے رنگ کی چھری فوج کی فدیوں میں بلوس لڑکوں کو فوجی ٹرینوں میں سوار ہوتے ہوئے ہاتھ دیا، لوراک اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلی ہو گئیں۔ حکومت نے مارٹھا کو خفیہ معاملات کے ایک مشن پر یو۔ پی بھیجے کی پیش کش کی اور ریڈ کراس نے بھی اس کی خدمات طلب کیں۔ لیکن مارٹھا سے صدر ایسن نے پہلی کی کہ وہ کلاسیں جاری رکھے۔ چنانچہ وہ اس اپیل پر بھی کامیاب رہی۔

بری اسکول کے لڑکوں نے محاذ پر نمایاں کارنامے انجام دیے۔ ایک افسر نے آگ اور دھواں کے اس طوفان میں ان کو صلیب اللہ ہمگیری سے متاثر ہو کر اسکول کو ایک گراں قدر چمک بظور عطیہ پیش کیا۔

جنگ ختم ہو جانے پر محاذ سے واپس آنے والے لڑکوں نے جنگ میں قربانی دینے والوں کی یاد میں ایک نکتی لیک اور ایک یادگاری ٹرک تعمیر کی اور اس کے دونوں جانب درخت اور پھولوں کے پودے لگائے۔

اب بیرس اسکول میں پہلے سے بھی زیادہ طالب علم داخلہ لینے لگے تھے کسی خاندان سے جب ایک طالب علم آجاتا تو اکثر بڑے بھائی یا بڑی بہن کی تقلید میں چھوٹے بچے بھی وہاں داخلہ لینے آجاتے تھے مس بیرس اسکول کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے سینکڑوں میلوں کا سفر کرتی تھی۔ لوگ اکثر اس سے پوچھ بیٹھتے، ”اگر طالب علم کام کرتے ہیں تو پھر اسکول خود کفیل کیوں نہیں ہے؟“

مارتھا وضاحت کرتے ہوئے کہتی کہ ہر طالب علم اسکول کو جو کچھ کما کر دیتا ہے اس پر اس سے کہیں زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر مارتھا ان کے عقائد کی پیروی منظم کر لیتی تو بہت سے کلیسا اس کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو سکتے تھے۔ اگرچہ مارتھا خود اسقفی ملکیت کی پیروی تھی۔ لیکن وہ اسکول کو میں لہذا یہی نقطہ نظر کا عمل رکھنا چاہتی تھی۔

وہ ہمیشہ قیمت تحائف کا شکریہ ادا کرتی تھی، لیکن پہاڑی باشندوں سے ان کے سخت جانفشانیاں سے کہنے ہوئے کہ ان کے والدین پرچاس سینٹ کے ٹوٹ بٹور عطیہ وصول کر کے نہ بے حد خوش ہوتی تھی ایک بلدیہک پہاڑی عورت نے اسے لکھا ”جو رقم میں نے سر دیوں کے کوٹ کے لئے بچا کر رکھی تھی وہ اسکول کے لئے بھیج کر ہی ہوں۔“

مارتھا کو توسیع اور سرمایہ کی فراہمی کے کام میں بیرس اسکول کے فارغ التحصیل گورنر کیون کا تھا وہ حاصل تھا۔ گورنر انہوائی زمین اور مستقل مزاج کمیشن تھا۔ آئی ڈی وڈن نامی ایک ناؤک اور شرنج پھرے عالی سولہ سالہ لڑکی اپنا محبوب بچپن کا رشتہ دار سے بیرس اسکول میں داخلہ لینے آئی تھی۔ مارتھا نے اس لڑکی کو تربیت دے کر اپنا پرائیویٹ سکریٹری بنالیا تھا۔

لوگ فول کے فول اسکول دیکھنے آتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے اسکول کی صفت اور طالب علموں کے اخلاق و صحت مندری یا مارتھا کے سرور کو قہقہوں اور اس کے ناممکن کو ممکن میں بدلنے کے فلسفے سے متاثر ہو کر گراں قدر تعلیمات پیش کئے تھے۔ ان میں ایک اسٹیم لائڈی، ایک عبادت خانہ اور اسکول کے نام وقف کی ہوئی کچھ جائیدادیں شامل تھیں۔

۱۹۲۳ء میں ہنری فردا امدان کی اہلیہ کیولنے پیری اسکولوں کا معائنہ کیا۔ مارتھانے محسوس کیا کہ اس روز ملت مند شخص کے شاہینی طرز کے چہرے پر اطمینان و مسرت کی کوئی لہر نہیں ہے۔ ہنری فردا کو تسلیی امدادوں کی جانب سے بدگمان تھے، لیکن مارتھانے طالب علموں کی زندگی میں جس قسم کی خوش تدبیری اور کفایت شکاری کو مدح دیا تھا، اسے ہنری فردا نے پسند کیا۔

مجھ سے بھرے ہوئے ڈانگ ہال میں دو پرکا کھا مکھانے کے بن۔ ہنری فردا امدان کی اہلیہ باورچی خانے میں گئے، مسٹر فردا تصنع سے حامی اور قدردان خاتون تھیں۔ انھوں نے لڑکیوں کی قابلیت اور انصاف کی بے حد تعریف کی، پھر اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر کہا، ”ہنری! ان لڑکیوں نے نفیس کھانے اس پہلے سے جو لھے پر پکائے ہیں۔“

مسٹر فردا نے اپنی اہلیہ کو توجہ دلاتے ہوئے کہا، ”شاید تم انھیں ایک بہتر چلھا دینا چاہو۔“
آخر میں انھوں نے جو عملیات دیئے وہ جو لھے سے کہیں زیادہ تھے۔ پھر کئی برس تک مسٹر ہنری فردا امدان کی اہلیہ پیری اسکولوں کے سالانہ معائنہ پر آتی رہیں اور انھوں نے پتیس لاکھ ڈالر سے زائد خرچ کر کے لڑکیوں کے اسکول کے لئے ایک ڈانگ ہال، ایک باورچی خانہ، سونے کے بڑے کمرے، ٹائیک اور محفل شہر خانی کے لئے ایک ہال، تفریحات کے لئے ایک عمارت اور ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا۔ خاکستر کھانگ کے رنگ خارا کی بنی ہوئی کاتھک طرز کی یہ عمارتیں، اسی طرز تعمیر کے مطابق سیاہ چوکٹوں والے بھرو کوں اور پتیلے پتیلے میناروں کے ساتھ تعمیر کی گئی تھیں۔ عمارتوں کے وسط میں ایک چوکوشی صحن تھا، جس کے عین بیچ میں ایک ٹالاب بنا ہوا تھا۔ ایک روز مسٹر فردا نے اس چوکوشی صحن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا، ”میں نے اس اسکول کے لئے کس قدر کم عطیہ دیا ہے۔ اس کی مکمل تعمیر کے لئے اگر دنیا کا تمام سرمایہ دے دیا جائے تب بھی ناکافی ہے۔“

ہنری فردا نے لڑکیوں کے لئے نو کھڑا اور اسیٹھ بنائے کا کارخانہ بھی تعمیر کرایا اور اس کے تمام لوازمات بھی خرید کر پیش کئے۔ ایک دورے کے موقع پہنچہ امدان کی اہلیہ ایک آرکسٹرا بھی اپنے ساتھ لائے اور طالب علموں کو ایک ہفتہ تک رقص کی تربیت دلائی۔

جب ملل کا انتقال ہوا تو مارتھانے اسکول کی جانب سے کچھ مٹ گئی۔ غم و اندھ کے اس عرصہ میں خالہ مارتھانے اس کی غم گساری کی۔ جو امدان مس پیری کو قومی انعامات کے ایک اٹھسے ہوئے میلاب نے

گھیر لیا۔ ریورسٹون نے اسے ہزار عطا کئے، اپرن تعلیم، گورنر اور حکومت کے منتظمین اس سے مشورے طلب کرنے لگے۔ ان تمام امور میں مارتھا کا بے حد وقت صرف ہونے لگا۔ چنانچہ اس قسم کے ملاقات سے عہدہ برتا ہونے میں خالہ مارتھا کی کمتہ رسی اس کے بے حد کام آئی۔

مارتھا کو روز ویلٹ میموریل ایسوسی ایشن کی جانب سے تمغہ پیش کرتے ہوئے صدر کو کچے کہا،
 "آپ کی وجہ سے ہزاروں بچے جہالت کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔" پھر ۱۹۲۶ء میں ماہنامہ پکٹوریل ریویو نے اس سال امریکی عوام کے لئے نمایاں ترین خدمات انجام دینے والی امریکی خاتون کی حیثیت سے مارتھا کو پانچ ہزار ڈالر کا انعام پیش کیا۔ لیکن غامض میں رہنے والے ان بچوں کے لئے جو مارتھا کے ان کے گھر پہنچنے کے وقت بے تکلفی سے اس کی گود میں چڑھ جاتے تھے، مارتھا اب بھی پوئم روتھ کی انوار غنی خاتون ہی تھی۔ اسکول میں نہ صرف جا بجا سے، بلکہ الاباما، ٹینیسی اور کیرولینا تک سے طالب علم آرہے تھے ایک لڑکا اذکلا ہوا سے پیدل چل کر یہاں کیا تھا۔

اسکول میں خانے کے منتظر طالب علموں کی ایک طویل فہرست کے باوجود، مارتھا نے اب بھی پہلوئ میں جا کر ہر ہفتہ نو فرینڈز کی تلاش کے لئے ایک طالب علم کو اپنا ڈرائیور بنا رکھا تھا۔ بعض اوقات کسی ہوشیار لڑکی کو بل چلاتے ہوئے دیکھ کر مارتھا اس کے سر پرستوں سے مدد حاصل کرتی کہ اس لڑکی کو اس کے ہمراہیری اسکول بھیج دیا جائے۔

کئی ماں بدلتے ہوئے اپنی لڑکی کو رخصت کرتے ہوئے مارتھا سے اس کی دلالت کرتے ہوئے کہتی تھیں "آپ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں گی۔" مارتھا اس عہد کا ہاتھ اپنے ہاتھوں سے نسل دیتے ہوئے کہتی، "میرے لڑکے کے آگے طالب علموں کی بہت بڑی آبادی ہے۔"

مارتھا کو پہاڑوں کے مندرے کے دوران میں اپنے اسکول کے سابق طالب علموں سے ملاقات کر کے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ دھیرجوان، جنھوں نے اسکول میں زراعت کے بہترین طریقہ سیکھے تھے، مارتھا کو بڑے فخر کے ساتھ اپنی اہلباتی ہونی تفصیل دکھایا کرتے تھے۔ مارتھا کی صفائی اندرون پسندی کی نصیحت یاد رکھنے والی بیرری اسکول، کٹڈھی ہوئی لڑکیاں اپنے صاف ستھرے گھروں میں اس کا غیر مقدم کرتی تھیں لکچر ان لڑکوں کے گھروں میں آرائشی چیزیں گھر کی بنی ہوئی ہوتی تھیں اور منظر پر پانچ انڈی میچے ہوئے ہوتے تھے۔ لیکھ کر دل کو بڑی فن کاری سے سجایا ہوا ہوتا تھا۔

معاہدہ جس قدر مصروف زندگی گزار رہی تھی اس سے حالہ مار تھا کہ تشویش رہتی تھی۔ نہ ہمیشہ
 مار تھا تو یہ سمجھ کر رہتی تھی کہ وہ اپنے فرائض کو کچھ آہل دے۔ پھر طالب علموں نے مار تھا کے لئے
 یونیورسٹی کی چوٹی پر ایک گوشہ رعایت تعمیر کر دیا تو اسے آرام کرنے کے لئے ایک پرسکون جگہ میسر آگئی۔
 طالب علموں نے جب یہ مکان مار تھا کو پیش کیا تو اس نے کھڑے ہو کر کئی ایکٹریس میں پھیلے ہوئے
 اسکولوں کے درختوں اور اس کے ماحول، درختوں اور چاندی کی طرح جگمگاتی ہوئی پھیلیں پر نظر ڈالی
 اور کہا: ”یہ وہ جگہ ہے جہاں سے میری دعا کو ہمیشہ طہانیت حاصل ہوتی رہے گی۔“ مار تھا نے اپنے خوابوں
 کے عمل میں آرام کیا، مطالعہ سے غفلت ہوئی، بنانی کی، دوستوں اور طالب علموں کے ساتھ خوش گیموں
 میں وقت گزاریا۔

پیری اسکول سے امتحان پاس کرنے کے بعد کالجوں میں جانے والے طلبہ نے بتایا کہ انھیں کالج کے
 نئے ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں، اور معاشرتی زندگی میں شرکت کرنے کے لئے
 ان کو پاس سرایہ نہیں ہے۔ یہ اطلاع ملنے پر مار تھا نے غلط تعلیم کا ایک جوئیر کالج بھی قائم کر دیا۔ بعد ازاں
 چار سالہ کورس کا ایک باقاعدہ کالج قائم کیا۔ کالج کے مضامین میں جنگلات کا انتظام، پیراشوٹنگ، تجارتی
 عمل کا کام، خود کار مشینوں سے کام لینے کا ہنر اور نوعات شامل تھے۔ اس کے ساتھ ہی سکریٹری معلم
 دواں ساڑھے معاون، پانڈی یا موسیقار بننے کے خواہش مند طلبہ کے لئے بھی کورس تھے۔

کچھ طلبہ نے عملی تعلیم کی مقتضیات اور سخت گہرانہ مضامین سے سرتابی کی، لیکن مار تھا نے انھیں
 بتایا کہ ان کے ہاتھوں کی محنت کے ثمر سے وہ مقامات فیض یاب ہوں گے جہاں وہ چل کر پڑے ہوئے ہیں۔
 کالج کے اندر گہرے عجائبات رکھ کر شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی، لیکن مار تھا چاہتی تھی کہ پیری اسکول
 کے طالب علم لڑکے بیس کی طالبات میں سے اپنے لئے بیوی منتخب کریں۔ ان شرائط ایسا ہوا کہ کالج سے
 ڈگری حاصل کرنے کے دوسرے ہی دن کسی جگہ سے شادی کر لی، اور بعد میں رسومات ادا کرنے کے
 لئے کلیسیا میں گئے۔

بہت سی لڑکیاں جو معمولی قسم کے سوئے پٹروں میں اسکول آتی تھیں کلیسیا کی نشستوں کے درمیان
 راستے سے، مار تھا کے پیش کردہ جہانِ راز و رمزی جوڑے میں ہلکے سے لپٹی ہوئی خرابیاں خرابیاں داپس لگیں،
 ایسے موقع پر مار تھا کہا کرتی تھی ”میں تم دونوں کی زندگی کے اس حسین آغاز پر جتنی بہترین خواہشات پیش

کرتی جون :-

لڑتھکے بال بچاندی کے سرج کی مانند نظر آتے تھے ، امدودہ خوبصورت گونہیں کرشادی کے بعد کی استقبالیہ تقریب کی صداوت کرنے آتی تھی ۔ ان تقریبات میں اس نے دیکھا کہ ہر دوہیں اپنا اپنے دو لھا کا لہر شاہی کے ایک کا فوراً تشریفاتی ہے ، تاکہ برسوں تک اس لئے کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھ سکے ۔

ہر تھانے پیری اسکول کے گریم لٹوں اور اساتذہ سے اپنا تعلق برقرار رکھنے کی پوری پوری کوشش کی ۔ وہ سمجھتی تھی کہ ہر پیشے میں اپنی زندگی کے لئے بہترین مواقع فراہم کرنے میں طلباء کو دشواہی ہوتی ہے ۔ اور تھانے کچھ دھ اندازہ اسکول کا ماحول بھی کیا سادہ اسکولوں میں اس نے دیکھا کہ طلباء کو پیری اسکول کے نظریات کے مطابق ڈھالا جاتا ہے ۔ اس طرز عمل کو اس نے اپنی خدمات کا مفید حصہ سمجھا ۔ برسوں تک وہ اسکول کا یہ حال رہا کہ بھی لڑتھکے پاس آتا سرایہ بھی نہیں ہوتا تھا ، جس سے وہ ہلکی

کے ایک ماہ کے اخراجات کی طرف سے مطمئن ہو چکے تھے ۔ عمائدی گڑی کی فروخت ، ندی پر بازار ، ڈیرٹی کی مصنوعات اور صنعت کاری کی چیزوں کی فروخت سے تقریباً ایک لاکھ ڈالر کی سالانہ آمدنی ہو جاتی تھی ۔ اور اوقاف سے بھی اتنی ہی رقم مل جاتی تھی ۔ لیکن اجتماعات پورے کرنے کے لئے اس سے کہیں زیادہ سرایہ درکار ہوتا تھا ۔

۱۹۳۰ء کی قومی کاربازادی نے لڑتھکے اسکولوں کو بے حد متاثر کیا ۔ معاذین اپنے دھارے

پورے شہر کے اسکولوں میں پہلے سے زیادہ طالب علم داخل ہو چکے تھے ، لیکن ان میں ایسے طلباء کی تعداد بہت کم تھی جو فیس ادا کر سکتے تھے ۔ چنانچہ لڑتھانے سبزیوں کے نئے باغات لگانے کا حکم دیا ۔ دہلوں میں اچھے خوردہ بھرنے کے کارخانوں میں فاضل وقت میں بھی کام کرایا ، اور طلباء کو ہدایت کی کہ " کافی میں شکر کم استعمال کرو اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم بجلی جلاؤ " بہت دنوں تک طلباء کے طعام کی فہرست میں صرف سبزیوں کا سوپ ، مٹکی کی روٹی اور سوئے کی بھیجی ہی شامل رہی ۔

لڑتھانے صرف اپنے طلباء بلکہ پہاڑی باشندوں کی جانب سے بھی تشویش میں مبتلا تھی ۔ ایک شخص نے اس سے کہا ، " میرے مصوم بچوں کے لئے کھانے تک کو نہیں ہے ۔ نہایت بری حالت ہے " لڑتھانے اس شخص کو اسکول کی زمین پر کاشتکاری پہاڑی عمارت کر دیا ۔ دیگر اشخاص کو بھی اس نے کام سے نکلوا دیا انھیں سوادھنے کے طور پر امانج دیا ۔

کام سے فائدہ اٹھانے کے دراصل سے خودی طبع پر مستفید ہونے کے لئے مار تھانے مزید عمارتی تعمیر کروانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بورڈ کے ممبران سے کہا، "ہمارے پاس اپنی کڑی کے ذریعے موجود ہیں۔ ہماری اپنی انٹینس ہیں۔ لیکن اس کام میں کڑی ادا انٹینس کے علاوہ بھی بہت کچھ صرف ہوا، اور محاسب اعلیٰ برسرہ ہر گز قرض خواہوں کی بار بار ہستی کوئی نہیں۔"

پھر وہ وہی گئی تھے جب اسکول کے پاس ناگہریاں اسپا کا ذخیرہ بھی موجود نہیں تھا، اور تھا اس قدر اہل تھی کہ سرلیہ چمچ کرنے کے لئے باہر ہی نہیں جاسکتی تھی۔ "اب تو کوئی معجزہ ہی میں بچا سکتا ہے۔" اور تھانے آئی نیر سے کہا ہر مری اسکول کے گریجویٹ لڑکے سے شادی کرنے کے بعد وہ تھانے کی بیگم پوری کی حیثیت سے یہیں مقیم تھی، "لیکن ہم وہاں کے جہاں گے۔"

آخر معجزہ میں انھیں آگیا اسکول کی ایک پلانی عرصہ سترہ لاکھ لیزرل نے دوبارہ کے خواجہ جات کے لئے ایک چمک اور سال کر دیا۔

۱۹۳۰ء کے وسط تک، عام سردیاں ٹانڈی کے باوجود لوگوں کی اس قدر وسیع تعداد سے مدد کا فرشتہ کہ اسکول کا سامنا کیا کہ اس پیر کا کوئی نفعہ چندہ جمع کرنے پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن پیری کی مختلف اسکیموں کے اختلالات ایک عظیم مسئلہ تھے۔ کیونکہ اس میں ایک سو پچیس عمارتوں پر مشتمل ایک اسکیم اور بارہ سو سے زائد طبیب کی نگہانی کا کام شامل تھا۔

اور تھا اب بھی ہر معاملے کی روح رواں تھی اور ساتھ ساتھ ترقی کی جانب بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن اسے اس بات کی ذمہ داری تھی کہ ہر طالب علم سے فرداً فرداً اس کا تعلق بمقام نہیں رہا تھا۔ جب کبھی ممکن ہوتا وہ انشنان کے گروہ لڑکوں کا گروہ جمع کر لیتی اور اس وقت جو بھی موضوع اس کے دل کو چھتا، اس پر گفتگو کرنے لگتی تھی۔ ان موضوعات میں غالباً اسے اطمینان بالذات کے خطرات اور خود کو فیل ہونے کی ضرورت کے موضوع زیادہ پسند تھے۔

اسکول کے علاقے میں پیدل سواروں کے ذریعے گزرتے ہوئے، مار تھانے کسی خیمہ تھے، حملت کی کسی دیوار سے اکڑے ہوئے ٹانگیں اور سکونتی کمرے کے کسی پہلے کھیلے پردے کو غوراً بھانپ لیتی تھی۔ سائنس کے وہاں میں جن طبیب سے اس کی مدد بھیڑ ہوتی، وہ ان سے کہا کرتی تھی، "ہمیں پسندیدہ طرح محتاط ہو کر قدم اٹھانے چاہئیں۔" اور دیکھو یہ چیزیں ان کو کھو گئے۔

ارتھ جیب ڈسٹریکٹ میں کی ہوگئی تو ڈاکٹروں نے تاکید کی کہ اب اس کو تاہم کی ضرورت ہے
چنانچہ وہ دوبارہ اپنی بہن لوزا کے تعاون سے چندہ جمع کرنے کیلئے روانہ ہوگئی۔ لندن میں قیام کے
دوران میں اسے کورٹ آف سینٹ جیمس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ دیا گیا۔

اس سفر سے واپسی پر اپنی گھنٹیوں میں اضافہ کرنے کے لئے وہ اپنے ہمراہ کچھ گھنٹیاں لائی۔
جس میں مختلف قسم کی سوئٹزرلینڈ کے طرز کی گھنٹیاں بھی شامل تھیں۔ واپس آکر وہ پھر پھر کی سرگرمی کے
ساتھ اپنے ان فرائض میں شہمک ہوگئی جو اس کے منتظر تھے۔

۱۹۳۹ء میں ارتھ کی قدر شناسی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا تاہم اعزازی ڈگریاں
تو اسے پہلے ہی ملی تھیں۔ اب ماڈل ہال کی جانب سے بہترین کارنامے سرانجام دینے پر اسے
سوئے کا تمغہ پیش کیا گیا اور جارجیا کی یونیورسٹی کے بھڈاٹ ریحٹس میں پہلی خاتون ممبر کے طور پر
اس کو شامل کیا گیا۔ سوشل سائنس کے قومی ادارے کی جانب سے نیو یارک میں ہوٹل ڈالڈ ہدف
اسٹوڈیا کی جھٹ ڈاٹارلٹ، پراسے سوئے کا تمغہ پیش کیا گیا۔

اگلے سال امریکی یونیورسٹی کلبس نے انسانیت نوازی سے متعلق اپنا سالانہ اعزاز ارتھ کا
پیش کیا۔ تنظیم تنظیمین فلم کی جانب سے ذاتی داندو ہش کو فروغ دینے کے لئے کام کر رہی تھی۔
ارتھ کے ڈاکٹر کی تجویز تھی کہ ارتھ ڈلاس میں ہونے والے کنونشن میں انعام لینے کے لئے جانے کے
قابل نہیں ہے کیونکہ وہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے جمائی جہاز میں اپنی
نشست محفوظ کرانی۔

۱۹ اپریل کو وہ میکساس پہنچ گئی۔ ڈلاس کے ہوائی اڈے پر ایک ہجوم نے اس کا پرہیزگار
استقبال کیا۔ ادا استقبال کرنے والوں کے ایک نمائندے نے اسے چرواہوں کا ہیٹ پیش کیا
جب کاروں کا قافلہ شریک پمدانہ ہوا تو ارتھ نے یہ ہیٹ سر پر رکھ لیا۔ پھر جب وہ تقریب گاہ میں
پہنچی تو چندہ منظم سازوں اور نمائندگان فلم نے کھڑے ہو کر اس کا پرہیزگار شریک سے خیر مقدم
کیا۔ اس تقریب میں شرکا کو محفوظ کرنے کے لئے ریڈیو اور فلم کے پیشہ ودار شریک بھی شریک تھے۔
لیکن اس شو میں لوگوں کی دلچسپی کا مرکز ارتھ ہی رہی۔ تقریب کنندگان نے اسے انسانی ہیروئی
کے لئے گمان دے کارنامے انجام دینے کے اعتراف میں دھات کی ایک نقش تختی پیش کی، اور اس کے

ساتھی ایک ہزار ڈالر کا نذرانہ اس کے دل پسند خیراتی فنڈ کے لئے پیش کیا۔

پھر اپنے اسکولوں کی سٹی میں واپس آنے کے بعد اس تھاکی رفتار کچھ کچھ مدہم ہو گئی۔ ٹاکرلوں نے اس کا سامنا کرنے کے بعد اسے زیادہ سے زیادہ آلام کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن مارٹھا نے کہا، ”ہمارے اعلان جہوں کی حقیقت محض اتنی ہے کہ خداوند نے ہمیں اپنے اطراف میں اپنی باربرداری کے لئے جیم حط کے ہیں، لیکن اصل حقیقت تو انسان کی مدد ہے۔“

اگست ۱۹۴۱ء میں مہالچوں نے اسے اعلان کے ہسپتال میں داخل کرادیا۔ دن جینوں میں تبدیل ہوتے گئے، لیکن انتہائی کمزوری کے باوجود مارٹھا بیری نے اپنی سیکرٹری آئی نیر کو ہدایت کی کہ وہ ان اسے اسکول کے مسائل اور حالات سے اجڑ کر قید ہے۔ اس نے طویل خطوط اور بادا شنیں لکھوائیں۔ ”بورڈ سے کہیں.... شادی کی تقریب کو زیادہ سے زیادہ پرستربانے کے لئے جو کچھ ممکن ہو ضرور کرو.... لڑکوں سے معلوم کرو کہ....“

جب مارٹھا کو اسکول کے لئے اس قدر کم خدمات انجام دینے کا احساس ہوتا تو وہ سخت یا اس ہو جاتی تھی۔ پھر وہ بیری اسکول کے تعلیم یافتہ ڈاکٹروں، وکیلوں، سائنس دانوں اور سینئروں کی خدمات کے متعلق سوچنے لگی۔ ان میں ایک امیوری ایگزیکٹو تھا، جو ملک میں دیہی اقتصادیات کے ماہر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ یہ شخص بیل گاڑی چلاتا ہوا بیری اسکول میں آیا تھا۔ باؤنی جان ہنری کارلس کو یاد کر کے اس کے چہرے پر ماکلی سی مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ یہ لڑکا ایک وقت میں مرکز کا نقابہ ہی تھا۔ لیکن بعد میں پادری بن گیا تھا۔

مارٹھا کی مزاح پسندی کے لئے اس کے بھائی، بہنیں، دوست احباب بیری اسکول کے اساتذہ اور طالب علم سبھی آتے رہتے تھے۔ مارٹھا ان طاقتور، انرسوں اور اپنے ساتھ کے مریضوں اور پیسوں والی کمریوں پر بیٹھے ہوئے بچوں کے ساتھ گپ شپ اور ہنسی مذاق کر کے اپنا وقت گزارتی رہی۔

اکتوبر کی تاریخ کو پہاڑی دی، منایا جاتا تھا۔ مارٹھا کی ساگرہ بھی اسی تاریخ کو ہوتی تھی۔ لیکن اس بار مارٹھا، مارٹھا کو اسپتال کے ستر میں پڑی مردہ تقریحات کے ذمہ داری نقش اچھارتی اور سوچتی رہی کہ ”بعد میں گانا بھگا، لوگ آگے بڑھیں گے اور اسکول کے لئے چندہ جمع

کرنے کے لئے ایک ٹوکری میں بی بی ٹالیں گے۔ ” ہال میں کسی کے قدموں کی آواز سنی کہ اس نے قدموں کے
دیچوں سے نظریں اٹھائیں اور دیکھا کہ اسکول کی لڑکیاں ہلکے رنگوں کا لکیرتین پتہ والا بڑا سائیک اٹھائے
چلی آ رہی ہیں۔

ابو اس سے ایک لڑکی نے شرمی سے کہا، ” چھتر شمعیں میں لگ کر دیکھئے۔ “
یہ لڑکیاں کچھ دوسری عمدہ عمدہ بی بی ادھائی کے چھتر ڈالوں کی ایک پتیلی میں اپنے ہوا
لائی تھیں۔ یہ رقم انھوں نے اور دیگر لڑکیوں نے فاضل وقت میں کام کر کے جمع کی تھی۔
مارتھا طالب علموں کی اس پر موصوفہ پیش کش پر انتہائی جذباتی ہو گئی۔ اسے ان کا شکریہ ادا
کرنے کے لئے الفاظ نہ مل سکے۔ وہ ہر کے وقت سارے پیری اسکول کے نعمات بچا لٹھے۔ ” ایسا لگ
رہا ہے جیسے یہ آواز اسکول سے آ رہی ہو۔ “ اس نے مسرور ہو کر کہا، ” لیکن کیسے..... “
آئی نیر نے اسے بتایا کہ، ” یہ اسکول کی گھنٹیوں کا راگ ہے۔ طالب علموں نے ایک لاؤڈ سپیکر
ضبط کیا ہے، اور ایک سینڈل کمپنی کے فدیہ گشتیوں کی آواز کو یہاں تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے، “
مارتھا نے بے حد مسرور ہو کر کیک تراشا اور طاقتوں، ڈاکٹروں، نرسوں اور مریضوں کو
اپنی مسرتوں میں شریک کیا۔ آئی نیر نے کارڈوں، تاروں اور غلطو سے بھری ہوئی ٹوکری اس کے
سامنے رکھ دی۔ یہ سفیحات ممتاز شخصیتوں اور پہاڑی والدین کی طرف سے موصول ہوئے تھے
کچھ سفیحات ایسے بھی تھے جو فاکا رنگ کے، پیپنگ پیپر پر لکھے ہوئے تھے، اور ان لڑکیوں نے
جیسے تھے جو کھیتی باڑی چھوڑ کر پیری کے اسکول میں پڑھنے آئی تھیں۔

مارتھا نے آئی نیر سے اصرار کیا کہ وہ پہاڑی دن کی تقریبات میں شرکت کے لئے روانہ
ہو جائے، اور کہا، ” ان لوگوں سے کہنا کہ انھوں نے اپنی محبتوں سے مجھے لازمال مستحق
بخشی ہیں۔ “

دو ماہ بعد پریل ماہ پر جا پانیوں کے چیلے نے امریکہ کو دوسری جنگ عظیم میں دھکیل
دیا۔ آئی نیر اور دیگر اشخاص نے جنگ کے زمانے میں لاپتہ ہو جانے والے لڑکوں کی دشتناک
خبروں کو مارتھا سے چھپائے رکھا۔ ستمبر ۳۰ فردی ۱۹۴۲ء کو اٹلانٹا میں پہلی باؤبلک
آؤٹ ہوا۔ مارتھا کی ہمت بندھانے کے لئے آئی نیر اس کے کمرے میں داخل ہوئی، اور اس کا

ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، لیکن اس کی زندگی کی شمع کھل ہو چکی تھی۔

ہیری اسکول کے عبادت خانے میں اتنی گھنٹی بجنے لگی، اور طلباء اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر غم زدہ چہروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میلوں دور پوسٹ ٹمپٹ اور ہورس لیگ اور ماؤنٹین ٹیک، یہ جگہ کی طرح پھیل گئی کہ اب اتواری خاتون منگلت کی تلاش میں کہیں دوبارہ پہاڑوں کے چکر نہیں لگائے گی۔

مارتھا کی آخری رسومات میں شرکت کرنے کے لئے حکومت کے افسر اور مردوں اور عورتوں کا جم فیصلہ جمع ہو گیا۔ جو سرخ مٹی کے پہاڑوں سے افلاس، جہالت اور پس ماندگی کے ماتے پہنے پیدل چل کر ہیری اسکول تک آئے اور یہاں سے اعلیٰ شہری بن کر لوٹے تھے۔

مارتھا کی وفات پر اجلا دلائل کا سنسی ٹیوشن نے اعلان کیا کہ، ”ہمارے ہمد کی کسی خاتون نے مارتھا ہیری سے زیادہ عظیم کارنامے انجام نہیں دیئے“ مارتھا ہیری نے اپنے جوشیلے، دیانت اور بے غرضی سے مایوس لوگوں کے لئے روشنی کا ایک بینا تعمیر کر دیا تھا۔



کچھ مصنف کے بارے میں

ایلیا فوریس رقم طراز ہے : ” ہائی اسکول اور یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہوئے اور
 دہائی ٹین کیمپ میں صلاح کار کے فرائض انجام دیتے ہوئے، مجھے نو محروں سے ادراک کی
 صلاحیتوں سے گہری دلچسپی ہو گئی تھی۔ پھر جب میں نے مصلیٰ کے پیشے کو چھوڑ کر تصنیف و تالیف
 کا کام شروع کیا تو ناگزیر طبع پر ایسی کتابیں تصنیف کرنے کی سعی کی، جن کے متعلق مجھے امید تھی
 کہ ان کے مطالعہ سے قارئین کے خیالات میں انقلاب پیدا ہو گا۔ اور وہ ان کے مطالعے سے اپنی
 زندگی کو اپنے خوابوں کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔ میں ان مصنفوں میں سے نہیں ہوں
 جو فقر کے ساتھ کم سنی میں گھسے ہوئے اپنے کسی ناول یا کسی ڈرامے کی نشان دہی کر سکتے ہیں۔
 اور تصنیف و تالیف کا ایک طویل مرحلہ طے کر چکے ہیں۔“

میں فوریس کے چھپن کا بیشتر حصہ برڈکننگ (جنوبی ڈیکوٹا) میں بسر ہوا، جہاں اس کے
 والد معاملہ تھے۔ فوریس کو فرصت کے مشغلوں کے طور پر موسیقی، سحر و دیوانہ کے کھیل، گول
 اسکاؤٹنگ، کیمپنگ اور مطالعے سے رغبت تھی۔ اُسے دامن کا پلے انتہا شوق تھا۔ لیکن ٹیلن
 کی تربیت بہت تاخیر سے شروع کرنے کے باعث موسیقار کا پیشہ اختیار کرنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ
 ساؤتھ ڈیکوٹا اسٹیٹ کالج میں اس نے سائنس اور سوشل سائنس میں امتیاز حاصل کیا۔ بعد ازاں
 میک فیل کالج آف میزک سے موسیقی میں بچلر کی ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی آف کولورایڈو
 سے ایم۔ اے کی سند حاصل کی۔ وہ مینیسوٹا میں مصلیٰ کے پیشے کے ساتھ ریڈیو پیشہ ورانہ مصنفی اور
 ڈرامہ مصنفی کے آکرشرا کی محفلوں میں بھی شریک ہوتی رہی۔

میں فوریس کی موجودہ سکونت بولڈر (کولورایڈو) میں ہے۔ جہاں وہ تصنیفی کاموں سے

وقت نکال کر پکچر اور چٹائی علاقوں میں اسکاؤٹوں کے گیمپ میں شرکت کرتی رہتی ہے اور سنی
کا فوٹو بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

Copyright : Copyright © 1960, by Aylesa Forsee

**Title of the original : WOMEN WHO REACHED FOR
TOMORROW**

Author : Aylesa Forsee

Original publisher : Macrae Smith Company, Philadelphia

